تذکرہ
اولیائے ہند و پاکستان
Price Rs. 6/00
اینڈ کو تھوک کتبخانہ کھاری باؤلی دہلی

تذکرہ

اولیائے ہند و پاکستان

جدید

از

مفتی ولی حسن ٹونکی

قیمت

چھ روپے 6/= Rs

ملنے کا پتہ

عثمانیہ بکڈپو حیدرآباد

اولیائے کرام وصوفیائے عظام کے آٹھ سو سالہ تبلیغی مشن کا مکمل خاکہ

تذکرہ

اولیائے ہند و پاکستان

جس میں مقدس اولیائے کرام وصوفیائے عظام کے حالات زندگی نہایت تحقیق وجستجو کے بعد مستند تاریخ کی روشنی میں تحریر کئے گئے ہیں اور ان قابل احترام حضرات کے روحانی کمالات اور علمی وعملی خصوصیات کو اجاگر کیا گیا ہے نیز یہ بھی واضح کیا گیا ہے کہ ان حضرات کے وجود گرامی نے عالم انسانیت اور خصوصاً برعظیم ہند پاکستان کے رہنے والوں کو کیا فیض پہنچایا اور مختلف حیثیتوں سے کیسی اہم وجلیل القدر خدمات انجام دی ہیں۔

فہرست مضامین

خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ

ہندوستان میں متعدد روحانی سلاسل جاری ہوئے اور جاری رہے لیکن ان سلاسل میں سب سے زیادہ مقبولیت سلسلہ چشتیہ کو حاصل ہوئی اس اہم سلسلہ کی داغ بیل تو شیخ ابو اسحاق شامی (المتوفی ۳۰۹ھ) نے ڈالی تھی۔ لیکن اس کو پروان چڑھانے اور پھیلانے کا کام حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ نے انجام دیا۔

اس سلسلہ مقدسہ کی اہم کڑی حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ ہیں آپ خواجہ اجمیری رحمۃ کے پیر و مرشد ہیں آپ نے اگرچہ ایک ہی مرتبہ اپنے قدم مبارک سے ہندوستان کی سرزمین کو شرف بخشا ہے لیکن بالواسطہ آپ کا فیض ہندوستان کو پہونچا کیوں کہ آپ ہی کے حکم سے خواجہ اجمیری رحمۃ ہند تشریف لائے اور رشد و ہدایت کے ذریعہ ہندوستان کی اصلاح فرمائی اسی لئے اسی لئے آپ کے تذکرۂ مبارک سے کتاب کی ابتدا کی جا رہی ہے

حضرت عثمان رحمۃ کی ہارونی کا تقدس اور بزرگی :- حضرت خواجہ عثمان

ہارونی رح حضرت علی رض کی اولاد طیبہ میں سے ہیں آپ گیارہ واسطوں سے حضرت علی رض سے منسوب ہوتے ہیں آپ کا وطن مبارک قصبہ ہرون ہے جو ملک خراسان کا ایک قصبہ ہے آپ کو ابتدائے زندگی سے ہی ریاضت وعبادت کا شوق تھا ایک قرآن مجید تو دن میں ختم فرماتے تھے اور ایک رات میں ستر برس تک سخت مجاہدے فرمائے اور کبھی شکم سیر ہو کر نہ کھایا اور نہ پانی پیا۔ مجیب الدعوات تھے جو کچھ زبان سے فرماتے وہ ہو جاتا اور پانچ پانچ روز کے طویل روزے رکھتے آپ کی نظر مبارک کیمیا اثر تھی جس پر پڑ جاتی وہ سلوک وتصوف کے مدارج اعلیٰ تک پہونچ جاتا

حاجی شریف زندنی سے بیعت :۔ آپ کے پیرو مرشد خواجہ حاجی شریف زندنی ہیں جو

روحانیت وسلوک میں اپنے زمانہ کے مشائخ کبار میں بے نظیر اور عدیم المثال شہرت رکھتے تھے اس عہد کے تمام علماء وفضلا خصوصا اہل حقیقت آپکی طرف متوجہ تھے حضرت خواجہ عثمان صاحب رح جب آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کے حلقہ ارادت میں شامل ہوئے تو آپ نے خواجہ عثمان پر کمال مہربانی فرماتے ہوئے شرف بیعت سے مشرف فرمایا اور خرقہ اپنے دست مبارک سے زیب تن کیا اور نصیحت کرتے ہوئے فرمایا۔

"اے عثمان رح اب جبکہ تم نے خرقہ درویشی زیب تن کرلیا ہے تو تم کو چاہیئے کہ ان چار باتوں پر نہایت سختی سے عمل کرو اول ترک دنیا اور دنیا کے لوازمات سے گریز و پرہیز دوم ترک حرص وطمع سوم خواہشات نفسانی سے گریز چہارم شب بیداری اور ذکر اللہ کیونکہ بزرگوں کا فرمان ہے کہ یہ خرقہ وہ شخص اپنے

سر پر رکھ سکتا ہے جو اللہ کے ما سوا دنیا کی ہر چیز کو ترک کر دے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ خرقہ مقدس ملبوس فرمایا تھا۔ زہد و فقر اختیار فرمایا تھا آپ کے بعد بھی یہ سلسلہ جاری رہا۔ مجھ تک یہ سلسلہ پہنچا تو میں نے اسی پر عمل کیا تم بھی ان ہی حضرات کی پیروی کرو دوسری سب سے اہم بات یہ ہے کہ خلق خدا کے ساتھ مہربانی ونرمی سے پیش آؤ۔
خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ نے اپنے پیر و مرشد کی ان نصائح کو حرز جان بنایا اور اپنی پوری زندگی عبادت الٰہی اور خلق خدا کی خدمت میں صرف کر دی۔ اور کمال کے اعلٰی درجات پر فائز ہوئے۔

خواجہ عثمان ہارونی کی کرامات:- سیر الاولیا میں مرقوم ہے کہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی سنجری ؒ فرماتے تھے کہ ایک دفعہ میں خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ کے ساتھ سفر میں تھا جب ہم دونوں دجلہ کے کنارے پر پہنچے تو کوئی کشتی موجود نہ تھی خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ نے فرمایا کہ تم ذرا اپنی آنکھیں بند کر لو۔ بندہ نے ایسا ہی کیا پھر جو آنکھ کھولتا ہوں تو اپنے آپ کو اور اپنے حضرت خواجہ کو دریا کے اس پار پاتا ہوں۔ میں نے دریافت کیا کہ خواجہ آپ نے یہ کیا کیا؟ فرمایا پانچ دفعہ سورہ فاتحہ پڑھی منقول ہے کہ ایک مرتبہ ایک نہایت ہی رسیدہ شخص خواجہ عثمان قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔

جس کے چہرہ سے حزن وملال اور انتہا درجہ کی پریشانی برستی تھی خواجہ نے دریافت کیا کیا حال ہے؟ عرض کیا کہ چالیس برس سے بڑا لڑکا غائب ہے۔ معلوم نہیں وہ مر گیا ہے یا زندہ ہے میں آپ کی خدمت میں دعا کیلئے حاضر ہوا ہوں مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ مجیب الدعوات

ہیں - آپ نے اسی وقت مراقبہ فرمایا - اور حاضرین مجلس سے کہا کہ چند مرتبہ فاتحہ پڑھیں اس غرض سے کہ اس غریب کا لڑکا آجائے حاضرین نے فاتحہ پڑھی آپ نے اس کے بعد اس سن رسیدہ شخص سے فرمایا کہ جاؤ تمہارا لڑکا تمہارے گھر آگیا - ابھی وہ شخص گھر پہنچا بھی نہ تھا کہ راستہ میں ایک شخص نے اطلاع دی کہ تمہارا لڑکا گھر آگیا ہے - شیخ الاسلام حضرت معین الدین اجمیری رح فرماتے ہیں کہ خواجہ عثمان ہارونی کا ایک مرید میرے پڑوس میں آیا اور وہیں اس نے سکونت اختیار کر لی جب اس نے انتقال کیا تو میں بھی اس کے جنازہ کے ساتھ گیا اور لوگ تو دفن کے بعد واپس آگئے میں کچھ دیر کے لئے اس کی قبر پر بیٹھ گیا کیا دیکھتا ہوں کہ عذاب کے فرشتے نہایت خوفناک صورت میں آئے ہیں اسی وقت خواجہ عثمان ہارونی بھی پہنچ گئے فرشتوں سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اسے عذاب نہ کرو یہ میرا مرید ہے - فرشتوں کو حکم ہوا خداوندی کہ خواجہ عثمان رح سے کہہ دو کہ یہ شخص تمہارا سچا مرید نہ تھا بلکہ تمہارے برخلاف تھا - خواجہ نے کہا - بے شک یہ میرا برخلاف تھا لیکن میں اس کو ہمیشہ اپنے سلسلے سے وابستہ جانتا تھا - فرشتوں کو حکم ہوا کہ اس سے عذاب اٹھا لو!

حضرت عثمان ہارونی آخری عمر میں مکہ معظمہ میں گوشہ نشین ہو گئے تھے - اس مقدس شہر میں ۶ شوال ۶۱۷ھ کو آپ واصل الی اللہ ہو گئے چنانچہ آپ کا مزار مبارک آج بھی مرجع خلائق ہے -

حضرت خواجہ معین الدین چشتی رح

نام و نسب:- ہندوستان اور پاکستان کے مسلمانوں کے محسن اعظم اور مقتدر روحانی پیشوا خواجہ معین الدین حسن چشتی سنجری قدس سرہ العزیز سجستان میں ۵۳۶ھ میں پیدا ہوئے سلسلہ نسب یہ ہے۔

خواجہ معین الحق والدین بن غیاث الدین بن سید کمال الدین بن سید احمد حسن بن سید طاہر ابن سید عبدالعزیز بن سید ابراہیم بن سید محمد مہدی بن امام حسن عسکری بن امام نقی بن .... امام موسیٰ رضا بن امام جعفر بن محمد باقر بن امام علی زین العابدین بن سید الکونین امام حسین بن علی المرتضیٰ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

ابتدائی تعلیم بارہ سال کی عمر میں والد بزرگوار کا سایہ سر سے اٹھ گیا ترکہ میں ایک باغ ملا اس کی نگرانی کرتے رہے اتفاقاً ایک روز ابراہیم قلندر نامی ایک مجذوب باغ میں آئے کہ حضرت نے ان کی خدمت میں انگور پیش کیے لیکن انہوں نے انگور نہیں کھائے اور اپنی بغل سے

کھلی کا ایک ٹکڑا نکال کر منہ میں رکھ لیا۔ اور چبانے کے بعد اسے منہ سے نکال کر خود حضرت خواجہ کے منہ میں چبائی ہوئی کھلی دی کھلی کا کھانا تھا کہ حضرت خواجہ کا دل مبارک انوار الٰہی سے روشن ہو گیا۔ اور ایک خاص کیفیت آپ پر طاری ہو گئی دنیا اور دنیا والوں سے آپ کا دل بیزار ہو گیا علائق دنیا کو چھوڑ کر طلب خدا میں اٹھ کھڑے ہوئے اور سمرقند پہنچے یہاں آپ نے کلام پاک حفظ کیا۔ اور علوم ظاہری کی تعلیم میں مشغول رہے۔

حضرت خواجہ عثمان ہارونی رح سے بیعت

سمرقند سے نکل کر عراق کی طرف روانہ ہوئے قصبہ ہارون میں حضرت شیخ عثمان ہارونی رح قدس سرہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور حضرت خواجہ عثمان ہارونی نے آپ کے باطنی اوصاف کو پہلی ہی نظر میں پرکھنے کے بعد آپ کو اپنے مریدان خاص میں شامل کر لیا اور بیعت سے مشرف کیا۔ بیعت کے وقت مرشد نے مرید سے وضو کرایا اور دو رکعت نماز پڑھوائی پھر سورہ بقرہ پڑھنے کو کہا اس کے بعد اکیس بار درود شریف پڑھوایا درود شریف کے بعد مرشد نے آسمان کی طرف اپنا چہرہ مبارک اٹھایا اور مرید کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا میں نے تم کو خدا وند قدوس تک پہنچایا اور اس کی بارگاہ میں مقبول بندہ بنا دیا پھر مرید کے سر کے بال اپنے دست مبارک سے ترشے اور اپنا کلاہ چہار ترکی اور گلیم خاص مرحمت فرمایا۔

مرشد نے کچھ اور بھی ہدایات دیں حضرت خواجہ نے ان ہدایات پر شبانہ روز عمل کیا چند ہی دنوں میں انوار الٰہی سے اپنے قلب کو روشن اور منور پایا اس کے علاوہ حضرت خواجہ صاحب شیخ نجم الدین کبریٰ کی خدمت میں ڈھائی سال تک مقیم رہے آپ نے حضرت شیخ محی الدین محمد عبد القادر جیلانی رح سے شرف نیاز حاصل کیا

اور ان کی معیت میں بغداد آئے۔ جہاں شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی سے اور ان کے پیر شیخ ضیاء الدین کی صحبت سے مشرف ہوئے اور یہیں خواجہ اوحد الدین کرمانی قدس سرہٗ سے فیض یاب ہو کر ان سے بھی خرقہ خلافت حاصل کیا

خدمت مرشد:۔ سیر الاولیاء میں ہے کہ حضرت خواجہ صاحب قدس سرہ العزیز فرماتے تھے کہ میں جب خواجہ عثمان ہارونی کی خدمت میں پہنچا اور اس مقدس نفس بزرگ کی شرف ارادت سے مشرف و ممتاز ہوا تو کامل بیس سال تک خدمت اقدس میں حاضر رہا اور اس درجہ خدمت کی کہ نفس کو کبھی آپ کی خدمت سے راحت نہ دی حالت سفر میں خواجہ کا سامان اپنے سر پر رکھتا تھا اور ہر حالت میں غلاموں کی طرح خدمت کرتا تھا جب خواجہ نے میری خدمت اور عقیدت مندی دیکھی اس وقت مجھے کمال نعمت عطا کی۔

سیاحت | حضرت خواجہ صاحب نے اپنے پیر و مرشد کے ساتھ دس سال تک سیاحت کی یہ سفر تعلیم روحانی اور عجیب و غریب واقعات اور مشاہدات سے پر ہیں۔ ان میں سے چند واقعات بیان کیے جاتے ہیں

(۱) حضرت خواجہ صاحب قدس سرہٗ العزیز فرماتے ہیں کہ ایک روز ہم ایک خانقاہ میں پہونچے جس میں شیخ صدر الدین محمد احمد سیوستانی رہتے تھے یاد حق میں ان کا استغراق بحد تھا۔ میں کئی روز ان کی خدمت میں رہا۔ جو کوئی ان کے پاس آتا محروم نہ جاتا اس کو کوئی چیز لاکر ضرور دیتے اور فرماتے تھے کہ میرے حق میں دعائے خیر کرو کہ اپنا ایمان قبر تک سلامت لے جاؤں جب وہ ذرا در موت کی تکالیف کا حال سنتے۔ تو بید کی طرح کانپتے اور رونے لگتے انکی آنکھوں سے خون بہنے لگتا جیسے کسی چشمے سے پانی جاری ہو یہ گریہ سات سات دن تک بند نہ ہوتا۔ آسمان کو دیکھ دیکھ کر روتے اور ان کے رونے

سے روتا آتا تھا جب رونے سے فارغ ہوئے تو میری طرف متوجہ ہوئے
اور فرمایا اے عزیز جس کو موت آنے والی ہو اور اس کا حریف فرشتہ
موت ہو اس کو سونے اور ہنسنے اور خوش رہنے سے کیا کام! اس کے بعد
ارشاد فرمایا اے عزیز اگر تمہیں ان لوگوں کا ذرا بھی حال معلوم ہو جو زیر خاک
ایسی کوٹھری میں ہیں جس میں بچھو بھرے ہوئے ہیں تو اس کو معلوم کرتے ہی تم
اس طرح پگھل جاؤ گے جیسے نمک پانی میں پگھل جائیگا اس کے بعد فرمایا
ایک دن میں ایک بزرگ کامل کے ساتھ بصرہ کے ایک قبرستان میں بیٹھا ہوا
تھا پاس ہی قبر میں ایک مردہ پر عذاب ہو رہا تھا ان بزرگ کامل کو جب عذاب کا حال
معلوم ہوا تو زور سے چیخ مار کر گر پڑے میں نے ان کو اٹھانا چاہا تو ان کی
روح قالب سے پرواز کر گئی اور تھوڑی دیر میں ان کا جسم پانی ہو کر بہہ گیا۔
اس دن سے مجھ پر قبر کی بڑی ہیبت طاری ہے اس لئے اے عزیز دنیا
میں بندہ کو اسی قدر مشغول نہ ہونا چاہئیے کہ حق سے غافل ہو جائے۔

حضرت خواجہ صاحب خود فرماتے ہیں کہ ایک بار ملک کرمان میں شیخ
اوحدالدین کرمانی کے ساتھ سفر میں تھا۔ ایک بزرگ کو دیکھا بڑے عابد و زاہد
تھے میں نے ان کی طرح کسی کو یاد حق میں اس قدر مشغول نہ دیکھا جب ہم ان
کے پاس گئے تو دیکھا کہ ان کے بدن میں صرف روح ہی باقی تھی گوشت پوست
بالکل نہ تھا وہ باتیں بہت کم کرتے تھے ہم نے ارادہ کیا کہ ان سے دریافت کریں
کہ آپ کا ایسا حال کیوں ہے انہوں نے اپنی روشن ضمیری سے ہمارے ارادہ کو معلوم
کر لیا اور اپنا حال بیان کرنا شروع کیا کہ اے درویش! ایک روز میں اپنے دوست
کے ساتھ قبرستان گیا اور ایک قبر کے پاس دونوں بیٹھے اتفاقاً اس دوست سے
کوئی بیہودہ بات سرزد ہو گئی جس پر مجھے ہنسی آگئی۔ ہنسنے پر میرے

کان میں یہ آواز آئی کہ ملک الموت جس کے پیچھے لگا ہوا ہو اور قبر پر خاک
سانپ بچھو کے درمیان اس کا گھر ہو اس کو ہنسی سے کیا تعلق۔ جب میں نے یہ
بات سنی آہستہ سے اٹھا اپنے دوست کو رخصت کیا اپنے گھر گیا اور یوں اس
غار میں آیا اور یہاں رہنے لگا اور اس دن سے مجھ پر ہیبت طاری ہے
اور خوف سے میری جان منہ کو آ رہی ہے آج چالیس برس ہو گئے کہ نہ میں ہنسا
ہوں اور نہ ہی میں نے شرمندگی سے سر اٹھا کر آسمان کو دیکھا ہے کہ کل
قیامت کے دن کیا منہ دکھاؤں گا۔ ہر وقت اپنے گناہ پیش نظر رہتے ہیں۔

آپ کو حضرت خواجہ عثمان ہارونی کے ہمراہ دمشق کے سفر کا اتفاق
ہوا وہاں آپ نے درویشوں کی ایک ایسی جماعت دیکھی جو عشق الٰہی میں مست
تھی۔ ان درویشوں کی حالت یہ تھی کہ زمانہ دراز سے بالکل مدہوش
تھے حضرت خواجہ نے ان سے بھی فیض حاصل کیا۔

مرشد ہی کے ساتھ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کی بھی زیارت کی ایک روز
آپ مکہ معظمہ میں تھے اور طواف سے فارغ ہوئے تھے آپ کے پیر و مرشد
حضرت خواجہ عثمان ہارونی نے حضرت کا ہاتھ پکڑ کر آپ کے حق میں دعا فرمائی
اور عالم غیب سے ندا آئی۔

"معین الدین ہمارا دوست ہے اور ہم نے اس کو قبول کیا اور برگزیدہ کیا۔"

آپ پر مرشد کی نظر کرم :- حضرت خواجہ ہارونی کی آپ پر بے حد نظر کرم تھی چنانچہ آپ
نے حضرت خواجہ کو سلوک کی انتہائی بلندی تک پہنچا دیا حضرت خواجہ عثمان ہارونی نے
ایک روز آپ کو حکم دیا کہ ہر روز صبح چاشت کے وقت ہمارے پاس آیا کرو۔
تاکہ تم کو فقر کی تعلیم دی جائے چنانچہ ہر روز چاشت کے وقت حاضر ہونے

اور خواجہ ہارونی جو کچھ فرماتے اس کو قلم بند کرتے اٹھائیس دن تک تعلیم کا یہ سلسلہ جاری رہا۔ اس کے بعد پیر و مرشد نے فرمایا کہ اے معین الدین یہ سب تعلیم تمہاری تکمیل کے واسطے تھی تم کو ان تعلیم پر تازندگی عمل کرنا ہے تاکہ قیامت کے روز مجھ کو شرمندگی نہ ہو اس کے بعد آپکو خرقۂ خلافت سے سرفراز کیا اس وقت آپ کا سن شریف ۵۲ برس کا تھا خرقہ خلافت دیتے وقت مرشد نے حضرت خواجہ قدس سرہ العزیز کے سر پر کلاہ چہار ترکی بھی رکھی اور قیمتی نصائح سے سرفراز فرمایا پیر و مرشد کی محبت اور شیفتگی کا اندازہ اس سے لگاتیے کہ جب حضرت خواجہ آپ سے رخصت ہونے لگے تو آپ کو عزیز مرید کی فرقت گوارا نہ ہوئی اور بغداد کے سفر میں بھی ساتھ رہے اس سفر کی تفصیلات میں بھی عجیب و غریب واقعات ملتے ہیں لیکن ہم طوالت کے خوف سے ترک کرتے ہیں آخر میں حضرت خواجہ عثمان ہارونی رح کا ایک جملہ درج ہے جو ایک طرف پیر مرشد کی محبت اور عالی ہمتی کو ظاہر کرتا ہے حضرت خواجہ عثمان ہارونی رح نے فرمایا" معین الدین خدا کے محبوب بندہ ہیں اور مجھے ان پر فخر ہے"

حضرت خواجہ عثمان ہارونی کی بارگاہِ رسالت سے ہندوستان جانیکا حکم۔ تعلیم سے فارغ ہوکر اور سلوک کی منزلیں طے کر کے آپ اپنے وطن تشریف لے گئے وطن میں تھوڑے عرصہ قیام کر کے قلب مبارک زیارت بیت اللہ اور روضۂ اقدس کیلئے بیتاب ہو گیا آپنے سفر شروع کیا اس سفر میں آپنے اولیا اور مشائخ سے ملاقات و صحبت حاصل کیا چند ماہ کے مسلسل سفر کے بعد روضۂ اقدس میں حاضر ہوئے روضہ اقدس کے سائے میں کئی روز تک عبادت الٰہی میں مصروف رہے۔

.... ایک روز عبادت الٰہی میں مصروف تھے کہ روضہ مبارک سے آواز آئی ۔

" اے معین الدین تو ہمارے دین کا معین اور مددگار ہے ولایت ہندوستان ہم نے تجھے عطا کی جا اور اجمیر میں جاکر اقامت کرو ہاں تاریکی پھیلی ہوئی ہے تیرے وہاں کے قیام سے بے دینی دور ہوگی ۔ اور اسلام رونق پذیر ہوگا۔"

بارگاہ رسالت سے اس حکم کو پاکر آپ بیحد مسرور ہوئے مگر یہ معلوم کرنے کے لئے بڑے بیتاب اور پریشان تھے کہ اجمیر کہاں ہے اور ہندوستان میں کس جگہ واقع ہے اس فکر میں آنکھ لگ گئی تو آپ کیا دیکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت بابرکت میں حاضر ہیں سرور دوعالم نے آپکو مشرق سے مغرب تک دنیا کی سیر کرادی اور کوہ اجمیر کا بھی مشاہدہ کرایا۔

ہندوستان کیلئے حضرت کی روانگی :- بارگاہ رسالت سے یہ حکم ملتے ہی آپ ہندوستان کیطرف روانہ ہوگئے آپکا یہ سفر مبارک ہزاروں برکات اور عجیب وغریب کرامات سے متمیز تھا جس شہر سے آپ گذرتے اولیاء اللہ سے ملاقات فرماتے اور قبرستان میں فروکش ہوتے ہر روز دوران سفر میں دو قرآن مجید ختم فرماتے جس جگہ آپ پہنچتے عقیدتمندوں کا ایک گروہ جمع ہوجاتا لیکن آپ کسی جگہ قیام نہ فرماتے بلکہ فوراً ہی ایک مقام سے دوسرے مقام کے لئے روانہ ہوجاتے بغداد سے ہمدان آئے اور خواجہ یوسف ہمدانی سے ملاقات ہوئی ہمدان سے تبریز پہنچے ۔ اور شیخ جلال الدین تبریزی کے پیر طریقت سے ملاقات ہوئی اور انکی صحبت سے فیض حاصل کیا وہاں سے اصفہان آئے یہاں کے قیام کے زمانہ میں ایک روز اصفہان کے حاکم

محمد یادگار کے باغ میں ایک حوض کے کنارے فروکش ہوئے کہ محمد یادگار سیر کے لیے پہنچا اور ایک اجنبی مسافر کو دیکھکر چیں بجبیں ہوا لیکن حضرت نے اس کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا تو وہ مضطرب الحال ہو گیا اور بیہوش ہو گیا خواجہ صاحب نے حوض کا پانی لیکر اس کے منہ پر چند چھینٹے دیئے اس کو ہوش آیا تو حضرت کا گرویدہ ہو گیا۔ وہ مذہبا شیعہ تھا صحابہ کرام کو گالیاں دیا کرتا لیکن اپنے اعیان و ارکان سلطنت کے ساتھ حضرت خواجہ رح کا مرید ہو گیا اور اپنی ساری دولت حضرت کی خدمت میں نذر کر دی مگر آپ نے اس کے قبول کرنے سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ جو مال ظلم سے وصول کیا گیا ہو وہ اس کے اصل مالکوں کے حوالے کر دیا جائے محمد یادگار نے حکم کی تعمیل کی غلاموں اور لونڈیوں کو بھی آزاد کر دیا اور جب ظاہری و باطنی تعلیم مکمل کر لی تو حضرت نے اس کو خرقہ خلافت بھی عطا کیا سفر کرتے کرتے بلخ پہونچے اور عرصہ تک شیخ احمد خضرویہ کی خانقاہ میں مقیم رہے یہاں حکیم ضیاء الدین ایک شخص رہتا تھا جس پر فلسفہ و حکمت کا غلبہ تھا اسلام کی بعض تعلیمات کا منکر تھا ایک روز حضرت خواجہ صاحب جنگل میں ایک ہرن کا شکار کر کے اس کے کباب بنا رہے تھے کہ حکیم ضیاء الدین بھی اتفاق سے وہاں پہونچ گیا خواجہ صاحب نے ان کو کباب کا ایک ٹکڑا کھانے کو دیا جس کے بعد اس پر ایک خاص کیفیت طاری ہو گئی اور خواجہ صاحب کے مرید ہو گئے گھر آئے تو طب کی تمام کتابوں کو دریا میں ڈال کر راہ طریقت کو اپنا مقصد بنا لیا۔

حضرت بلخ سے غزنی تشریف لے گئے اور وہاں سے ہندوستان کی جانب روانہ ہوئے آپ جس شہر سے بھی گذرے عوام کو اپنے روحانی فیض سے مستفید فرماتے یہاں تک کہ آپ لاہور پہونچ گئے پھر لاہور سے دہلی کے لئے روانہ ہوئے دہلی میں آپ نے صرف چند روز قیام فرمایا۔ جتنے دن بھی آپ دہلی میں رہے آپ

کی قیام گاہ پر ہر وقت خلق خدا کا ہجوم رہتا۔ غرضیکہ آپ دہلی میں چند روز قیام فرمانے کے بعد اپنی منزل مقصود یعنی اجمیر روانہ ہو گئے۔

حضرت کی تشریف آوری سے قبل ہندوستان کی حالت

ہم کو خواجہ صاحب قدس سرہٗ العزیز کے تجدیدی و اصلاحی کارنامے بیان نا ہیں اور یہ ظاہر کرنا ہے کہ آپ نے ہندوستان کے مسلمانوں کی کیا خدمت انجام دی ہیں اور اس کو معلوم کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ہندوستان کی حالت آپ کی تشریف آوری سے قبل کی لکھی جائے تاکہ آپ کے تجدیدی کارنامے صحیح طور پر سمجھ میں آ سکیں۔

آپ نے جس زمانہ میں ہندوستان کی سرزمین پر قدم رکھا یہ وہ زمانہ تھا جبکہ حکومت کا آفتاب اقبال غروب ہو چکا تھا۔ شاہان غوری غزنوی حکومت پر قابض ہو چکے تھے ہندوستان میں گزشتہ اسلامی حکومتوں کے نقوش اس قدر مدھم پڑ چکے تھے کہ یہ تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا کہ اس ملک میں آگے چل کر مسلمان کبھی ابھر سکیں گے۔

اس دور میں مسلمانوں کے ضعف کی وجہ صرف یہ تھی کہ مسلمان بادشاہوں نے تبلیغ اسلام کو کبھی اپنا مقصد نہیں بنایا بلکہ ان کو اسلام کی تبلیغ سے ذرہ برابر بھی لگاؤ نہیں تھا اس کے علاوہ گیارہویں اور بارہویں صدی عیسوی میں ہندوستان کی سماجی حالت حد درجہ تباہ تھی ہر شخص ایک دوسرے سے ہر بیگانہ تھا اتحاد و فکر عمل کا کہیں دور دور نام نہ تھا چھوت چھات نے مدنی زندگی کے سارے سرچشمے مسموم کر دیئے تھے زندگی کی ساری لذتیں اونچی ذات کے لوگوں کے لئے مخصوص تھیں غریب عوام جن مصائب میں مبتلا تھے ان کی دردناک تصویر ابو الریحان البیرونی نے کتاب الہند میں پیش کی ہے زندگی ان کے لئے بوجھ تھی اللہ نے انہیں آدمی بنایا تھا لیکن اس کے بندوں نے

انہیں جانوروں کی زندگی بسر کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔

صاحب سیر الاولیاء نے لکھا ہے کہ ہندوستان کے تمام مشرقی حصوں میں کفر کی تاریکی چھائی ہوئی تھی اور بت پرستی کی طوفان خیز آندھی مغرب سے لیکر مشرق تک بڑے زور وشور سے چل رہی تھی ہندوستان کے تمر دو سر کشوں میں سے ہر ایک اَنَا رَبُّکُمُ الاَعلیٰ کا مدعی تھا اور شرک وبت پرستی کے ڈنکے ہر چہار طرف بج رہے تھے خدائے واحد ویکتا کے ساتھ کھلم کھلا شرک کیا جاتا تھا اور پتھر مٹی کے ڈھیلوں گھر درخت گائے گوبر کو برابر سجدے ہو رہے تھے کفر وتاریکی کے مضبوط قفل دلوں پر چڑھے ہوئے تھے تمام لوگ جہل وکفر کے تاریک گڑھوں میں گرے ہوئے تھے۔

ان دنوں اجمیر راجپوت سامراج کا مضبوط مرکز اور ہندوؤں کا مذہبی گڑھ تھا۔ دور دور سے ہندو اپنی مذہبی رسومات پورا کرنے کے لئے یہاں جمع ہوتے تھے شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اخبار الاخیار میں اجمیر کی مذہبی اہمیت پر روشنی ڈالی ہے ایک ایسے سیاسی اور مذہبی مرکز میں قیام کا فیصلہ نہ صرف خواجہ صاحب قدس سرہٗ العزیز کے عزائم کی ترجمانی کرتا ہے بلکہ ان کی غیر معمولی خود مختاری کا بھی آئینہ دار ہے

دسویں محرم ۵۶۱ھ

اجمیر شریف میں حضرت کی تشریف آوری:

سنہ کو آپ اجمیر میں فروکش ہوئے اور یہیں آخر وقت تک قیام رہا اس زمانہ میں اجمیر اور دہلی کا حاکم مشہور راجپوت پتھورا تھا اس کے حکام نے حضرت کے قیام کی بڑی مخالفت کی بڑی مزاحمت کی۔ اور جب وہ خود ان کے مقابلہ میں بے بس اور لاچار ہوئے تو ہندو جوگیوں کو اپنے جادو سے حضرت خواجہ صاحبؒ کو مغلوب کرنے کے لئے مامور کیا ایک ہندو جوگی جے پال سے حضرت خواجہ کے معرکے ہوئے لیکن آپ

اپنی روحانی قوت اور کرامت سے اس پہ غالب رہے جوگی نے حضرت کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ آپ نے جے پال کا اسلامی نام عبداللہ رکھا اور خلافت بھی مرحمت فرمائی آپ کے رشد و ہدایت کا سلسلہ برابر جاری رہا تھوڑے ہی دنوں میں آپ کی تعلیم سے راجہ پتھورا کے ملازمین بھی مشرف بہ اسلام ہونے لگے

آپ کی کرامات:-

(۱) اجمیر شریف پہونچنے کے بعد حضرت نے آبادی کے باہر ایک درخت کے نیچے قیام فرمایا یہ وہ جگہ تھی جہاں راجہ کے اونٹ باندھے جاتے تھے۔ رات کے وقت جب راجہ کے اونٹ آئے تو ملازمین شاہی نے حضرت سے کہا کہ یہ جگہ راجہ کے اونٹوں کے لئے ہے یہاں آپکو قیام نہیں کرنا چاہئے آپ نے فرمایا اچھا بھائی ہم یہاں سے اٹھے جاتے ہیں تمہارے اونٹ شوق سے یہاں بیٹھیں یہ فرما کر حضرت یہاں سے اٹھ کر تالاب آناساگر کے کنارے چلے گئے جہاں بہت سے مندر تھے اور وہاں قیام فرمایا لیکن صبح کو جب ساربانوں نے اونٹوں کو اٹھانا چاہا تو وہ یہ دیکھکر حیران رہ گیا کہ اونٹوں کے جسم زمین سے چپک گئے ہیں اس کے بعد ساربانوں نے آپ سے معافی مانگی آپ نے فرمایا جاؤ تمہارے اونٹوں کیلئے اٹھنے کا حکم ہو گیا ہے چنانچہ جب ساربان اونٹوں کے پاس آئے تو دیکھا کہ سب اونٹ کھڑے ہوئے تھے۔ (۲) آناساگر چونکہ ایک ایسا مقام تھا جہاں بہت سے مندر تھے اس لئے آناساگر کے قریب قیام کرنے کی وجہ سے غیر مسلموں میں ناگواری پیدا ہوگئی اور یہ ناگواری اس لئے اور بڑھ گئی کہ حضرت کے ساتھیوں نے حوض تپلہ کے کنارے بیٹھ کر وضو کرنا شروع کر دیا تھا کیونکہ برہمن جن کا عقیدہ تھا کہ مسلمانوں کے ہاتھ لگنے سے حوض کا پانی ناپاک ہو جاتا ہے انہوں نے وضو کے معاملہ میں حضرت کے ساتھ سختی کا برتاؤ کیا خدام حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور برہمنوں کے ناروا سلوک کا ذکر کیا تو حضرت کو سخت ناگواری ہوئی

پڑی۔ آپ نے عالم غیظ میں حکم دیا کہ آنا ساگر سے پانی ایک پیالہ لاؤ۔ پیالے کا بھرنا تھا کہ آنا ساگر اور حوض نیلہ دونوں خشک ہو گئے۔

(۳) ان تمام کرامات کو دیکھتے ہوئے راجا اپنی شرارتوں سے باز نہ آیا اور آپکو اجمیر سے نکال دینے کی دھمکی دی لیکن آپ نے دھمکی پر طرف یہ ارشاد فرمایا۔

"پتھورا کو زندہ مسلمانوں کے حوالے کر دیا" یہ پیشین گوئی درست ثابت ہوئی۔ سلطان شہاب الدین غوری نے پتھورا کے خلاف ۵۸۷ھ میں دو حملے کئے۔ اور آخری حملے میں پتھورا گرفتار ہو کر مارا گیا۔ شہاب الدین غوری خراسان میں تھا کہ اس نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ حضرت خواجہ فرما رہے ہیں کہ خدا نے تعالیٰ تم کو ہندوستان عنایت کرنیوالا ہے تم اس ملک کی طرف روانہ ہو جاؤ اسی خواب کے بعد اس نے ہندوستان پر فتح کشی کی۔

آپ کے تجدیدی کارنامے

آپ سے پہلے ہندوستان کی جو حالت تھی اس کا اجمالی تذکرہ اوپر گزر چکا ہے اس سے ناظرین کو بخوبی معلوم ہو گیا ہوگا کہ آپ کی تشریف آوری سے قبل ہندوستان کی کیا حالت تھی لیکن آپکی تشریف آوری کے بعد آپکے فیوض و برکات سے ہندوستان اسلام کے نور سے منور ہو گیا آپ کی آمد سے قبل ہندوستان کے مسلمان نہایت قلیل تعداد میں تھے اور ان کی سیاسی حیثیت بھی کچھ نہ تھی لیکن آپکی تشریف آوری کے بعد مسلمانوں کی تعداد روز بروز بڑھنے لگی اور سلطان غوری کی فوج کشی کے بعد تو مسلمان کی سیاسی حیثیت بھی نمایاں ہو گئی اگرچہ حضرت خواجہ صاحب ہندوستان میں تشریف نہ لاتے اور اپنے فیوض و برکات سے اسلام کی نورانی شمع فروزاں نہ کرتے تو شاید آج سے کئی سو سال پہلے مسلمانوں کا نام ہندوستان سے مٹ چکا ہوتا۔ اسلئے آپ کے احسانات سے کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا اور نہ آپکے تجدیدی کارناموں کو کوئی فراموش کر سکتا ہے

اس کے علاوہ آپ نے چھوت چھات کے اس بھیانک ماحول میں اسلام کا نظریہ توحید عملی حیثیت سے پیش کیا۔ اور بتایا کہ یہ صرف ایک تخیل چیز نہیں ہے، بلکہ زندگی ایک ایسا اصول ہے جس کو تسلیم کرنے سے ذات پات کی سب تفریق بے معنی ہو جاتی ہے یہ ایک زبردست دینی اور سماجی انقلاب کا اعلان تھا ہندوستان کے بسنے والے ہزاروں مظلوم انسان اس علاج کے ذریعے دوبارہ زندگی کا کیف محسوس کرنے لگے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے مقدس صحابہ کرام نے اسلام کی تبلیغ کو اپنا سب سے بڑا مقصد حیات بنایا تھا اور اسی وجہ سے نہایت قلیل عرصہ میں اسلام دنیا کے کونے کونے میں پھیل گیا حضرت خواجہ صاحب قدس سرہٗ العزیز نے اسی سنت نبویہ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر عمل کرتے ہوئے اپنا مقصد بھی تبلیغ اسلام بنایا اور آپ اس مقصد میں کامیاب رہے خزینۃ الاصفیاء میں ہے۔

ہزاروں چھوٹے بڑے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہوتے تھے۔ یہاں تک کہ چراغ اسلام آپ ہی کے طفیل سے روشن ہوا صاحب سیر الاولیاء کا بیان ہے۔

جو شخص ان شہروں میں اسلام کے شرف سے ممتاز و معزز ہوا ان کی اولاد بھی نسلاً بعد نسل قیامت کے زمانہ تک مسلمان رہے گی اور جن لوگوں کو تیغ اسلام کی بدولت دارالحرب سے نکال کر دارالاسلام میں لایا جائے گا ان سب کا ثواب قیامت تک شیخ الاسلام حضرت خواجہ معین الدین کے دفتر اعمال میں درج ہوگا اور جو لوگ آپ کی متابعت کریں گے وہ اس متابعت کی وجہ سے آپ کے باجاہ و جلال دربار میں ہمیشہ آپ سے واصل رہیں گے۔ ان ہی تجدیدی کارناموں کی وجہ سے ہندوستان کے صوفیائے کرام میں خواجہ

صاحب کا رتبہ سب سے بلند ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے آپ کو قطب المشائخین کے لقب کی بشارت ملی۔

خواجہ بختیار کاکی رحمتہ اللہ علیہ نے آپ کو ملک المشائخ، سلطان السالکین قطب الاولیا شمس الفقراء کے لقب سے یاد کیا۔

میر خورد نے آپ کو نائب رسول اللہ فی الہند کہا۔

آپ کے اخلاق و عادات

محبت رسولؐ تمام عمر عشق الٰہی میں وارفتہ رہنے کے ساتھ ساتھ محبت رسولؐ کے نشہ میں بھی ڈوبے رہے۔ اپنے ملفوظات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر بہت ہی والہانہ انداز میں فرماتے تھے اور اکثر احادیث بیان فرما کر رونے لگتے تھے اور آپکی احادیث پر عمل کرنے کی تاکید فرماتے ایک جگہ ملفوظات میں فرمایا کہ افسوس ہے اس شخص پر جو قیامت کے دن آپ سے شرمندہ ہوگا اس کی جگہ کہاں ہوگی جو آپ سے شرمندہ ہوگا یہ فرما چکے تو آپ پر گریہ طاری ہو گیا۔ اور بہت دیر تک رہا۔

مجاہدہ رات کو بہت کم آرام فرماتے اکثر عشاء کے وضو سے فجر کی نماز ادا کرتے تھے۔ کلام پاک ایک بار دن میں اور ایک بار رات میں ختم کرتے مجاہدہ کے ابتدائی دور میں جب کسی شہر میں وارد ہوتے تو قبرستان میں قیام فرماتے مگر جب لوگوں کو آپ کی خبر ہو جاتی تو چپ چاپ کسی اور شہر کی طرف روانہ ہو جاتے

حلم و عفو آپ ہمیشہ بردباری اور درگزر سے کام لیتے ایک بار ایک شخص آپ کو قتل کرنے کے ارادہ سے آیا حضرت کو اس کا علم نور باطن سے ہو گیا لیکن وہ شخص جب نزدیک آیا تو بہت ہی اخلاق سے پیش آئے اور اپنے پاس بٹھا کر فرمایا کہ جس ارادہ سے آئے ہو اس کو پورا کرو یہ سنتے ہی وہ شخص

سامنے لگا۔ اور عاجزی سے بولا کہ مجھ کو لالچ دے کر آپ کو ہلاک کرنے کیلئے
بھیجا گیا تھا۔ یہ کہہ کر بغل سے چھری نکالی اور سامنے ڈالدی پھر قدم مبارک
پر گر کر کہنے لگا کہ آپ مجھکو اس کی سزا دیجئے بلکہ میرا کام ہی تمام کر دیجئے حضرت
خواجہ صاحب نے فرمایا کہ ہم درویشوں کا شیوہ ہے کہ ہم سے کوئی بدی بھی کرتا ہے
تو اس کے ساتھ ہی ہم نیکی سے پیش آتے ہیں اور اس کو بھی اپنا بھائی سمجھتے ہیں تم نے
تو میرے ساتھ کوئی برائی نہیں کی۔ یہ کہکر اس کیلئے دعائیں کیں وہ شخص بہت
متاثر ہوا اور حضرت کی خدمت میں رہنے لگا اور آپ کی دعاؤں کی برکت
سے اس کو ۴۵ بار حج کی سعادت نصیب ہوئی اور اسی مقدس سرزمین میں مدفون
ہوا۔

مریدوں سے محبت حضرت کو اپنے خلفاء و متوسلین سے بے انتہا محبت تھی خانہ کعبہ میں خداوند تعالیٰ سے دعا کی تھی کہ قیامت تک سلسلہ چشتیہ قائم رہے چنانچہ یہ سلسلہ اب تک بحمداللہ قائم ہے اور انشاء اللہ قائم رہیگا۔

فیاضی فقر و درویشی کے باوجود آپکی خانقاہ میں فیاضیوں کا دور دورہ رہتا تھا مطبخ میں روزانہ اتنا کھانا پکتا تھا کہ تمام غرباء و مساکین شکم سیر ہو جاتے تھے۔

حقوق ہمسایہ پڑوسیوں میں کسی کا انتقال ہو جاتا تو جنازے کے ہمراہ ضرور تشریف لیجاتے تھے نماز جنازہ اور تدفین کے بعد جب تمام لوگ واپس ہو جاتے تو تنہا اس کی قبر پر بیٹھے رہتے اور دعائیں پڑھتے رہتے ایک بار ایک ہمسایہ کا انتقال ہوا تو حسب معمول جنازہ کے ساتھ گئے حضرت قطب الدین بھی ساتھ تھے جب تمام لوگ لوٹ گئے تو آپ ہمسایہ کی قبر پر بیٹھ گئے حضرت خواجہ قطب الدین فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ آپ کے چہرہ مبارک کا رنگ یکایک متغیر ہو کر زرد ہو گیا پھر اسی وقت اصلی رنگ پر

آگیا۔ اور آپ خدا کا شکر کرتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے حضرت قطب الدین کے چہرے کے رنگ کے تغیر کی وجہ پوچھی تو فرمایا قبر میں عذاب کے فرشتے آ گئے تھے لیکن پھر رحمت الٰہی نازل ہوئی اور اس کو عذاب قبر سے بچا لیا گیا۔

لباس و غذا

حضرت کے فقیرانہ لباس میں دوہرا تحیہ ہوتا تھا اگر وہ پھٹ جاتا تو جس رنگ کا بھی کپڑا مل جاتا اسی کا پیوند لگا لیا کرتے تھے چنانچہ آپ کے لباس میں ایک ہی وقت میں تیس چالیس مختلف رنگ کے پیوند لگے دیکھے گئے کھانا بہت کم تناول فرماتے ریاضت و مجاہدات کے ابتدائی زمانہ میں لگاتار سات سات دن تک روزے رکھتے اور صرف ایک چھٹانک آٹے کی ٹکیہ سے روزہ افطار کرتے برابر صائم الدہر رہتے۔ سفر میں تیر کمان نمکدان اور چقماق ساتھ رکھتے اور شکار کے کباب سے روزہ افطار فرماتے تھے

حضرت کی ازواج عالیہ و اولاد

حضرت نے اجمیر کے قیام کے زمانہ میں دو شادیاں کیں جن میں ایک تو حاکم اجمیر کی دختر نیک اختر عصمت اللہ بی بی تھیں اور دوسری کسی ہندو راجہ کی لڑکی بی بی امۃ اللہ تھیں جو مشرف باسلام ہو گئی تھیں حضرت کی اولاد میں تین لڑکے حضرت سید فخر الدین حضرت سید ضیاء الدین ابو سعید اور حضرت سید حسام الدین تھے اور ایک دختر نیک اختر بی بی حافظ جمال تھیں حضرت خواجہ صاحب نے سید فخر الدین اور بی بی حافظ جمال کو خلافت بھی دی بی بی حافظ جمال عورتوں کو روحانی تعلیم بھی دیا کرتی تھیں۔ حضرت ازدواجی زندگی میں کس عمر میں داخل ہوئے اس کے بارے میں تذکرہ نویسوں کا اختلاف ہے بعض تذکرہ نویسوں کے بیان کے مطابق آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے بعد ۹۰ سال کی عمر میں شادی کی تھی اور بعض کا کہنا ہے کہ آپ ۵۹ سال کی عمر میں ازدواجی زندگی میں داخل ہوئے تھے۔

حضرت خواجہ بزرگ رح کی وفات

سیر الاقطاب میں ہے کہ وفات کے دن عشا کی نماز پڑھ کر اپنے حجرہ کا دروازہ بند کر لیا حجرہ کے باہر خانقاہ کے رہنے والوں کے کانوں میں ایسی آواز آتی تھی جیسے کوئی پاؤں سے ٹپک رہا ہو ان کو خیال ہوا کہ حضرت پر وجد کا عالم طاری ہے آخر شب میں یہ آواز بند ہو گئی فجر کی نماز کا وقت آیا تو دروازہ پر دستک دی گئی لیکن اندر سے کوئی آواز نہیں آئی جب دروازہ کھولا گیا تو لوگوں نے دیکھا کہ آپ واصل الحق ہو چکے ہیں تاریخ وفات روز دوشنبہ ۶ رجب المرجب ۶۳۲ ھ ہے وفات کے وقت آپکی عمر مبارک کیا تھی تذکرہ نویسوں کا اختلاف ہے بعض نے ۹۷ اور بعض نے ۱۰۰ اور بعض نے ۱۰۴ بتلائی ہے۔

سیر الاولیاء میں ہے :۔
منقول ہے کہ جب جس شب کہ شیخ الاسلام معین الدین حسن سنجری قدس سرہٗ العزیز انتقال کرنے کو تھے اس رات کو چند بزرگوں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ فرما رہے ہیں خدا کا دوست معین الدین حسن سنجری آنے کو ہے اسکے لئے ہم اس کے استقبال کے لئے آئے ہیں جب خواجہ رح نے انتقال کیا تو آپ کی پیشانی پر لوگوں نے یہ الفاظ لکھے دیکھے حبیب اللہ مات فی حب اللہ۔
یعنی خدا کا دوست خدا کی محبت میں فنا ہو گیا۔

آپکا روضۂ اقدس اجمیر شریف میں زیارت گاہ خاص و عام ہے ہر وقت روضہ مبارک پر میلہ لگا رہتا ہے اس روضۂ مبارک کو سب سے پہلے خواجہ حسین ناگوری نے تعمیر کرایا پھر شاہان وقت ، و عقیدتمند اس میں مزید عمارتوں کا اضافہ کرتے رہے

بادشاہوں کا خراج عقیدت :۔

ہر دور میں ہندوستان کے مسلم بادشاہوں کو حضرت سے غیر معمولی عقیدت رہی ۔ سلطان التمش کو بزرگان چشت سے غیر معمولی عقیدت اور روحانی تعلق تھا اس کی تفصیل آپ کو

حضرت زکریا ملتانی اور دیگر حضرات کے تذکرے بھی تفصیل سے ملتی مالوہ کے سلطان محمود خلجی نے راجپوتوں کے خلاف فوج کشی کی تو حضرت کے مزار مبارک پر پہلے حاضری دی اس کے بعد میدان جنگ کی طرف رخ کیا۔ اور جب اس کو فتح ہوئی تو مزار کے قریب ایک خوبصورت مسجد بنوائی جو اب صندل خانہ کے نام سے موسوم ہے اس کے علاوہ مزار کی اور عمارتیں بھی اس نے تعمیر کرائیں۔

اکبر کو بھی حضرت سے بے انتہا محبت تھی اور جب شہزادہ سلیم پیدا ہوا تو اکبر خوشی میں آگرہ سے اجمیر تک پا پیادہ گیا راستہ میں روپے اور اشرفیاں لٹاتا ہوا اجمیر شریف پہونچا۔ اور وہاں شاہانہ طریقہ پر خیرات تقسیم کی ایک مسجد بنوائی جہانگیر اپنے آٹھویں سال جلوس میں اجمیر شریف گیا جب روضہ نظر آنے لگا تو ایک کوس پہلے ہی سے پا پیادہ ہوگیا تھا اور راستہ کے دونوں طرف معتقدوں کو مقرر کیا کہ فقراء کو اور ضرورت مندوں کو روپے دیتے ہوئے آگے بڑھیں زیارت کرنے کے بعد دوسرے دن اس نے حکم دیا کہ شہر کے ہر چھوٹے بڑے کو انعام دیکر خوش کیا جائے اس کے علاوہ جہانگیر نے ۱۰۲۵ھ میں ایک لاکھ دس ہزار روپے خرچ کر کے مزار مبارک کے گرد ایک طلائی احاطہ تیار کرایا تھا جو اب نہیں ہے جہانگیر کو اس قدر عقیدت تھی کہ وہ اس متبرک مقام میں تین سال تک مقیم رہا اپنی تزک میں اجمیر اور روضہ قدس کے واقعات نہایت والہانہ بیان کرتا ہے شاہ جہاں نے بھی حضرت خواجہ کے آستانہ پر کئی بار حاضری دی روضہ کے پاس سنگ مرمر کی مسجد اسی کی بنوائی ہوئی ہے عالمگیر بھی کئی بار روضہ کی زیارت کیلئے گیا وہ اپنے مستقر سے روضہ تک پا پیادہ جاتا تھا ایک بار پانچ ہزار روپے بھی بطور نذر پیش کیے۔

ان واقعات سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ ان بوریہ نشین درویشوں نے جو اپنے روحانی اثرات چھوڑے وہ خواص و عوام کے دل و دماغ پر یکساں غالب رہے۔

حضرت خواجہ رح کے ملفوظات :- آپ نے فرمایا کہ نماز او شریعت کے فرائض کا منکر کافر ہے صدقہ دینا ہزار رکعت پڑھنے سے بہتر ہے مومن کو گالی دینا اپنی ماں بہن سے زنا کرنا ہے ایسے شخص کی دعا سو دن تک قبول نہیں ہوتی پیشہ کرنے والا اللہ تعالیٰ کا دوست ہے لیکن جو شخص یہ عقیدہ رکھے کہ پیشہ ہی کے ذریعہ سے روزی ملتی ہے وہ کافر ہے کیونکہ رازق مطلق خدا ہے مصیبت میں چلانا نوحہ کرنا اور کپڑے پھاڑنا ستر مسلمانوں کا خون کرنے کے برابر ہے مومن وہ شخص ہے جو تین چیزوں کو دوست رکھتا ہے درویشی بیماری موت حاجت مندوں کی مدد کرنیوالا اللہ کا دوست ہے اگر کوئی شخص اور دوظائف میں مشغول ہو اور کوئی حاجت مند آجائے تو لازم ہے کہ وہ اس کو چھوڑ کر اس کی طرف متوجہ ہو اور اپنے مقدور کے مطابق اس کی حاجت پوری کرے افضل ترین زہد موت کو یاد کرنا ہے تین شخص بہشت کی بو تک نہ پائیں گے ایک جھوٹ بولنے والا درویش۔ دوسرا کنجوس تیسرا خیانت کرنے والا سوداگر۔ نماز کی اہمیت کے سلسلے میں فرمایا کہ نماز رکن دین ہے اور رکن ستون مترادف ہیں اگر ستون قائم رہے گا تو گھر کھڑا رہے گا اور جب ستون ہی گر جائیگا تو گھر گر پڑے گا۔ جس نے نماز میں خلل ڈالا اس نے اپنے دین اور اسلام کو خراب کیا۔

کلام پاک کی تلاوت کی بڑی فضیلت بتائی اور اس کو ایک بڑی عبادت قرار دیا اور فرمایا سلطان محمود غزنوی کو وفات کے بعد خواب میں دیکھا پوچھا خدا تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیا معاملہ کیا جواب دیا ایک رات میں کسی قصبہ میں مہمان تھا جس مکان میں میں ٹھیرا تھا وہاں طاق میں قرآن شریف کا ایک ورق رکھا ہوا تھا میں نے خیال کیا کہ یہاں ورق مصحف رکھا ہوا ہے سونا نہ چاہیئے پھر دل میں خیال آیا کہ ورق مصحف کو کہیں اور رکھوا دوں اور خود یہیں آرام کروں پھر سوچا کہ یہ بڑی بے ادبی ہوگی کہ اپنے آرام کی خاطر ورق مصحف کی جگہ تبدیل کر دوں۔ اس ورق کو دوسری

جگہ بھیجا اور تمام رات جا گتا رہا میں نے کلام پاک کے ساتھ جو ادب کیا اسی کے بدلے حق تعالیٰ نے مجھ کو بخش دیا۔

حضرت نے اہل سلوک کی منجملہ عبادتوں میں سے پانچ اور عبادتیں بتائی ہیں (۱) والدین کی خدمت (۲) کلام اللہ کی تلاوت (۳) علماء و مشائخ کی تعظیم (۴) خانہ کعبہ کی تعظیم اور زیارت اور (۵) پیر کی خدمت۔

حضرت کا ارشاد ہے کہ راہ سلوک میں چار گناہ کبیرہ ہیں (۱) گورستان میں قہقہہ لگانا (۲) گورستان میں کھانا پینا کیونکہ یہ عبرت کا مقام ہے (۳) مردم آزاری کرنا (۴) خدا کا نام لیکر لرزہ براندام نہ ہونا سالک کو ان گناہوں سے بچنا لازمی ہے۔

حضرت کا ارشاد ہے کہ عارف علم کے تمام رموز سے واقف رہتا ہے۔ اسرار الٰہی کے حقائق اور انوار الٰہی کے دقائق کو آشکار کرتا ہے عارف عشق میں گم جاتا ہے اور اٹھتے بیٹھتے سوتے جاگتے اسی کی قدرت کاملہ میں محو اور متحیر رہتا ہے اسی سلسلہ میں فرمایا ہے کہ عرفان میں ایک ایسی حالت پیدا ہوتی ہے کہ عارف ایک قدم بڑھا کر عرش سے حجاب عظمت اور حجاب عظمت سے حجاب کبریا تک پہونچ جاتا ہے اور دوسرے قدم میں واپس آجاتا ہے وہ خدا ہی جانتا ہے عارف دونوں جہان سے قطع تعلق کر کے یکتا ہو جاتا ہے اور جب یکتائی حاصل کر لیتا ہے تو وہ ہر چیز سے بیگانہ نظر آتا ہے عارف کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ اس میں صفات الٰہی کا ظہور ہو اور خدائے تعالیٰ سے عارف کی محبت کا کمال یہ ہے کہ وہ اپنے دو پر دل کے نور کو ظاہر کر دے اور کوئی شخص اس کے سامنے دعوے سے آئے تو اس کو اپنی کرامت سے ملزم ٹھیرائے عارف وہ ہے جو اپنے دل سے ساری باتیں نکال کر یگانہ ہو جائے عارف کا کمال یہ ہے کہ دوست کی

راہ میں اپنے آپ کو جلا کر خاک سیاہ کر دے۔

عارف کی مخصوصیات اس میں یہ ہے کہ وہ خاموش رہے اور غم و اندوہ میں ہو عارف دنیا کا دشمن اور خدا کا دوست ہوتا ہے اس کو دنیا کے شور اور ہنگامے کی کوئی خبر نہیں رہتی۔

عارف گریہ کرتا ہے لیکن جب اس کو قربت نصیب ہوتی ہے تو وہ گریہ بند کر دیتا ہے۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ حق تعالیٰ کے پہچاننے کی علامت یہ ہے کہ بندہ مخلوق سے ہمیشہ بجا کنارہ رہے اور معرفت میں سدا خاموش رہے آپ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ جب ہم ان جسمانی تعلقات سے باہر قدم رکھ کر نگاہ کرتے ہیں تو عاشق اور معشوق کو ایک ہی چیز پاتے ہیں یعنی عالم توحید میں یہ تینوں باتیں ایک ہیں۔

آپ نے یہ بھی فرمایا کہ مرید فقر کے نام کا اسی وقت مستحق ہوتا ہے جبکہ عالم فانی میں بقا کی دولت سے مالا مال ہو جاتا ہے۔

ایک مرتبہ لوگوں نے آپ سے دریافت کیا کہ مرید کب ثبات و استقلال کے ساتھ موصوف ہوتا ہے فرمایا جبکہ فرشتہ کامل بیس سال تک اس کے دفتر اعمال میں گناہ نہ لکھے آپ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ بدبختی کی علامت یہ ہے کہ آدمی معصیت میں آلودہ رہے پھر بھی اس بات کا امیدوار رہے کہ میں دربار خداوندی میں نگاہ لطف سے دیکھا جاؤں گا۔

آپ کا ارشاد ہے کہ قیامت کے دن حق تعالیٰ فرشتوں کو حکم دے گا کہ دوزخ کو سلگاؤ جب وہ سلگانا شروع کریں گے تو دوزخ ایک ایسا سانس لے گا جس سے تمام محشر غبار آلود اور دھواں دھار ہو جائے گا لوگوں کا دم گھٹنے لگے گا اور سخت مصیبت کا سامنا کرنا پڑے گا لہٰذا جو شخص اس سخت دوزخ کی مصیبت سے محفوظ رہنا چاہیے اس کو چاہیے کہ ایک ایسی عبادت کرے

جو تمام عبادتوں سے بہتر و افضل ہے حاضرین نے دریافت کیا کہ وہ کون سی طاعت ہے ۔ فرمایا مظلوموں اور عاجزوں کی فریاد رسی کرنا ضعیفوں اور لاچاروں کی حاجت روائی کرنا بھوکوں کا پیٹ بھرنا ۔

آپ کا ارشاد ہے جس شخص میں ذیل کی تین خصلتیں جمع ہو جائیں تو یوں سمجھنا چاہیے کہ خداوند تعالیٰ اس کو دوست رکھتا ہے ایک دریا جیسی سخاوت دوسرے آفتاب کی سی شفقت تیسرے زمین کی مانند تواضع

آپ یہ بھی فرماتے تھے کہ جس نے جو نعمت پائی سخاوت کی وجہ سے پائی اور گذشتہ لوگوں نے جو مرتبہ و کرامت حاصل کی باطن کی صفائی سے حاصل کی یہ بھی فرماتے تھے کہ حقیقت میں متوکل وہ ہے جو اپنے رنج و محنت کو خلق سے وابستہ نہ جانے ۔

آپ ارشاد فرماتے ہیں کہ دو چیزوں کی وجہ سے انسان کو قرار و استقامت حاصل ہوتی ہے ۔

(۱) ادب عبودیت کی وجہ سے

(۲) حق تعالیٰ کی تعظیم و توقیر کی وجہ سے

حضرت شیخ ابوالحسن علی ہجویری رح

ابوالحسن کنیت اور علی نام ہے۔ علاقہ غزنی کا ایک گاؤں۔ نام و نسب ہجویری ہے جہاں آپ کی ولادت باسعادت ہوئی اسلئے آپ ہجویری کہلائے آخر زندگی میں لاہور تشریف لائے اور یہیں مقام پذیر ہوئے اس سے لاہوری بھی مشہور ہوگئے آپ کا سال ولادت ۴۰۰ھ ہے تذکرہ نویسوں نے لکھا ہے آپ کا شجرہ نسب اس طرح حضرت سیدنا علی رض سے جا کر ملتا ہے۔ علی بن سید عثمان بن سید علی بن سید عبدالرحمن بن شاہ شجاع بن ابوالحسن علی بن حسن اصغر بن سید زید شہید بن امام حسن بن علی مرتضی رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین۔

تعلیم: آپکی علمی استعداد کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ آپ اپنے زمانے کے صف اول کے علماء میں شمار ہوتے تھے آپ کی تصانیف جن کی تفصیل آئندہ ملے گی وہ آپکے علم پر شاہد ہیں اپنے زمانے کے بڑے بڑے علماء سے علوم کی تکمیل فرمائی آپکے اساتذہ میں ابوالعباس بن محمد الاشقانی ابوجعفر

محمد بن المصباح شیخ ابوالقاسم عبدالکریم القشیری شیخ ابوالقاسم بن علی الگرگانی
خواجہ ابواحمد المظفر ابوسعید فضل اللہ رحمہم اللہ تعالیٰ ہیں جو اپنے عہد کے
جید علمائے حق میں تھے۔

تعلیم طریقت :- باطنی و روحانی تعلیم ابوالفضل محمد بن الحسن ختلی سے
پائی جن کا تعلق جنیدیہ سلسلے سے تھا اپنے شیخ کا حال اپنی کتاب کشف المحجوب میں
ذیل کے الفاظ میں بیان فرماتے ہیں۔ وہ طریقے کی زینت اور عابدوں کے شیخ
تھے میری تعلیم طریقت ان ہی سے ہوئی علم و تفسیر روایات کے عالم تھے اور سلسلہ
جنیدیہ کے پابند اور حصری کے مرید تھے۔ ۶۰ سال تک گمنامی کی حالت میں گوشہ
نشین ہو کر لوگوں سے دور رہے قیام زیادہ تر پہاڑ میں رہتا تھا اچھی عمر پائی لباس
ظاہر صوفیوں کا نہ تھا ظاہری رسم کی پابندی کرنے والوں کی مخالفت شدت
سے کرتے تھے۔ ان سے زیادہ کسی کو میں نے پُر رعب نہیں دیکھا جس روز آپ کی
وفات ہوئی آپ بیت الجن میں تھے یہ گاؤں ایک گھاٹی پر دمشق اور بانیاس کے
درمیان ہے اس وقت آپ کا سر میری گود میں تھا میرے دل کو اس وقت بڑی
تکلیف ہو رہی تھی آپ نے مجھ سے کہا اے بیٹے! اعتقاد کا مسئلہ تم کو بتاتا ہوں
اگر تم اپنے کو اس کے مطابق درست کر لو تو تمام مصائب و تکالیف سے تم کو رہائی
ہو جائے تم کو معلوم ہونا چاہیئے کہ خدا ہر جگہ اور ہر وقت اچھوں اور بروں کو
پیدا کرتا ہے مگر اس کے فعل سے دشمنی نہیں کرنا چاہیئے یہ کہہ کر وصیت کی اور
جان کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا۔

سیاحت :- روحانی کمال کے حصول اور کسب فیوض و برکات کیلئے
تمام اسلامی ممالک شام عراق بغداد و پارس آذربائیجان طبرستان کرمان
خراسان ماوراء النہر اور ترکستان وغیرہ کا سفر کیا اور ہر سفر میں صوفیائے

کرام کی صحبتوں سے مستفید ہوئے خراسان میں آپ تین سو مشائخ سے ملے ہیں جن میں شیخ محمد زکی بن العلا شیخ الشیوخ ابوالحسن بن سالبہ شیخ ابوالقاسم بن شہریار شیخ ابوطاہر کمتر مقابل ذکر ہیں سفر کا ایک واقعہ خود ہی بیان کرتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ شیخ ابو یزید رحمتہ کے مزار پر تین مہینے تک حاضر رہا ہر روز غسل اور سو وضو کر کے بیٹھتا تھا مگر وہ کشف حاصل نہ ہوا جو ایک بار وہیں حاصل کر چکا ہے آخر میں خراسان کی طرف چلا گیا۔ ایک گاؤں میں پہونچا تو ایک خانقاہ میں متصوفین کی ایک جماعت نظر آئی میں اس جماعت کی نظر میں بہت ہی کمتر معلوم ہوا ان میں سے کچھ لوگوں نے کہا کہ یہ ہم میں سے نہیں ہیں یہ تو عام لوگوں میں سے ہے انہوں نے مجھے کھانے کے لئے کوٹھا دیا اور وہ خود اوپچے کوٹھے پر ٹھہرے کھانے کے وقت مجھکو تو سوکھی روٹی دی اور خود اچھا کھانا کھایا کھانے کے بعد تربوز کے چھلکے میرے سر پر پھینکتے تھے اور طنز کی باتیں کرتے تھے مگر وہ جتنا زیادہ طنز کرتے تھے اتنا ہی میرا دل خوش ہوتا تھا یہاں تک کہ ذلت اٹھاتے اٹھاتے وہ کشف حاصل ہو گیا جو اس سے پہلے نہ ہوا تھا

ایک اور واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ شام میں حضرت بلال موذن کے روضہ پر سرہانے سو رہا تھا کہ خواب میں دیکھا کہ مکہ معظمہ میں ہوں اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اندر داخل ہوئے حضور ایک بوڑھے آدمی کو بچے کی طرح گود میں لئے ہوئے ہیں میں نے آگے بڑھکر قدم چومے اور حیران تھا کہ گود میں یہ بوڑھا شخص کون ہے؟ آپ کو میرے دل کا حال معلوم ہو گیا فرمایا یہ تیرا امام ہے یعنی امام ابو حنیفہ رح اس سے مجھ پر منکشف ہوا کہ امام ابو حنیفہ کو مادی طور سے فانی ہو چکے ہیں مگر احکام شرعی کیلئے باقی ہیں اور امام ابو حنیفہ کے حامل حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اپنی سیاحت کے متعلق فرماتے ہیں کہ وہ چالیس سال تک مسلسل سفر میں رہے لیکن کبھی جماعت کی نماز قضا نہیں کی اور ہر جمعہ کو نماز کیلئے کسی قصبہ میں قیام کرتے

آپ کے دیگر احوال و کوائف

آپ نے اپنے مرشد کے احوال مبارکہ میں بیان کیا تھا کہ وہ صوفیوں کی ظاہری رسوم داشغال کو ناپسند فرماتے تھے پیر و مرشد کی طرح آپ بھی ان میں ظاہری رسوم سے نفرت کرتے تھے ان ظاہری رسوم کو معصیت و ریا کہتے ہیں اور ان کی صحبت کو تہمت کا مقام دیتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ احادیث جن میں تہمت کے مقام سے بچنے کی آپ نے تعلیم فرمائی ہے اس سلسلے میں یہ سلسلہ استدلال میں پیش کی ہیں

تعلقات زناشوئی سے پاک سے ایک سال تک کسی سے غائبانہ عشق رہا مگر جب اس میں زیادتی پیدا ہونے لگی اور قریب تھا کہ دین تباہ ہو جائے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے کمال لطف سے اس عشق مجازی کے فتنہ سے بچا لیا۔

لاہور میں آپ کی تشریف آوری

شیخ حسین زنجانی اور شیخ علی ابوالحسن ہجویری دونوں ایک ہی پیر کے مرید تھے اور ان کے پیر اپنے عہد کے قطب تھے۔ حسین زنجانی عرصہ سے لاہور میں سکونت پذیر تھے اور گم گشتگان راہ حق کو تعلیم و فیوض سے بہرہ مند فرماتے تھے کچھ دنوں کے بعد شیخ ابوالحسن علی ہجویری کے پیر و مرشد نے اپنے مرید کو حکم دیا۔ لاہور جاکر قیام کرو۔ اور ہندوستان سے کفر و بے دینی کو ختم کرو" شیخ نے عرض کیا کہ وہاں شیخ زنجانی موجود ہیں۔ لیکن حکم فرمایا کہ لاہور جاؤ تاخیر نہ کرو۔ جب شیخ لاہور تشریف لائے تو رات تھی صبح کو دیکھا کہ شیخ حسین کا جنازہ جارہا تھا۔

آپ پہلی مرتبہ ہندوستان تشریف لائے اور کچھ دن قیام کرکے پھر واپس اپنے مرشد کے پاس چلے گئے اور ان کی وفات تک وہیں مقیم رہے جیسا کہ پہلے ذکر کیا جاچکا ہے کہ مرشد کی وفات کے وقت ان کا سر آپ کے زانو پر تھا۔ مرشد کی وفات کے بعد آپ ۴۳۱ھ میں پھر ہندوستان تشریف لائے - اور

لاہور میں قیام فرمایا۔ حضرت علی لاہور کے قیام سے خوش نہ تھے چنانچہ ایک جگہ خود فرماتے ہیں میں لاہور میں ناجنسوں کی صحبت میں گرفتار رہوں۔

آپ کی خدمات جلیلہ:- آپ نے اس نازک زمانہ میں ہندوستان کو اپنی روحانی تجلیوں اور فیوض سے معمور رکھا آپ حضرت خواجہ معین الدین چشتی کی آمد سے بھی قبل ہند آچکے تھے ظاہر ہے اس وقت ہندوستان کی حالت کیا ہوگی لیکن آپ نے ان حوصلہ شکن حالات میں اسلام کا ابدی پیغام پیاسی روحوں تک پہنچایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین کی تبلیغ و اشاعت کی۔

آپ کی عظمت کا اندازہ اس سے لگتا ہے کہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی نے آپ کے مزار پرانوار پر چلہ کیا اور جب مدت ختم کر کے رخصت ہونے لگے تو یہ شعر پڑھا ؎

گنج بخش ہر دو عالم مظہر نور خدا
کاملاں را پیر کامل ناقصاں را رہنما

اقلیم روحانیت کے شاہ حضرت خواجہ معین الدین جیسے بزرگ جس کے مزار مبارک پر چلہ فرمائیں اور جس کی شان میں مندرجہ بالا شعر فرمائیں اس کا رتبہ کیا ہوگا اس کا اندازہ خود کیجیے تذکرہ نگاروں کا بیان ہے کہ گنج بخش کی شہرت کا سبب یہی ہے عوام میں داتا گنج بخش کے نام سے بھی مشہور ہوئے۔

حضرت فرید الدین گنج شکر نے بھی آپ کے مزار پر چلہ کشی کی تھی جو آپ کے اعلیٰ روحانی کمال کی دلیل ہے۔

تصانیف آپ ایک صاحبِ تصنیف بزرگ ہیں اب تک آپکی تصانیف حسبِ ذیل کتابوں کے نام ملتے ہیں۔

(۱) کشف المحجوب (۲) منہاج الدین (۳) کتاب الفناء والبقاء (۴) اسرار الخرق والمؤنات (۵) کتاب البیان لاہل العیان (۶) بحر القلوب (۷) الرعایہ بحقوق اللہ۔

لیکن ان کتابوں میں سے سوائے اول الذکر کتاب کے کسی کا پتہ نہیں کشف المحجوب ہر زمانہ میں تصوف پر ایک بے نظیر کتاب سمجھی گئی اور اس لئے صدہا السالکوں نے فائدہ اٹھایا اولیائے کرام نے اس کتاب کے پڑھنے کی تلقین کی حضرت نظام الدین اولیا کا ارشاد ہے کہ جس کا کوئی مرشد نہ ہو اس کو کشف المحجوب کے مطالعہ کی برکت سے مل جائیگا حضرت شرف الدین یحییٰ منیری اپنے مکتوبات میں جابجا اس کا ذکر فرماتے ہیں اور اس کو پڑھنے کی تلقین کرتے ہیں

ملا جامیؒ فرماتے ہیں۔

"کشف المحجوب فن تصوف کی معتبر کتابوں میں سے ہے تمام لطائف اور حقائق کو اس کتاب میں جمع کر دیا گیا ہے"

داراشکوہ نے ایک جگہ تحریر کیا ہے۔

"حضرت علی ہجویری رح کی بکثرت تصانیف ہیں۔ کشف المحجوب مشہور و معروف ہے کسی کو اس پر کلام نہیں کہ یہ کتاب ایک مرشد کامل ہے اور فارسی میں اس سے بہتر کوئی کتاب ابتک تصنیف نہیں کی گئی۔"

غرضیکہ عربی میں رسالہ قشیریہ کو جو مقام حاصل ہے وہی مقام فارسی میں کشف المحجوب کو حاصل ہے اس کتاب کی جامعیت کا اندازہ اس سے لگائیے کہ اسلامی تصوف کے تمام پہلوؤں پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے اور کئی بحث

کو تشنہ نہیں چھوڑا۔

وفات:۔ دوسری مرتبہ جب لاہور تشریف لائے تو آخر زندگی تک لاہور ہی میں مقیم رہے ۴۶۵ھ میں وفات پائی آپ کا مزار مبارک جو وسط لاہور میں واقع ہے صدیوں سے مرجع خلائق ہے آج بھی آپ کے مزار پر انوار پر ایک میلہ سا لگا رہتا ہے اور جمعرات کو تو اس قدر ہجوم ہوتا ہے کہ انسانی سروں کا ایک سمندر لہراتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔

آپ کے ملفوظات کو آپکی تعلیمات علم کے سلسلے میں فرمایا کہ علم کی دو قسمیں ہیں (۱) علم خداوند تعالیٰ (۲) علم خلق۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بندوں کا علم بالکل ہیچ ہے وہ تمام موجودات اور معاملات کو تجلی جانتا ہے بندوں کا علم ایسا ہونا چاہیئے کہ ظاہر و باطن میں نفع بخش ہو۔ اس کی دو قسمیں ہیں (۱) اصولی یعنی ظاہر میں کلمہ شہادت پڑھنا اور باطن میں معرفت کی فکر کرنا (۲) فروعی یعنی ظاہر میں معاملہ کرنا اور باطن میں اس کے لئے صحیح نیت رکھنا۔

آپ کا ارشاد ہے کہ ظاہر بغیر باطن کے منافقت ہے اور باطن بغیر ظاہر کے گمراہی ہے علم باطن کو حقیقت کہا جاتا ہے اور علم ظاہر کو شریعت آپ کے نزدیک علم شریعت کے تین ارکان ہیں (۱) کتاب (۲) سنت (۳) اجماع سنت علم باطن کے بھی تین ارکان ہیں (۱) خداوند تعالیٰ کی ذات کا علم (۲) خداوند تعالیٰ کی صفات کا علم (۳) خداوند تعالیٰ کے افعال کا علم۔

فقر کے سلسلے میں فرمایا کہ ایک فقیر کا کمال یہ ہے کہ اگر دونوں جہان اس کے فقر کے ترازو میں رکھے جائیں تو وہ ایک بھر کے برابر نہ ہوں اور اس کی ایک سانس دونوں عالم میں نہ سما سکے۔

غنا کے متعلق فرمایا کہ غنا فقر سے افضل ہے کیوں کہ غنا خدا کی صفت ہے۔ فقر کی نسبت اس کی جانب جائز نہیں۔
تصوف کے متعلق فرمایا کہ اہل تصوف کی تین قسمیں ہیں (۱) صوفی جو اپنی ذات کو فنا کر کے خدا کی ذات میں دوام و بقا حاصل کرتا ہے۔ (۲) متصوف جو صوفی کے درجہ کو مجاہدہ اور ریاضت سے تلاش کرتا ہے (۳) متصوف جو شخص مال و منال اور جاہ و حشمت کے لیے اپنے کو مثل صوفی کے ظاہر کرتا ہے اور صوفی کی طرح ظاہری اعمال کرتا ہے لیکن حقیقت میں وہ تصوف سے کوسوں دور ہوتا ہے اور اس کو تصوف سے کوئی نسبت نہیں ہوتی ایک جگہ یہ حکیمانہ ارشاد فرمایا کہ خدا کو میں نے خدا ہی سے پہچانا اور خدا کے سوا کو اس کے نور سے پہچانا۔
ایک مقام پر ارشاد فرماتے ہیں کہ وہ معرفت پسندیدہ نہیں ہے جس میں یہ طاقت نہ ہو ان کے نزدیک معرفت شوق اور محبت کا نام ہے اور شوق و محبت کی علامت طاعت ہے۔ شوق اور محبت جس قدر زیادہ ہوتی جائے اسی قدر فرمان الٰہی کی تعظیم بڑھتی جائے گی اور عمل کی رغبت پیدا ہوتی۔
انبیاء علیہم السلام کی زندگیاں ہمارے لئے بہترین مثال ہیں۔
ارشاد فرماتے ہیں کہ ایمان کے بعد طہارت فرض ہے اس کی دو قسمیں ہیں (۱) طہارت ظاہر (۲) طہارت باطن طہارت ظاہر کے بغیر نماز درست نہیں طہارت باطن کے بغیر معرفت حاصل نہیں ہوتی طہارت باطن کا مطلب یہی ہے کہ اپنے کو امراض روحانی حسد، بغض، ریا ناشکری وغیرہ سے پاک کیا جائے۔

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رح

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار اوشی کاکی قدس سرہ العزیز

نام و نسب: قصبہ اوش میں پیدا ہوئے اوش ماوراء النہر کے علاقہ میں واقع ہے قطب الدین لقب اور بختیار نام ہے خواجہ کاکی کے نام سے مشہور ہیں آپ بھی اپنے پیرو مرشد کی حسینی سادات میں سے تھے سلسلہ نسب اس طرح چودہ پشتوں کے بعد حضرت امام حسین رض سے جا ملتا ہے

خواجہ قطب الدین بختیار اوشی بن سید کمال الدین بن سید موسیٰ بن سید احمد اوشی بن سید کمال الدین بن سید محمد بن سید احمد بن رضی الدین بن سید حسام الدین بن سید رشید الدین بن سید جعفر بن حضرت نقی الجواد بن علی موسیٰ رضا بن موسیٰ کاظم بن جعفر صادق بن محمد باقر بن زین العابدین بن امام حسین بن امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہم۔

ابتدائی تعلیم: آپ بچپن ہی میں سایہ پدری سے محروم ہو گئے تھے جس وقت آپ کے والد محترم کا انتقال ہوا آپ کی عمر

صرف ڈیڑھ سال تھی والدہ ماجدہ نے تعلیم و تربیت کا فرض انجام دیا
چونکہ آپ پیدائشی ولی تھے اور آپ کی کرامات کا ظہور ابتداء ہی سے
ہو گیا تھا اس لئے آپ کی والدہ ماجدہ نے جب آپ کے باطنی جوہر دیکھے
تو تعلیم کی فکر ہوئی چنانچہ جب حضرت پڑھنے کے قابل ہوئے تو ایک نیک اور
صالح بزرگ مولانا ابوالحفص کے پاس تعلیم کے لیے بھیجا آپ نے ان سے
ظاہری علوم کے علاوہ سلوک اور باطنی علوم کی تعلیم بھی حاصل کی ابتدائی عمر سے
ہی آپ کو ریاضت و مجاہدات کا شوق تھا جب آپ ریاضت و مجاہدات میں
مشغول رہنے لگے تھوڑے ہی عرصہ میں آپ علوم ظاہری اور آداب میں ماہر ہو گئے

حضرت خواجہ معین الدین چشتی رح سے بیعت

صاحب سیرالاولیاء کا بیان ہے کہ
آپنے ماہ رجب المرجب ۵۲۲ھ میں بغداد میں ابواللیث سمرقندی کی مسجد میں
شیخ شہاب الدین سہروردی اور شیخ اوحدالدین کرمانی اور شیخ معین الدین
سجزی رح کی بیعت سے مشرف ممتاز ہوئے اور آپ کے حلقہ ارادت میں داخل
ہوئے اور صاحب سیرالاقطاب کا بیان ہے کہ جب حضرت خواجہ معین الدین رح
قصبہ اوش میں پہنچے تو آپنے حضرت خواجہ سجزی سے شرف بیعت حاصل
کیا اور سترہ سال کی عمر میں خرقہ خلافت پایا۔

حضرت شیخ کی عبادت و ریاضت

حضرت سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ شیخ قطب الدین عبادت و ریاضت میں
مشغول رہا کرتے تھے سونا بالکل ترک کر دیا تھا یہاں تک کہ بستر راحت پر
کبھی کسی نے آپ کو آرام کرتے ہوئے نہیں دیکھا شروع زمانہ میں نیند
کے غلبہ کے بعد تھوڑی دیر سو لیتے تھے لیکن آخر عمر میں وہ بھی بیداری سے

بدل گیا تھا۔ اور اکثر زبان مبارک پر جاری ہوتا تھا کہ اگر کبھی میں سوجاتا ہوں تو سخت زحمت و تکلیف اٹھاتا ہوں۔ (سیر الاولیاء)

صاحب اخبار الاخیار شیخ عبد الحق محدث دہلوی آپ کی عبادت و ریاضت کے متعلق فرماتے تھے۔

آپ کے شغل حق کی یہاں تک نوبت پہونچ گئی تھی کہ جب کوئی آپ کی زیارت کے لئے آتا تو تھوڑی دیر ٹھہر کر ہوش میں آتے اور پھر مشغول بحق ہوجاتے یا کبھی اپنے آنے والے کے حال میں سے کچھ زیادہ نیچے کے درجے سے فرماتے تھے مجھے معاف کردیں ملاقات کی فرصت نہیں رکھتا یہ کہہ کر پھر مشغول ہوجاتے۔

تذکرہ نگاروں کا بیان ہے کہ بیعت کے بعد دن رات میں پچاس رکعت نماز ادا کرتے تھے اور ہر رات کو تین ہزار بار درود شریف پڑھکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں ہدیہ بھیجا کرتے تھے شادی کی ابتدائی تین راتوں میں اپنے معمولات کو ادا نہ کرسکے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے رئیس احمد نامی ایک بزرگ کو خواب کے ذریعہ یہ پیغام دیا کہ وہ بختیار سے دریافت کریں کہ آخر یہ بے تیاری کیوں؟ یہ سن کر حضرت نے اسی وقت بیوی کو طلاق دیدی حالانکہ شادی کے کل تین دن گذرے تھے۔

سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ شیخ الاسلام قطب الدین کا چھوٹا صاحبزادہ انتقال کرلیا جب شیخ اسے دفن کرکے واپس آئے تو لڑکے کی ماں کی رونے کی آواز آپ کے کان میں پہنچی شیخ نے بہت افسوس کیا شیخ بدر الدین غزنوی نے جو اس وقت آپکی مجلس میں حاضر تھے پوچھا کہ حضرت یہ افسوس کیا؟ فرمایا مجھے اس وقت یاد آیا کہ میں نے پہلے زندگی کیلئے خداوند تعالیٰ سے دعا بھی کیوں نہ کی اگر میں اس وقت اس کی بابت خدا سے

درخواست کرتا ہوں تو اسے فرود یہ درخواست قبول ہوتی یہاں پہونچکر سلطان المشائخ نے فرمایا۔ دیکھو شیخ کا استغراق دوست کی یاد میں اُس درجہ پہونچ گیا تھا کہ اپنے فرزند کی زندگی و موت تک کی خبر نہ تھی۔

سیاحت حضرت شیخ نے بھی مختلف مقامات کی۔ (سیر الاولیاء) سیاحت فرمائی اس سیاحت میں عجیب وغریب واقعات پیش آئے اور اکابر اولیاء اللہ سے ملاقاتیں ہوتیں ان واقعات میں مفید مطالع ہیں آپ نے خود ان واقعات کی تفصیل اپنے ملفوظات میں بیان فرمائی ہے چند واقعات درج کیے جاتے ہیں۔

(۱) غزنی تشریف لے گئے تو وہاں ایک شیخ کریم الفضلی سے ملاقات ہوئی یہ بزرگ کامل تھے جو کچھ آتا کچھ اپنے پاس نہیں رکھتے دن میں جو چیزیں آتیں وہ شام تک تقسیم کر دیتے تھے اور جو رات کو حاصل ہوتی صبح تک نہ رکھتے ہمیشہ معمول تھا کہ بھوکوں کو کھانا کھلاتے ننگوں کو کپڑے پہناتے ایک مرتبہ وہ بزرگ فرمانے لگے کہ ۴۰ برس میں نے مجاہدہ کیا کچھ حاصل نہ ہوا اور کوئی روشنی نظر آئی اور اب تو یہ عالم ہے کہ عرش اور حجاب عظمت تک کی چیزیں پوشیدہ نہیں ہیں کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے آنکھوں کے سامنے کوئی پردہ ہی نہیں (۲) دریائی سفر کے واقعات کے سلسلے میں بیان فرمایا کہ میں اپنے یار غار قاضی حمید الدین ناگوری کے ساتھ ایک دریا کے کنارے بیٹھا ہوا تھا کہ ایک بہت بڑا بچھو تیزی سے کہیں جا رہا ہے میں نے قاضی سے کہا کہ اس میں کوئی راز پوشیدہ ہے ہم دونوں بچھو کے پیچھے ہو لئے بچھو ایک درخت کے پاس پہونچا تو اس نے ایک بہت ہی خوفناک اژدہے کو مار ڈالا پاس ہی ایک شخص سویا ہوا تھا ہم وہاں ٹھہر گئے کہ یہ شخص نیند سے اٹھے تو ہم اس سے ملاقات کریں ہم نے اسی

کے نزدیک جاکر دیکھا تو وہ ایک شرابی تھا اس وقت بھی نشے میں بدمست
پڑا تھا دل میں تعجب ہوا کہ ایسے نافرمان بندے پر اللہ تعالیٰ نے اپنی ابر
رحمت فرمائی! غیب سے آواز آتی ہے کہ اگر ہم پارساؤں ہی پر رحمت کریں تو
تو غریبوں کا کون مددگار ہوگا اس کے بعد وہ شخص اٹھا تو مردہ اژدہے
کو پاس ہی پڑا دیکھ کر بہت حیران ہوا ہم نے سارا واقعہ اس سے بیان کیا
تو وہ بہت نادم ہوا۔ تھوڑے ہی دنوں کے بعد ہم نے سنا کہ وہ بہت
بڑا بزرگ ہوگیا خدا نے اپنی معرفت اس کے دل میں ڈالدی اس نے
ستر بار پیدل حج کیا۔

(۳) ایک اور واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے ایک شہر میں دیکھا
کہ دس آدمی بیخود پڑے ہیں نماز کے وقت ہوش میں آجاتے ہیں اور نماز
ادا کرکے پھر عالم مدہوشی و سکر میں آجاتے ہیں میں بہت دنوں تک ان کی
خدمت میں رہا۔ ایک روز ان میں سے کچھ لوگ عالم بیداری میں آئے
تو میں نے ان سے پوچھا کہ آپ لوگوں کا یہ حال کب سے ہے جواب دیا
کہ ساٹھ ستر سال سے ہم نے ابلیس لعین کا قصہ سنا تھا اس وقت
سے ہمارا یہ حال ہے خداوند تعالیٰ کا جلال اور خوف دل میں دبا کر بیٹھ
ہوگیا ہے۔ (۴) آپ مشہور کتاب دلیل العارفین کی مجلس چہارم میں
ایک جگہ ارشاد فرماتے ہیں کہ مجھکو بغداد میں بارہا حضرت شیخ شہاب الدین
عمر سہروردی کی صحبت میں جانے کا اتفاق ہوا وہ واقعی بہت بزرگ اور
بڑے عابد و زاہد تھے میں نے اپنی سیر و سیاحت میں ان جیسا عبادت گذار
نہیں دیکھا۔ (۵) سمرقند کا حال سناتے ہوئے فرمایا کہ وہاں ایک شخص کامل سے
ملاقات ہوئی عالم تحیر میں تھے میں نے وہاں کے لوگوں سے پوچھا ان کو اس
حال میں کتنے سال ہوگئے لوگوں نے جواب دیا کہ ہم ان کو بیس سال سے

اس حالت میں دیکھتے ہیں۔ میں جنید بغدادی کی صحبت میں رہا۔ ایک بار انکو بے ہوشی میں پایا تو دریافت کیا کہ کتنے روز سے آپ کو کسی کے آنے جانے کی اطلاع نہیں ہوئی جواب دیا اے نادان درویش! جب دریائے محبت میں بندہ غرق ہو جاتا ہے تو اس کو اگر ٹکڑے ٹکڑے بھی کر ڈالیں اس خبر تو نہ ہوگی۔ یہ وہ راستہ ہے۔ یہاں جان دیدینا مطلوب ہے۔

حضرت قطب الدینؒ کی ہندوستان میں تشریف آوری دہلی میں قیام

حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ جب بغداد سے ہندوستان چلے گئے اور اجمیر شریف میں مستقل قیام فرما لیا تو حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ کو حضرت کا فراق بے حد ستانے لگا۔ چنانچہ آپ نے بھی ہندوستان جانے کا فیصلہ کر لیا راستے کی تکالیف برداشت کرتے ہوئے آپ ملتان پہنچے تو یہاں کے مشہور بزرگ حضرت شیخ بہاؤ الدین قدس سرہٗ کمال محبت و شفقت سے ملے حضرت ملتانی کے یہاں کچھ دنوں قیام فرمایا اسی اثنا میں مغلوں نے ہندوستان پر یورش کی تو ملتان کا حاکم قباچہ حضرت سے فیوض و برکات کا طلبگار ہوا اور کہا جاتا ہے کہ آپ ہی کی کرامت سے مغل شکست کھا کر فرار ہو گئے ملتان سے آپ دہلی تشریف لائے سلطان شمس الدین التمش اس وقت ہندوستان پر فرمانروائی کر رہا تھا اس کو جب آپ کی آمد کی اطلاع ملی تو حشم و خدم کے ساتھ آپ کا استقبال کیا اور آپ کے قیام کا انتظام شہر کے اندر کرنا چاہا لیکن آپ نے ایک قصبہ کلوکھڑی میں رہنا پسند کی سلطان نے اس کے بعد یہ معمول بنا رکھا تھا کہ ہفتہ میں حضرت کی خدمت میں حاضر ہوتا اور آپکے فیوض و برکات سے مستفید ہوتا تھا آخر میں سلطان نے عرض کیا کہ شہر سے

دور آنے میں سلطنت کے کاروبار میں حرج واقع ہوتا ہے بہتر ہے کہ
آپ شہر میں قیام فرمائیں آپ مجبوراً شہر دہلی کے اندر قیام کرنے پر راضی ہو
گئے اور ملک عزالدین کی مسجد میں قیام فرمایا۔
حضرت کا شہر میں آنا تھا کہ خلق خدا آپ پر ٹوٹ پڑی خاص و عام
امیر و غریب سب آپکے حلقہ بگوشوں میں شامل ہو گئے بادشاہ نے آپ کے ہاتھ
پر بیعت کر لی اور تمام ارکان سلطنت آپکے حلقہ ارادت میں شامل ہو گئے۔
آپ کو دہلی میں قیام کئے ہوئے ابھی تھوڑے ہی دن گذرے تھے کہ
شیخ الاسلام مولانا جمال الدین بسطامی کا انتقال ہو گیا مولانا کے انتقال کے بعد
سلطان نے آپ سے استدعا کی کہ آپ اس عہدہ جلیلہ کو قبول فرمائیں لیکن آپ نے
انکار کیا آخر یہ عہدہ شیخ نجم الدین صغریٰ کو جو بہت بڑے عالم اور صوفی تھے دیدیا۔
شیخ نجم الدین صغریٰ خواجہ عثمان کے مرید تھے حضرت خواجہ معین الدین چشتی
سے بھی تعلقات تھے اور برگزیدہ حضرات میں شمار کئے جاتے تھے لیکن حضرت قطب الدین
کی مقبولیت اور دینی وجاہت نے ان کے دل میں رشک و حسد کی آگ بھڑکا دی
حضرت خواجہ قطب الدین کے دہلی تشریف لانے کا مقصد حقیقت میں اپنے پیر و
مرشد خواجہ معین الدین سے شرف ملاقات حاصل کرنا اور آپکی صحبتوں سے
مستفید ہونا تھا لہذا آپ نے اپنے پیر و مرشد کو ایک عریضہ ارسال کیا جس میں شوق
ملاقات اور اشتیاق قدم بوسی کی تمنا کی خواجہ صاحب اپنے برگزیدہ مرید کی آتش
شوق بجھانے کے لئے دہلی تشریف لائے آپکی تشریف آوری کی اطلاع سے سارا
شہر امنڈ کر آپکی زیارت کے لئے جمع ہو گیا تمام خواص و عام آپکے دیدار سے مشرف
ہونے کے لئے خدمت میں حاضر ہوئے مگر دہلی کے شیخ الاسلام شیخ نجم الدین صغریٰ
نہیں آئے حضرت خواجہ اجمیری خود ان کے مکان پر ملنے کے لئے گئے شیخ نجم الدین نے
شکایت کی کہ قطب صاحب کے ساتھ لوگوں کی عقیدت کی وجہ سے میری شیخ الاسلامی

کی ورنہ میری بھی قدر و قیمت نہیں رشیخ الاسلام کی خاطر حضرت خواجہ صاحب
نے قطب صاحب کو دہلی چھوڑ کر اپنے ساتھ اجمیر چلنے کا حکم دیا حضرت
قطب صاحب تو دل سے یہی چاہتے تھے کہ پیر و مرشد سے جدا نہ ہوں اور
اکیلے ہی ہندوستان تشریف لائے تھے فوراً چلنے کے لئے آمادہ ہو گئے۔

التمش نے بڑی منت و زاری کی لیکن حضرت خواجہ اجمیری نے اس کی بات
نہ مانی اور حضرت قطب صاحب کو لے کر روانہ ہو گئے دہلی کے لوگوں نے جب
آپ کو جاتے دیکھا تو عاشق زار کی طرح آہ و بکا کرنے لگے جس جگہ قطب صاحب
پاؤں رکھتے تھے وہاں کی خاک اٹھا کر آنکھوں سے لگاتے تھے اور چیخیں مار مار
کر روتے تھے حضرت خواجہ بزرگ اجمیری نے آپ کے ساتھ عوام کی یہ عقیدت اور محبت
دیکھی تو آپ نے ان کو اپنے ساتھ لے جانے کا ارادہ بدل دیا اور فرمایا بابا قطب الدین
تم یہیں رہو تمہارے چلے جانے سے دہلی کے لوگوں کو صدمہ پہونچے گا مجھے یہ منظور
نہیں چنانچہ آپ نے آخر وقت تک دہلی میں قیام فرمایا۔

حضرت قطب صاحب کی اپنے پیر و مرشد سے آخری ملاقات

مرشد کی وفات سے پہلے دہلی سے اجمیر
جا کر آخری دیدار سے مشرف ہوئے دوران قیام میں اجمیر میں ایک روز حضرت معین
الدین سنجری اپنے مریدین و خلفاء کے حلقہ میں تشریف لائے خواجہ کاکی رح کو اپنے
قریب بلایا اور فرمایا ساری دنیا انوار سے روشن ہے یہ فرما کر رو پڑے) اے
درویشو! مجھے اس جگہ اس واسطے لائے ہیں کہ یہاں میرا مدفن ہے اب چند روز میں
ہی اس عالم فانی سے کوچ کر جاؤں گا۔

اس کے بعد اپنے کاتب سے فرمایا کہ ایک فرمان شیخ قطب الدین بختیار کاکی رح کے
نام تحریر کردو دہلی جاگیر لینے خلافت اور سجادہ خواجگان ان کو عطا کیا اس کے
بعد حضرت خواجہ قطب الدین سے ارشاد فرمایا کہ تمہارا مقام دہلی ہے

اور قرآن حوالہ کیا۔ پھر حکم دیا گیا آؤ۔ آپ آگے آئے تو اپنے دست مبارک سے اپنی دستار آپ کے سر پر باندھی اور حضرت شیخ عثمان ہارونی کا عصا اپنا قرآن مجید اور مصلےٰ عنایت فرمایا۔ اور ارشاد فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امانت خواجگان چشت کے پاس تھی جو مجھ کو ملی تھی۔ یہ تمہیں سونپی۔ تم اس کا حق اسی طرح ادا کرنا جیسا کہ ان خواجگان چشت ادا کرتے ہیں تاکہ حشر کے روز میں اپنے مشائخ کے روبرو شرمندہ نہ ہوں۔ حضرت خواجہ قطب الدین صاحب نے تمام باتوں کو قبول کیا۔ اور دو رکعت نماز ادا کی اس کے بعد خواجہ بزرگ نے فرمایا کہ اب جاؤ اور آسمان کی طرف روئے مبارک اٹھا کر ارشاد فرمایا خدا کو سونپا اور پہنچی اپنی منزل پر پہنچا دیا۔ آپ نے پیر و مرشد سے رخصت ہو کر دہلی تشریف لے آئے۔ دہلی آئے ہوئے چالیس روز ہوئے تھے کہ اجمیر شریف سے قاصد خبر لایا کہ آپ کے روانہ ہونے کے بعد حضرت بیس روز تک زندہ رہے اور پھر انتقال فرما گئے۔

حضرت خواجہ قطب الدین رح کی خدمات جلیلہ

حضرت خواجہ معین الدین چشتی رح نے جو شمع ہدایت روشن فرمایا تھا اس کی روشنی کو اس ملک میں پھیلانے میں سب سے زیادہ جس مبارک ہستی نے حصہ لیا وہ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رح کی ذات بابرکت ہے۔ آپ اس برصغیر کے سلطان الاولیاء ہیں تبلیغ اسلام اور اشاعت دین میں آپ کا نمایاں حصہ ہے اس کے علاوہ آپ کے قیام سے شاہی دربار پر غیر معمولی اثر پڑا۔ سلطان شمس الدین التمش جب آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا تو آپ اس کو رعایا اور فقیروں کے ساتھ دوستی اور سلوک کی تلقین فرماتے۔ بادشاہ اس پر عمل کرتا۔ اور مخلوق خدا سکون و اطمینان سے زندگی بسر کرنے لگی۔

آپ کے فیض سے بادشاہ کی اس قدر اصلاح ہو گئی تھی کہ بعض تذکرہ نویسوں نے اس کو اولیاء اللہ کی فہرست میں شمار کیا ہے التمش کے متعلق خود

حضرت بختیار کاکی رحمہ سے سنئیے۔

"اس کا عقیدہ صحیح تھا وہ راتوں کو جاگتا کسی نے اس کو سوتے نہیں دیکھا رات کو وہ گدڑی پہن لیتا تاکہ اس کی کسی کو خبر نہ ہو اس کے ہاتھ میں سونے کے سکوں کی ایک تھیلی ہوتی۔ وہ ہر مسلمان کے دروازہ پر جاتا۔ اس کے حالات پوچھتا اس کی مدد کرتا اس نے اپنے دروازے پر عدل کی زنجیر لٹکا رکھی تھی اور لوگوں کو حکم دے رکھا تھا کہ اگر تمہارے پاس کھانے کو نہ ہو یا تم پر کوئی ظلم کرے تو اس زنجیر کو ہلا دو تاکہ وہ ان کے ساتھ انصاف کرے ورنہ قیامت کے روز ان کی فریاد کا بار اس کی طاقت برداشت نہ کر سکے گی۔

(فوائد السالکین)

التمش پر خوف آخرت غالب تھا حضرت خواجہ قطب الدین رح نے اپنے ملفوظات میں فرمایا۔

"ایک رات التمش میرے پاس آیا اور میرا پاؤں پکڑ لیا۔ میں نے کہا مجھکو کس لئے تکلیف ہو [illegible] رہو گے جو ضرورت ہو بیان کرو۔ اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو ملک تو دیا ہے لیکن قیامت کے روز جب مجھ سے باز پرس ہوگی اس وقت بھی آپ مجھے نہ چھوڑیں وہ اس وقت تک واپس نہ گیا جب تک کہ میں نے اس کی بات قبول نہ کی"۔

آپ کے اخلاق و عادات:- "فقر" قطب صاحب کے گھر میں ہمیشہ فاقہ رہتا اکثر آپ کے اہل و عیال کی زندگی نہایت تنگدستی میں گذرتی تھی اس تنگدستی کی بنا پر اکثر آپ اپنے پڑوسی سے قرض لے لیا کرتے تھے۔

ایک روز پڑوسی بقال کی بیوی نے حضرت خواجہ کی اہلیہ کو طعنہ دیا اور انہوں نے
آپ سے شکایت کی تو حضرت نے فرمایا کہ آئندہ سے قرض نہ لیا کریں بلکہ اس
مصلے کے نیچے تمہیں ضرورت کے موافق کاک (روٹیاں) مل جایا کریں گی) چنانچہ
ایک زمانہ تک آپ کا کنبہ انہی کاکوں کی بدولت زندگی گذارتا رہا اور اسی وجہ سے
آپ کاکی کہلائے مرشد نے ان کو پانچ سو درم تک قرض لینے کی ہدایت کی تھی مگر آخر
میں اس سے بھی پرہیز کرنے لگے اپنے پاس اتنی رقم ہی نہ رکھتے جس سے زکوٰۃ
واجب ہوتی۔

سخاوت :- لیکن فقر وفاقہ پر بھی سخاوت کا یہ حال تھا کہ جو چیز ہوتی
فوراً تقسیم کر دیتے جس روز کوئی چیز نہ ہوتی تو ملازم کو حکم ہوتا کہ لوگوں کو ٹھنڈا
پانی ہی پلاؤ۔ کہ کوئی دن بخشش وعطا سے خالی نہ ہو۔

دنیا سے بے رغبتی دہلی کے بیانات سے معلوم ہو گیا کہ بادشاہ آپ کا
معتقد اور آپ کے حلقۂ ارادت میں شامل تھا
بادشاہ آپ کے ایک ارشاد پر کیا کچھ نہ دے سکتا تھا لیکن آپ نے کسی چیز کی
پرواہ نہ کی چنانچہ ایک بار سلطان التمش کا وزیر چند گاؤں کی جاگیر کا فرمان
لے کر خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ قبول فرمالیں آپ نے سختی سے رد فرمایا
اور ارشاد فرمایا کہ ہمارے خواجگان چشت نے اس قسم کی جاگیریں قبول نہیں
کیں میں کیسے قبول کر سکتا ہوں۔ ایک شاہی مقرب ایک بار ملاقات کے
لیے آیا اور کئی گاؤں بطور نذر پیش کیے حضرت نے اس کو بلایا اور اپنی جانماز کا گوشہ
الٹ کر دیکھنے کے لیے کہا مقرب شاہی حیرت زدہ ہو گیا اس نے خزائن الٰہی کا ایک
دریا بہتا ہوا دیکھا۔ پھر آپ نے اس سے کہا جس کے یہاں خزائن الٰہی کی وجہ
کثرت ہو وہ چند گاؤں لے کر کیا کرے گا

حب رسول :- اپنے مرشد کی طرح آپ بھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی

محبت وعشق میں ہمیشہ سرشار رہتے پہلے تحریر کیا جا چکا ہے کہ ہر رات میں تین ہزار بار درود شریف پڑھتے اپنی مجلس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث شریف بیان فرماتے اور اتباع سنت کی تلقین فرمایا کرتے ایکبار آپ نے فرمایا کہ مجھے قرآن مجید یاد نہیں ہوتا تھا اور میں اس کے حفظ کی دل میں تمنا رکھتا تھا ایک مرتبہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت ہوئی میں نے آپ سے عرض کیا آپ نے سورۂ یوسف پڑھنے کی تاکید فرمائی میں بیدار ہوا سورۂ یوسف پڑھنا شروع کیا تھوڑے ہی عرصہ میں مجھے پورا قرآن مجید حفظ ہو گیا۔

حضرت کا وصال :- آپ کو سماع کا بہت شوق تھا لیکن سماع کو چند شرائط اور حدود کے ساتھ جائز قرار دیتے تھے آپکی وفات بھی محفل سماع میں ہوئی واقعہ یہ ہے کہ شیخ علی سنجری رحمۃ کی خانقاہ میں محفل سماع گرم تھی جس میں حضرت بھی موجود تھے قوالوں نے شیخ احمد جام کا قصیدہ پڑھنا شروع کیا۔ جب یہ شعر پڑھا

کشتگان خنجر تسلیم را × ہر زماں از غیب جان دیگراست

آپ پر اس بیت کا اس قدر اثر ہوا کہ آپ مدہوش ہو گئے اسی حالت میں گھر تشریف لے گئے چار دن رات برابر یہی کیفیت رہی جب آپ کو کچھ ہوش آتا تو اسی بیت کے اعادہ کا حکم دیتے حاضرین بار بار پڑھتے اور آپ اسی وقت تحیر میں محو ہو جاتے لیکن جب نماز کا وقت ہوتا تو آپ نماز پڑھتے مستغرق ہو جاتے چار شبانہ روز یہی حالت رہی اور انجام کار پانچویں رات اس عالم فانی سے عالم باقی کی طرف رحلت فرما گئے نماز جنازہ سلطان شمس الدین التمش نے پڑھائی حضرت شیخ نے وصیت فرمائی تھی کہ میری نماز جنازہ وہ شخص پڑھائے جس نے کبھی حرام نہ کیا ہو عصر کی سنتیں قضا نہ کی ہوں۔

ہمیشہ باجماعت نماز میں پہلی تکبیر سے شریک رہا ہوں یہ شرطیں سلطان میں پوری ہوتی تھیں اس لیے اس نے نماز جنازہ پڑھائی۔

صاحب سیر الاولیاء کا بیان ہے کہ عید کا دن تھا شیخ رح عیدگاہ سے لوٹ کر آتے تھے یکایک اس مقام پر تشریف لے گئے جہاں آپ کا روضہ مبارک ہے تو کھڑے ہو کر متفکر ہوتے پھر فرمایا کہ مجھے اس سرزمین سے اہلِ کمال کے دلوں کی بو آتی ہے آپ نے اسی وقت اس کو زمین کے مالک زمین سے خرید لیا اور خاص اپنے مال سے قیمت ادا کی پھر فرمایا کہ میرا مدفن یہی زمین ہے آج آپ کا روضہ مبارک اسی سرزمین پر واقع ہے۔

شیخ بدرالدین غزنوی رحمۃ فرماتے ہیں کہ جس وقت شیخ کا انتقال ہوا میں وہاں موجود تھا جب شیخ کے انتقال کا وقت قریب ہوا تو مجھے یونہی غنودگی آ گئی اسی غنودگی میں دیکھتا ہوں کہ شیخ اپنے مقام سے نکل کر آسمان کی طرف جاتے ہیں اور مجھ سے فرماتے ہیں بدرالدین خدا کے دوستوں کو موت نہیں آتی جب میں بیدار ہوا شیخ اس دنیا سے رحلت فرما چکے تھے۔

آپ کے ملفوظات :- سالک کے متعلق فرمایا کہ اس کو کم کھانا چاہیے اگر وہ پیٹ بھرنے کے لیے کھاتا ہے تو وہ نفس پرست ہے کھانا صرف اس لیے ہے کہ بندہ میں عبادت کی قوت قائم رہے اس کے لباس میں تزئین و آرائش نہ ہو مگر وہ دکھانے کے لیے لباس پہنتا ہے تو وہ راہ سلوک سے بہت دور ہے حضرت بایزید بسطامی رحمۃ نے ستر سال اللہ تعالیٰ کی عبادت کی۔ جب مقام قرب آیا تو صرف اس وجہ سے قرب خداوندی حاصل ہوا کہ ان کے پاس جو کوزہ اور خرقہ تھا اس کو پھینک دیا۔

سالک وہ ہے کہ جو ہر وقت محبت الٰہی میں غرق رہے اور حالت تحیر و سکر

میں اس کی یہ کیفیت ہو کہ اگر اس کے سینہ میں زمین و آسمان بھی داخل ہو جائیں۔ تو اس کو خبر نہ ہو۔ شریعت کی پابندی کے متعلق فرمایا کہ شریعت کی پابندی سالک کے لئے لازمی امر ہے اس سے کسی حالت میں بھی رو گردانی نہ کرے خواہ سکر میں ہو یا ہوش میں، دونوں حالتوں میں شریعت کی پابندی لازمی ہے۔ آپ کے متعلق تمام تذکرہ نویسوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اکثر حالت سکر میں رہتے لیکن جب نماز کا وقت آجاتا تو ہوش میں آجاتے اور نماز ادا کرتے۔

حضرت قطب صاحبؒ فرماتے ہیں کہ سالک کے لئے لازمی امر ہے کہ اپنے اسرار کو پوشیدہ رکھے۔ اپنا راز کسی سے نہ کہے جو شخص کامل ہوتا ہے وہ کبھی اپنے دوست کے راز کو فاش نہیں کرتا منصور عارف کامل نہ تھے کیوں کہ اس نے دوست کے راز نہاں کو ظاہر کر دیا تھا۔

حضرت بابا فریدالدین مسعود گنج شکرؒ

خاندان اور نام و نسب:۔ خواجگان چشت کے یہ نامور بزرگ ۵۶۹ھ میں ملتان کے قریب "کھوتوال" میں پیدا ہوئے آپ کے والد کا اسم گرامی مولانا کمال الدین تھا جن کا تعلق کابل کے شاہی خاندان سے تھا آپ کے خاندان میں فرخ شاہ عادل مشہور بادشاہ گزرے ہیں جنہوں نے ایک عرصہ تک دنیا کے اکثر حصہ پر نہایت شان و دبدبہ کے ساتھ حکومت کی تھی فرخ شاہ عادل کے بعد بھی اس کی اولاد کابل میں نہایت امن و امان اور اطمینان سے زندگی بسر کرتی تھی یہاں تک کہ چنگیز خان نے خروج کیا اور اپنی سفاک و خونخوار تلوار سے ایران کو زیر و زبر کرتا ہوا سلطنت غزنی کی طرف بڑھا اور ایک عظیم الشان اور خونریز لشکر کے ساتھ غزنی پر حملہ آور ہوا اور جب کابل میں پہنچا تو ان شہروں کو خراب و تباہ کر ڈالا حضرت بابا فریدؒ کے جد امجد نے اسی جنگ میں جام شہادت نوش کیا بابا صاحب کے دادا قاضی شعیب اپنے تین فرزندوں اور تمام عزیز و اقارب کو ہمراہ لیکر لاہور میں تشریف لائے۔ اور قصور میں فرائض ہوئے دہاں کا

قاضی آپ کے خاندان کے احوال سن چکا تھا اس لئے نہایت تعظیم وتکریم سے پیش آیا۔ اور حکومت وقت کے پاس سفارش بھیجی حکومت وقت نے آپ کے جد بزرگوار کو نہایت قدر ومنزلت کی نگاہ سے دیکھا اور کھوتوال کی قضاۃ کا منصب جلیلہ سپرد کیا کھوتوال اس زمانہ میں ایک مشہور ضلع تھا لیکن آج کل ایک چھوٹا سا گاؤں ہے چنانچہ بابا صاحب اسی زمانہ میں پیدا ہوئے آپکا خاندان فاروقی ہے آپ کی والدہ بی بی قاسمہ خاتون ایک مشہور عالم کی صاحبزادی تھیں۔

تعلیم وتربیت بابا فرید تعلیم کی غرض سے کھوتوال سے ملتان تشریف لے گئے نہایت ذہین تھے تھوڑے ہی عرصہ میں قرآن مجید حفظ کیا اور عربی کی کتابیں پڑھیں یہ وہ وقت تھا جبکہ ملتان علماء وفضلا کا مرکز تھا اور قبۃ الاسلام کہا جاتا تھا چنانچہ آپ ملتان کے جلیل القدر علماء و فضلا سے تکمیل علوم وفنون میں مشغول ہوگئے ایک روز آپ ایک مسجد میں "کتاب نافع" (نحو کی ایک کتاب ہے) کا مطالعہ کر رہے تھے اتفاق سے ان ہی ایام میں حضرت قطب الاقطاب بختیار کاکی اوش سے ملتان میں تشریف لائے ہوئے تھے اور اسی مسجد میں جہاں بابا فرید گنج شکر تھے نماز کے واسطے تشریف لائے بابا صاحب کی نظر جوں ہی حضرت کاکی کی تاباں ودرخشاں پیشانی پر پڑی فوراً تعظیم کے لئے کھڑے ہوگئے حضرت کاکی نے پوچھا مسعود! کیا پڑھتے ہو؟ عرض کیا۔ کتاب نافع، فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ کتاب نافع سے تم کو نفع ہوگا عرض کیا نہیں میں تو آپکی نظر کیمیا کا محتاج ہوں یہ کہہ کر اٹھے اور اپنا سر شیخ کے قدموں میں ڈال دیا شیخ نے قدموں سے سر اٹھا کر سینے سے لگا لیا اور بیعت کے لئے ہاتھ بڑھا دیا بعض تذکرہ نویسوں نے تحریر کیا ہے کہ اس مجلس میں بیعت میں شیخ حضرت

زکریا ملتانی قدس سرہٗ العزیز بھی موجود تھے بیعت کے بعد جب پیر و مرشد دہلی جانے لگے تو مرید نے بھی دہلی جانے کی تمنا ظاہر کی لیکن مرشد نے ابھی تکمیل علوم و فنون کی تلقین کی اور کہا کہ بے علم درویش نہایت خطرناک اور نقصان دہ ہوتا ہے خواجہ قطب الدینؒ تو دہلی تشریف لے گئے اور آپ بہت بڑے عالم دین ہو گئے۔

ملتان سے سفر تکمیل علوم کے بعد آپ ہندوستان سے نکل کر غزنی بغداد بدخشاں وغیرہ کی سیاحت کرتے رہے اور ہر شہر میں وہاں کے اولیاء اللہ و علماء فضلا سے ملاقاتیں کرتے اور علوم ظاہری و باطنی کا استفادہ کرتے۔ اس زمانہ میں آپ نے جن اکابر اولیاء سے ملاقاتیں کیں ان میں سے چند حضرات کے اسمائے مبارکہ درج ذیل ہیں۔

شیخ شہاب الدین سہروردی خواجہ اجل سنجری شیخ سیف الدین باخرزی شیخ سیف الدین خضری شیخ فرید الدین عطار نیشاپوری شیخ بہاؤ الدین زکریا ملتانی رحمہم اللہ تعالیٰ۔

اس سفر بابرکت سے مستفید ہو کر وطن تشریف لائے اور یہاں سے سیدھے اپنے پیر و مرشد کے پاس دہلی چلے گئے آپ کے آنے سے خواجہ کو انتہائی مسرت ہوئی آپ نے ایک حجرہ بابا فرید رح کو دیدیا اور ان کی تربیت باطنی اور اصلاح میں مصروف ہو گئے۔ اور تھوڑی مدت میں مرید کے دل میں معرفت الٰہی کی انتہائی چراغ روشن کر کے کمال درجہ کو پہونچا دیا۔

اس زمانہ کے عبادت و ریاضت کی تفصیل کے لئے ایک دفتر چاہیئے لیکن ایک مختصر سا واقعہ بعض تذکرہ نویسوں نے لکھا ہے کہ جب بابا فرید رح دہلی میں مقیم تھے اور عبادت و مجاہدہ میں مصروف تھے تو آپکی یہ کیفیت

ہوگئی تھی کہ جب حضرت خواجہ معین الدین چشتی حضرت بختیار کاکی رح سے ملنے دہلی آئے تو بابا فرید رح کی ملاقات کے لیے ان کے حجرے میں تشریف لے گئے مگر بابا فرید رح عبادت کی وجہ سے اتنے کمزور و ناتواں ہو چکے تھے کہ تعظیم کے لئے کھڑے نہ ہو سکے۔ حضرت خواجہ معین الدین رح ان کی یہ کیفیت دیکھ کر بہت متاثر ہوئے اور ان کے لئے دعا کی۔ غیب سے خوشخبری ملی ہم نے فرید کو اپنے کام کے لئے منتخب کر لیا اور اس کو برگزیدہ کیا چنانچہ خواجہ اجمیری رح نے فوراً ان کو خلعت درویشی عطا کی۔ خواجہ بختیار کاکی رح نے بھی اپنی خلافت کی دستار اپنے دست مبارک سے ان کے سر پر باندھی۔ خواجہ معین الدین رح نے اپنے مرید خواجہ بختیار کاکی رح کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔ بابا قطب الدین! ایک عظیم شہباز تم نے پکڑا ہے۔ اس کا آشیانہ بجز سدرۃ المنتہی کے اور کہیں نہیں بن سکتا دہلی میں آپ کی شہرت اتنی بڑھ گئی کہ آپ کے حجرہ مبارک کے باہر اچھا خاصا ہجوم رہنے لگا عوام کی اس عقیدت سے آپ بہت گھبرائے اور دہلی سے ہانسی آئے رخصت کرتے وقت مرشد نے آپ سے کہا کہ تم میری موت کے وقت تو میرے پاس نہ ہوگے لیکن میری موت کے دو تین روز کے بعد فاتحہ خوانی کے لئے آؤ گے چنانچہ ایسا ہی ہوا جب حضرت خواجہ کا انتقال ہوا تو آپ ہانسی ہی میں تھے پیر و مرشد کی وصال کی خبر سن کر دہلی دوڑے ہوئے آئے مزار مبارک کی زیارت فرما چکے تو قاضی حمید الدین ناگوری نے حضرت خواجہ کاکی رح کی امانتیں (جس میں خرقہ خلافت عصا نعلین اور مصلے وغیرہ تھا) بابا فرید کو دیں جن کو مرشد کامل نے محبوب و برگزیدہ خلیفہ کے حوالے کرنے کو کہا تھا آپ کا ارادہ تھا کہ پیر و مرشد کے جانشین کی حیثیت سے روحانی خدمات انجام دیں اور سلسلہ اسلام جاری رکھیں لیکن جب مخلوق خدا کا ہجوم پھر زیادہ ہونا شروع ہوا اور عوام کا اجتماع ریاضت مجاہدہ میں دخل انداز ہونے لگا تو آپ پھر ہانسی تشریف لے گئے لیکن یہاں

بھی لوگوں کا ہجوم بڑھا تو اجودھن کی طرف چلے گئے

اجودھن میں قیام اور اس کا اثر

اجودھن یعنی پاک پتن (پنجاب) ایک ایسی جگہ تھی جہاں کے لوگ فقراء اور مشائخ کے سخت مخالف تھے جب آپ پاک پتن تشریف لائے تو کسی نے بھی توجہ نہ کی۔ آپ آبادی کے قریب ایک درخت کے نیچے بیٹھ گئے اور عبادت الٰہی میں مصروف ہو گئے کچھ عرصے کے بعد جب آپ نے نکاح کر لیا تو جامع مسجد کے قریب ایک مکان بنا لیا اور وہیں رہنے لگے۔

تھوڑے ہی عرصہ قیام کی بدولت یہاں کے لوگوں کے دل آپ کی طرف مائل ہونے لگے اور آپ کی قیام گاہ پر ہر وقت میلہ سا لگتا رہتا تھا لیکن مخالفین بھی ابھر آئے مخالفت میں سب سے زیادہ پیش پیش شہر کا قاضی تھا جس نے آپکی طرف غلط باتیں منسوب کر کے ملتان کے علماء سے فتویٰ حاصل کیا علماء کو حقیقت حال کا علم ہوا تو الٹا قاضی ہی کو ذلیل کیا اور فرید بابا کو تمام الزامات سے بری قرار دیا۔ بعض تذکرہ نویسوں نے لکھا ہے کہ آپ نے ان ہی مخالفتوں سے اکتا کر اجودھن چھوڑنے کا ارادہ کیا لیکن پیر و مرشد نے خواب میں اجودھن ہی میں قیام کی تلقین کی اور کہا لوگوں کی جفاکاری کو برداشت کرو اس بشارت کے بعد سے ایک تو آپ نے پاک پتن (اجودھن) میں قیام کا فیصلہ کر لیا اور دوسرے لوگوں کے ہجوم سے بچنے کے لئے آپ کے دل کی گھبراہٹ جاتی رہی۔

اجودھن پاک پتن میں آپکا قیام پنجاب اور سندھ کے لئے نہایت فائدہ مند رہا ان صوبوں میں اسلام کی تبلیغ میں آپ کا نمایاں حصہ ہے کفر کی ظلمت اور تاریکی کو مٹانے میں آپ کی کوششوں کو بہت دخل ہے آپ کی تعلیمات اور رشد و ہدایت سے ایک طرف تو مسلمان بنے دوسری طرف غیر مسلموں کی ایک بڑی تعداد حلقہ بگوش اسلام ہو گئی اسی لئے کہا جاتا ہے کہ پاک پتن کے

کے اطراف میں جو غیر مسلم قومیں تھیں وہ حضرت بابا فرید رح کی برکت سے مسلمان ہوئی ہیں۔ غرضیکہ آپ کے وجود گرانمایہ سے پنجاب اور سندھ میں اسلام چمک گیا اور آپ کی تبلیغ کی ضیا پاشیاں اب بھی لوگوں کے دلوں میں موجزن ہیں۔ حضرت فرید بابا رح کے فیوض سے نہ صرف عوام متاثر ہوئے بلکہ اس عہد کا سلطان غیاث الدین بلبن بھی متاثر ہوا بلبن کا عہد حکومت نہ صرف سیاسی اعتبار سے ممتاز و منفرد تھا بلکہ اللہ کے ان نیک اور برگزیدہ بندوں کے وجود سے دینی اور اخلاقی اعتبار سے بھی یہ عہد خیر الاعصار (بہترین) کہا جاتا ہے۔

وصال:۔ ۵ محرم ۶۶۴ھ کو آپ پر مرض کا غلبہ ہوا طبیعت نہایت بے چین تھی لیکن پھر بھی نماز جماعت سے پڑھی پھر بے ہوش ہو گئے تھوڑی دیر کے بعد جب ہوش میں آئے تو فرمایا کہ میں عشاء کی نماز پڑھ چکا ہوں لوگوں نے کہا کہ آپ پڑھ چکے ہیں۔ فرمایا ایک دفعہ اور پڑھ لوں نہ معلوم پھر کیا ہو۔ نہایت اطمینان کے ساتھ نماز پڑھی پھر بے ہوش ہو گئے لوگوں سے پھر پوچھا لوگوں نے کہا دو مرتبہ آپ نماز پڑھ چکے ہیں، فرمایا ایک دفعہ اور پڑھ لوں نہ معلوم پھر کیا ہو چنانچہ تیسری مرتبہ نماز پڑھی اور یا حی یا قیوم کہہ کر جان اپنے خالق کے حوالے کی۔ انتقال سے چند روز پیشتر ہی سے عبادت و تلاوت کلام اللہ میں مصروف ہو گئے تھے اس عرصہ میں کسی سے بھی گفتگو نہیں فرمائی۔ مزار مبارک اجودھن میں ہے اور مرجع خاص و عام ہے۔

حضرت بابا فرید رح کی زندگی:۔ عبادت:۔ بابا فرید رح نے اس راہ معرفت کے طے کرنے میں بڑی محنت مشاق کی کئی کئی سال تک عالم تفکر میں کھڑے رہے نہ بیٹھے نہ سوئے پاؤں سوج جاتے تھے اور ان سے خون فوارہ کی طرح نکلتا تھا مرشد کے پاس جب دہلی میں گئے تھے تو اس ریاضت و مجاہدہ نے شدت اختیار کر لی

ایک بار اٹھ کر تھوڑی دور چلنا چاہتے تھے عصا کے سہارے اٹھے مگر چند قدم چلے ہوں گے کہ رک گئے چہرہ مبارک زرد ہو گیا۔ ہاتھ سے عصا چھوڑ دیا کسی ساتھی نے پریشانی کا سبب پوچھا۔ فرمایا عصا پر سہارا لیا تھا اس لئے عتاب نازل ہوا کہ غیر کا سہارا لیتے ہو" اس لئے شرمندہ ہوں"

ہمیشہ روزے سے رہا کرتے تھے اگر کوئی تکلیف بھی ہوتی یا فصد لیتے تب بھی روزہ نہ چھوڑتے تھے رمضان المبارک میں تراویح میں دس دس پارے پڑھتے۔ خشیت الٰہی کا بحر علیہ تھا بات بات پر گریہ طاری ہو جاتا بعض اوقات دھاڑیں مار مار کر روتے۔ یہ شعر جب آپ کے سامنے پڑھا جاتا تو گریہ طاری ہو جاتا۔ اور بے ہوش ہو جاتے ۔

در کوئے عاشقاں چناں جان میدہند
کانجا ملک الموت نگنجد ہر گز

ایک بار آپ نے زیادہ مجاہدہ اختیار کرنا چاہا اپنے پیر و مرشد سے التماس کیا۔ انہوں نے کہا کہ طے کا طریقہ اختیار کرو۔ (صوفیاء کے نزدیک طے در پے اور متواتر روزے رکھنے اور جب تک غیب سے افطاری کا سامان نہ جتے افطار نہ کرنے کو طے کہتے ہیں) چنانچہ آپ نے تین روز تک کچھ نہ کھایا تیسرے روز افطار کے وقت ایک شخص چند روٹیاں خدمت اقدس میں لایا آپ نے یہ سمجھ کر کہ غیب سے افطار کا انتظام ہوا ہے روٹیوں سے افطار کر لیا تھوڑی ہی دیر کے بعد آپ کا جی متلایا اور قے ہو گئی خواجہ قطب الدین سے دریافت کیا انہوں نے کہا مسعود تم نے ایک شرابی کی روٹیوں سے روزہ افطار کیا لیکن عنایت الٰہی تمہارے حال پر متوجہ تھی اس لیے کھانے نے تمہارے معدے میں جگہ نہ پائی۔

دوسری مرتبہ پھر اسی قسم کا روزہ رکھا بغیر کھائے چھ روز گذر گئے اور کھانے کی بو تک دماغ تک نہیں پہنچی ضعف اس قدر غالب ہوا کہ آپ بالکل

نڈھال ہو گئے ساتویں رات کا ایک پہر گذر گیا بھوک کی گرمی سے دل جلنے لگا جب آپ بھوک کی وجہ سے بیتاب ہو گئے تو دست مبارک زمین کی طرف بڑھایا اور چند کنکریاں اٹھا کر منہ میں ڈال لیں۔ خدا کی شان کہ وہ کنکریاں شکر کی ڈلیاں بن گئیں۔ حکیم سنائی نے غالباً اسی مرتبے کے لئے کہا تھا

سنگ در دست تو گوہر گردد ∴ زہر در کام تو شکر گردد

(تیرے ہاتھ میں پتھر موتی بن جاتے ہیں اور زہر تیرے منہ میں شکر بن جاتا ہے)

دل میں خیال گذرا کہ یہ شیطان کا مکر و فریب ہے تعدد بار ایسا ہی کیا جب بھی کنکریاں منہ میں ڈالتے تھے شکر کی ڈلیاں بن جاتی تھیں شیخ سے عرض کیا۔ شیخ نے فرمایا مسعود تم نے خوب کیا کہ شکر سے روزہ افطار کیا جو کچھ غیب سے ملے بہتر ہے۔ اسی وجہ سے آپ کو شکر بار یا گنج شکر کہتے ہیں۔

دنیا سے بے رغبتی:- ایک بار سلطان ناصر الدین آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کی صحبت سے اس قدر متاثر ہوا کہ چند گاؤں کا فرمان اور کافی رقم دیکر ایک وزیر کو بھیجا۔ آپ نے فرمایا۔ ضرورت مندوں کو دو ہمارے خواجگان چشت نے ان چیزوں سے ہمیشہ پرہیز کیا۔

روحانی و جسمانی اولاد:- حضرت بابا فرید کے نکاح میں غیاث الدین بلبن کی ایک لڑکی بی بی ہزیرہ بھی تھیں جن کے بطن سے چھ لڑکے اور تین لڑکیاں پیدا ہوئیں لڑکوں کی اولاد خوب پھیلی چنانچہ درگاہ نظام الدین اولیاء دہلی کے جتنے بھی پیرزادے ہیں وہ سب آپ کی اولاد میں سے ہیں۔

آپ کی روحانی اولاد بھی خوب پھیلی آپکے روحانی اقتدار کا دائرہ ہندوستان

پاکستان بغداد میں اب بھی پھیلا ہوا ہے۔ تذکرہ نویسوں کا خیال ہے کہ آپ کے عقیدتمندوں کی تعداد تمام اولیائے کرام کے عقیدتمندوں سے زیادہ ہے۔
آپ کے متعدد خلفا ہوئے جن میں حضرت قطب جمال الدین ہانسویؒ خواجہ نظام الدین اولیاءؒ حضرت مخدوم علاؤالدین صابر کلیریؒ ممتاز ہیں۔

آپ کے ملفوظات آپ نے فرمایا کہ چار چیزیں ایسی ہیں جن کی بابت سات سو مشائخ اور بزرگوں سے سوال کیا اور سب نے ایک ہی جواب دیا۔ ایک یہ کہ تمام لوگوں میں سے سب سے زیادہ عقلمند کون ہے اس کا جواب دیا۔ دنیا کو ترک کرنے والا۔ دوسرے یہ کہ تمام لوگوں میں سب سے زیادہ بزرگ کون ہے اس کا جواب دیا گیا کہ جو کسی چیز سے متغیر نہ ہو تیسرے یہ کہ تمام لوگوں میں سب سے زیادہ دولت مند اور مالدار کون ہے جواب دیا گیا۔ قناعت کرنیوالا۔ چوتھے یہ کہ سب لوگوں میں محتاج کون شخص ہے جواب دیا گیا قناعت ترک کرنے والا۔
آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا بندہ خدا تعالیٰ کے سامنے ہاتھ اٹھائے اور وہ اسے نامراد لوٹا دے اس سے اللہ تعالیٰ شرمندہ ہوتا ہے۔
صوفی کے متعلق فرمایا کہ حقیقت میں صوفی وہ ہے جس کی برکت کی وجہ سے تمام چیزیں صفائی قبول کریں اور اسے کوئی چیز زنگ آلود نہ کر سکے۔ یہ بھی فرمایا کہ بہت سی باتیں ایسی ہیں جو دل کو غافل کر دیتی ہیں اگر بات کا اول و آخر خدا کے لئے ہو تو اسے منہ سے نکالنا چاہیئے ورنہ خاموشی اختیار کرنا ضروری ہے۔ حضرت بابا صاحبؒ سے مندرجہ ذیل مختصر اقوال بھی صاحب سیر الاولیاء نے نقل کئے ہیں۔
(۱) جاہل تو نادان کو زندہ نہ خیال کرو (۲) دنیاوی جاہ مال کے لئے

اندیشہ و فکر نہ کرو (۳) موت کو کبھی اور کسی جگہ نہ بھولو (۴) گناہ کر کے شیخی بگھارنا سخت معیوب ہے (۵) نفس کو مال و دولت کے لئے ذلیل ہونے تدر نہ کرو (۶) نعمت خداوندی کی شکر گزاری کرو (۷) جب اہل دولت کے ساتھ بیٹھو تو دین کو فراموش نہ کرو (۸) اپنے عیب کو ہمیشہ پیش نظر رکھو (۹) اگر تم ذلیل و رسوا ہونا نہیں چاہتے تو کبھی کسی سے لڑائی نہ کرو (۱۰) اگر عزت و سربلندی کے طالب ہو تو مفلسوں اور شکستہ دلوں کے پاس بیٹھو (۱۱) اگر تمہیں آسودگی و آسائش پیش نظر ہے تو حسد نہ کرو (۱۲) اس امر میں بہت کوشش کرو کہ مرنے سے ہمیشہ کی زندگی یاد رہے (۱۳) جو تم سے ڈرتا ہے تم اس سے ڈرو (۱۴) جس نے تمہارے ساتھ نیکی کی ہے اس کی نسبت نیکی کرنے کا خیال کرو (۱۴) اپنے قدیم خاندان کی حرمت و عزت محفوظ رکھو (۱۵) جہاں تک ہو سکے عورتوں کو گالیاں دینے کی عادت پیدا نہ کرو (۱۶) ہر روز آئی دولت اخلاق کی طلب میں رہنا چاہئے (۱۷) باطن ظاہر سے عمدہ اور بہتر رکھو (۱۸) آرائش و نمائش میں کوشش نہ کرو (۱۹) جب خدا کی مقرر کی ہوئی تکلیف تیری طرف ہو تو اس سے اعتراض نہ کرو (۲۰) دشمن سے مشورہ مت لو (۲۱) خدا ترس وزیر کی سپردگی میں ملک دینا چاہئے (۲۲) دوست کو اچھے اخلاق کے ذریعہ اپنا گرویدہ بنا لو (۲۳) دنیا پرستی کرنا گویا بلا خانہ لو (۲۴) علم دین کی حفاظت و نگہداشت کرو (۲۵) اگر تم ساری مخلوق کو اپنا دشمن بنانا چاہتے ہو تو تکبر کی صفت پیدا کرو (۲۶) اپنے اچھے برے کو لوگوں سے مخفی رکھو۔

حضرت شیخ بہاءالدین زکریا ملتانی رح

حضرت شیخ کا خاندان اور آپکی ابتدائی زندگی

حضرت شیخ بہاءالدین زکریا ملتانی رح قبیلہ قریش سے تعلق رکھتے تھے آپ نے دادا کا نام حضرت کمال الدین علی شاہ اور والد محترم کا نام مولانا شیخ وجیہہ الدین تھا آپ کے دادا حضرت کمال الدین شاہ قریشی مکہ معظمہ سے عہد چنگیزی میں خوارزم آگئے اور وہاں سے ملتان آکر سکونت اختیار کرلی یہاں آپ کے فرزند شیخ وجیہہ الدین پیدا ہوئے جن کی شادی مولانا حسام الدین ترمذی کی صاحبزادی سے کردی مولانا حسام الدین ملتان کے قریب قلعہ کروڑ میں رہا کرتے تھے مولانا وجیہہ الدین بھی اپنے خسر کے ساتھ قلعہ کوٹ میں رہنے لگے اور یہیں حضرت شیخ بہاءالدین زکریا کی ولادت باسعادت ہوئی اس بچہ کو خداوند تعالیٰ نے ایک خاص مقصد کے لیے پیدا کیا اس لیے کم عمری میں ہی آپ کو اخلاق و عادات اور باطنی اوصاف سے نوازا تھا

بچپن میں ہی آپ دوسرے بچوں کے لئے ایک نمونہ اور مثال تھے۔ جب آپکی عمر بارہ سال کی ہوئی تو والدماجد کا سایہ سر سے اٹھ گیا اور آپ دنیا کے مصائب کا مقابلہ کرنے کے لئے تنہا رہ گئے لیکن مطلق پریشان نہیں ہوئے بلکہ اپنے آپ کو ظاہری و باطنی علوم سے

آراستہ کرنے میں لگ گئے کلام پاک حفظ کیا۔ ساتوں قراتوں میں مہارت پیدا کی۔

حصول علم کی خاطر ترک وطن:۔

طالب علم کا بے حد شوق تھا اس لئے ترک وطن کرکے خراسان کی طرف چل کھڑے ہوئے یہاں پہونچکر سات سال تک علماء و فضلاء سے علوم ظاہری و باطنی حاصل کرتے رہے خراسان سے بخارا چلے گئے جہاں آپ نے علم میں کمال حاصل کیا۔ اس وقت اگرچہ آپ کی عمر ۲۰ سال سے زیادہ نہ تھی لیکن علم و فضل کا یہ عالم تھا کئی علماء فضلاء آپ سے علمی فیض حاصل کرتے تھے۔

بخارا سے حج کے ارادے سے مکہ معظمہ تشریف لے گئے وہاں سے روضۂ نبوی ؐ کی زیارت کے لئے مدینہ طیبہ حاضر ہوئے پانچ برس تک حضور کے روضۂ اقدس کی مجاوری کرتے رہے اور اس کے ساتھ ہی ساتھ مولانا کمال الدین محمد یمنی جو اپنے عہد کے بہت بڑے محدث تھے ان سے حدیث پڑھتے رہے۔ مدینہ منورہ سے تزکیہ نفس اور اصلاح باطن کے لئے بیت المقدس چلے گئے۔

بیت المقدس سے حضرت شیخ بغداد پہنچے یہ وہ زمانہ تھا جب کہ بغداد اور اس کے اطراف میں شیخ الشیوخ حضرت شہاب الدین سہروردی کے سرچشمہ فیض سے سینکڑوں طالبان حق سیراب ہو رہے تھے اور آپ کی معرفت و علوم کی بڑی شہرت تھی حضرت شیخ بھی آپ کے حلقہ ارادت میں شامل ہو گئے ابھی صرف سترہ روز ہی ہوئے تھے کہ شیخ الشیوخ نے خرقہ خلافت عطا کیا۔ شیخ الشیوخ کے مرید جو سالہا سال سے خدمت کر رہے تھے بول اٹھے ہم تو اتنے

ہم نے اتنے دنوں تک خدمت کی لیکن ہم کو یہ نعمت نہیں ملی مگر ایک شخص
آیا اور سترہ دن قیام کیا اور شیخ ہو گیا شیخ الشیوخ نے جواب دیا کہ تم گیلی
لکڑیوں کی طرح ہو جن میں آگ مشکل اور دیر سے لگتی ہے بہاؤ الدین
زکریا سوکھی ہوئی لکڑیوں کے مانند ہیں جن میں آگ جلد لگ جاتی ہے۔

ملتان میں قیام خرقہ خلافت پانے کے بعد حضرت شیخ بہاؤ الدین
زکریا رح کو اپنے مرشد کی طرف سے حکم ملا کہ ملتان
واپس جاؤ اور وہیں رہو۔ خداوند تعالیٰ نے تم کو اس ملک کے باشندوں کی ہدایت
و رہنمائی کے لئے پیدا کیا ہے۔ یہ حکم ملتے ہی آپ خشنود ہوتے ہوئے ملتان
تشریف لائے آپ کا قیام شمالی ہندوستان کے لئے ایک نعمت ثابت
ہوا آپ کا چشمہ فیض جاری ہو گیا۔ جس سے تمام ہندوستان کے لوگ خصوصاً
پنجاب اور سندھ کے لوگ بہت مستفید ہوئے آپ کی خانقاہ علوم ظاہری
و باطنی کا سب سے بڑا مرکز تھی تھوڑے ہی عرصے میں آپ کے فیوض و برکات
سے پنجاب اور سندھ کا علاقہ منور ہو گیا۔ اور آپ کا زمانہ خیر الانصار و زینت
زمانہ کہلایا۔ آپ کی عظمت و بزرگی اور کام کا اندازہ شیخ محمد نور بخش کے
اس تبصرہ سے لگتا ہے جس کو شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے اخبار الاخیار
میں نقل کیا۔

"حضرت شیخ بہاؤ الدین زکریا ملتانی رح ہندوستان میں تاج الاولیا
تھے علوم ظاہری کے جلیل القدر عالم اور مکاشفات و مشاہدات
احوال میں درجہ کمال کو پہنچے ہوئے تھے ان سے اکثر اولیاء اللہ
کے سلسلے پھوٹ نکلے لوگوں کو ہدایت کی راہ دکھائی اور ان کو کفر
سے ایمان کی طرف گناہ سے نیکی کی طرف اور نفسانیت سے روحانیت
کی طرف لائے اور یہ بڑی شان رکھتے تھے۔"

خود شیخ عبد الحق رح کے الفاظ ملاحظہ فرمائیے:۔

"حضرت شیخ بہاء الدین ہندوستان کے بزرگ ترین اولیاء اللہ میں سے تھے صاحب کرامات اور صاحب مقامات تھے۔ میر حسینی اور شیخ فخر الدین عراقی جیسے حضرات نے آپ سے تربیت روحانی حاصل کی"۔

حضرت شیخ کی زندگی کے چند اہم واقعات

آپ کے زمانہ قیام میں ملتان کا حاکم ناصر الدین قباچہ تھا۔ قطب الدین ایبک کے انتقال کے بعد جب سلطان التمش ہندوستان کا بادشاہ ہوا تو اس نے شاہ دہلی کی اطاعت سے نکل کر اپنی خودمختاری کا اعلان کر دیا اور التمش کا حریف ہو گیا۔

حضرت شیخ بہاء الدین زکریا کا قلبی میلان سلطان التمش کی طرف تھا کیوں کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ وہ زاہد و متقی اور پابند شریعت تھا اور اسی وجہ سے اولیاء اللہ میں شمار کیا جاتا ہے ناصر الدین قباچہ نے سلطان کی بڑھتی ہوئی طاقت کو دیکھ کر اس کے خلاف سازش کی حضرت شیخ اور اس زمانہ کے ملتان کے قاضی مولانا شرف الدین اصفہانی نے اس سازش کو اسلام اور مسلمانوں کے لئے نقصان رساں جانا اور سلطان کو اطلاع دینے کے لئے دو خط علیحدہ علیحدہ سلطان کے نام تحریر کئے یہ دونوں خط اتفاق سے سلطان کو تو پہونچے نہیں بلکہ اس کے حریف قباچہ کے ہاتھ لگ گئے قباچہ ان کو پڑھ کر بہت غضب آلود ہوا اور فوراً حکم دیا کہ حضرت شیخ اور مولانا شرف الدین کو گرفتار کر کے پیش کیا جائے چنانچہ دونوں گرفتار ہو کر قباچہ کے روبرو پیش ہوئے قباچہ نے شیخ کو اپنی داہنی جانب بٹھایا اور قاضی شرف الدین کو اپنے سامنے بیٹھنے کا حکم دیا اور ان کو خط کو ان کے ہاتھ میں دیدیا قاضی شرف الدین خط پڑھ کر خاموش ہو گئے قباچہ

نے جلاد کو حکم دیا کہ اسی وقت قتل کر دیئے جائیں جلاد نے آگے بڑھ کر سر کاٹ دیا جب شیخ بہاء الدین کے ہاتھ میں ان کا خط دیا گیا آپ نے نہایت اعتماد اور عزم سے جواب دیا کہ بیشک یہ میرا خط ہے میں نے جو کچھ کیا اللہ کے حکم سے کیا اور جو کچھ لکھا اللہ کے حکم سے صحیح لکھا" قباچہ یہ سنکر لرز گیا اور اس پر ایسی ہیبت طاری ہو گئی چنانچہ معذرت کر کے آپ کو نہایت اعزاز و اکرام کے ساتھ رخصت کیا۔

ایک بار ملتان میں سخت قحط پڑا حاکم ملتان غلہ کی وجہ سے بہت پریشان تھا آپ نے غلہ کی ایک بڑی مقدار اور اس میں سونے کے سکوں کے دو توڑے رکھ کر حاکم ملتان کو بھیجی جب غلہ اس کے پاس پہونچا تو غلہ کے ڈھیر سے دو توڑے بھی نکلے حاکم ملتان نے شیخ کو اطلاع دی آپ نے فرمایا غلہ کے ساتھ اس کو بھی مساکین میں تقسیم کر دیا جائے ایک مرتبہ آپ کے پاس گدڑی پوش قلندروں کی ایک جماعت آئی اور آپ سے مالی مدد چاہی آپ نے اس جماعت سے بیزاری کا اظہار فرمایا اس پر قلندروں نے نہایت گستاخی شروع کر دی اور اینٹ دھیلے سے مارنے لگے آپ نے نہایت حلم و بردباری کی وجہ سے جواباً کوئی اقدام نہیں کرنے دیا بلکہ خادم سے کہا کہ دروازہ بند کر دو۔ قلندروں نے دروازہ پر پتھر مارنا شروع کر دیئے حضرت شیخ نے کچھ تامل کے بعد خادم سے فرمایا کہ دروازہ کھول دو میں اس جگہ شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی کا بٹھایا ہوا ہوں خادم نے دروازہ کھول دیا قلندر بہت شرمندہ ہوئے۔ اور اپنے قصور کی معافی چاہی آپ نے معاف کر دیا۔ عبادت و ریاضت اور کلام پاک کی تلاوت سے بڑا شوق و ذوق رکھتے تھے دو رکعت کی نیت کر کے پورا قرآن ایک ہی رکعت میں ختم فرمالیا کرتے تھے آپ کا یہ معمول تھا کہ تہجد کی نماز کے بعد کلام پاک شروع کرتے اور فجر کی نماز کی سنتوں تک پورا ختم کر لیتے۔

جو درحقیقت آپ کی فطرت بن چکی تھی اس سلسلہ میں عجیب و غریب واقعات تذکرہ نویسوں نے لکھے ہیں۔ ایک مرتبہ آپ کے مریدوں کا ایک جہاز غرق ہونے لگا تو نہایت پریشانی میں انہوں نے آپ سے روحانی مدد طلب کی۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ سے وہ جہاز بچ گیا چار بڑے بڑے تاجر موجود تھے جو موتی اور جواہرات کی تجارت کرتے تھے جب جہاز عدن کے ساحل پر پہنچا تو ان سے تاجروں نے اپنے مال کا تیسرا حصہ حضرت کی خدمت میں پیش کرنے کا عہد کیا۔ اور ان تاجروں کی جانب سے خواجہ فخر الدین گیلانی نقد جواہرات لیکر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے قبول تو کر لیا لیکن تین دن کے اندر یہ تمام رقم فقراء و مساکین پر تقسیم کر دی۔ جواہرات کی قیمت ستر لاکھ روپیہ تھی خواجہ فخر الدین گیلانی یہ دیکھ کر بہت متاثر ہوئے اور وہ دنیا کو چھوڑ کر حضرت کے حلقہ ارادت میں شامل ہو گئے اور اپنا تمام مال فقراء میں تقسیم کر دیا پانچ برس شیخ کی خدمت کی پھر حج کے ارادے سے مکہ معظمہ جانے کے لئے روانہ ہوئے لیکن راستہ ہی میں جنت کی راہ لی۔

حضرت شیخ کی وفات کا عجیب و غریب واقعہ

وفات کے روز اپنے حجرہ میں عبادت الٰہی میں مصروف تھے کہ حجرہ کے باہر ایک نورانی صورت بزرگ ظاہر ہوئے اور آپ کے صاحبزادے حضرت شیخ صدر الدین کے ہاتھ میں ایک سربمہر خط دیا اور کہا کہ یہ ضروری خط ہے شیخ کی خدمت میں جلد از جلد پہنچا دیا جائے حضرت صدر الدین خط کا عنوان دیکھکر حیران ہوئے اور والد بزرگوار کی خدمت میں پیش کر کے باہر آئے تو قاصد کو نہ پایا خط پڑھتے ہی حضرت شیخ زکریا کی روح اپنے خالق سے جا ملی۔ اور غیب سے ایک آواز بلند ہوئی دوست دوست کے پاس چلا گیا یہ سن کر شیخ صدر الدین دوڑتے ہوئے والد محترم کے کمرے میں گئے دیکھا کہ آپ رحلت فرما چکے ہیں رحلت کے وقت سو سال کی عمر تھی تاریخ وفات ۷ صفر ۶۶۶ھ ہے مزار مبارک ملتان شریف

حضرت شیخ نے پہلے بعد دیگرے دو نکاح کیے پہلی زوجہ سے شیخ صدر الدین عارف پیدا ہوئے جو مرد کامل اور جلیل القدر صوفی ہوئے ہیں اپنے والد بزرگوار کی تمام روحانی خصوصیات آپ میں جمع تھیں۔

دوسری بیوی سے چھ لڑکے اور دو لڑکیاں پیدا ہوئیں۔

آپ کے خلفا اور مریدین میں شیخ حسن افغان شیخ فخر الدین عراقی اور شیخ امیر حسینی شیخ جمال الدین خنداں شیخ نجیب الدین علی برغش خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

آپ کے ملفوظات: فرماتے ہیں کہ بندہ پر واجب ہے کہ سچائی اور اخلاص سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے اور اس کی عبادت اور اذکار میں شرک اور بدعت سے پرہیز کیا جائے اور یہ اسی وقت ہو سکتا ہے کہ جب بندہ اپنے باطنی احوال کو درست کرے ہر قول و فعل کے وقت اپنے نفس کا محاسبہ کرے ضرورت کے مطابق اس کے سوا کوئی بات نہ کہے اور نہ کوئی کام کرے جب بھی کوئی بات کہنا چاہیے یا کوئی کام کرنا چاہیئے تو اللہ تعالیٰ سے التجا کرے اور اس سے نیک عمل کی توفیق چاہے۔

دوسرے موقعہ پر اپنے مرید کو نصیحت فرماتے ہیں کہ تم ذکر خداوندی کو اپنے اوپر لازم کر لو ذکر ہی سے طالب ذات باری تک پہونچ سکتا ہے محبت ایک ایسی آگ ہے جو تمام میل کچیل کو جلا ڈالتی ہے ذکر ہی وہ ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تم اللہ کو بہت زیادہ یاد کرو تاکہ کامیاب ہو جاؤ۔ ایک نصیحت میں اپنے مریدین سے کہا بدن کی سلامتی تھوڑا کھانے میں ہے اور روح کی سلامتی گناہ سے دور رہنے میں ہے اور دین کی سلامتی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے میں۔

حضرت مخدوم علاؤالدین

علی احمد صابر کلیری ؒ

حضرت مخدوم علاؤالدین حضرت بابا فرید گنج شکر ؒ کے بزرگ ترین خلفا ہیں۔ آپ کی ذات گرامی سے عجیب عجیب کرامتیں ظاہر ہیں جن کو سنکر انسان حیران رہ جاتا ہے آپ میں صفت جلال کا غلبہ تھا اس کے علاوہ حالت جذب اس قدر بڑھی ہوئی تھی کہ انسانی عقل حیران رہ جاتی ہے

حضرت مخدوم کی ابتدائی زندگی :۔ حضرت مخدوم نجیب الطرفین تھے آپ کے والد محترم حضرت غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ کے پوتے تھے اور والدہ ماجدہ حضرت بابا فریدالدین گنج شکر کی بہن تھیں آپ موضع کھوت وال (ملتان) میں ۱۹ ربیع الاول ۵۹۲ھ مطابق ۱۱۹۶ء کو پیدا ہوئے۔

بچپن ہی سے آپ کی ذہانت اور حافظہ کا یہ عالم تھا کہ دوسرے بچے جو تعلیم مہینوں میں حاصل کرتے آپ چند دنوں میں حاصل فرما لیتے تھے چنانچہ آٹھ سال کی دینی تعلیم نے جو عام طور پر گھر پر ہی ہوئی آپ کو علوم ظاہری میں کامل کر دیا۔ لیکن آپ کا میلان علوم باطنی کی طرف زیادہ تھا اس کے حصول کے لئے آپ ہر وقت بے چین اور پریشان رہتے

آپ کی والدہ محترمہ نے آپ کی یہ کیفیت دیکھ کر آپ کو اپنے برادر حقیقی
حضرت بابا فرید الدین گنج شکر کی خدمت میں لے گئیں اور کہا کہ اس کو باطنی
علوم میں مکمل کر دو۔ بابا فرید الدین رح نے بھانجے کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے
اور فرمایا بہن میں تمہارا شکر گزار ہوں کہ تم نے ایسا سعادت مند فرزند
لا کر مجھے دیا ہے جو سارے جہان کو روشنی دینے والا ہے۔ فرید بابا
نے اپنے سعادت مند بھانجے کی روحانی تربیت شروع کر دی تھوڑے
ہی عرصہ میں آپ کا قلب تو معرفت سے منور ہو گیا آپ کے ماموں
فرید بابا نے اپنے ہاتھ پر بیعت فرما لیا بیٹے کی تکمیل روحانی کے بعد
ماں کو اطمینان ہوا ایک روز اپنے بھائی سے کہا کہ میں تو ہرات جا رہی
ہوں تم میرے بچے کا خیال رکھنا ایسا نہ ہو کہ یہ بھوکا رہے اگر زندگی
نے وفا کی میں ہرات سے واپس آ کر اپنے بچے کی شادی کر دوں گی" بھائی نے
بہن کی باتیں سن کر تبسم فرمایا اور حضرت مخدوم کو ان کی والدہ کے سامنے بلا کر
حکم دیا کہ بیٹا آج سے تم مساکین اور فقراء میں لنگر تقسیم کیا کرو۔ آپ کی
والدہ ہرات چلی گئیں حضرت مخدوم نے لنگر خانہ کا انتظام اپنے ہاتھ
میں لینے کے بعد اس کو نہایت حسن و خوبی کے ساتھ انجام دیا آپ کا
معمول تھا کہ آپ نماز اشراق پڑھنے کے بعد اپنے حجرے سے نکلتے اپنی
آنکھوں کے سامنے غرباء و مساکین میں کھانا تقسیم کر دیتے تقسیم کے بعد پھر
اپنے حجرے میں چلے جاتے اور عبادت و ریاضت میں مصروف ہو جاتے
مغرب تک یہ سلسلہ جاری رہتا۔ مغرب کی نماز کے بعد پھر باہر تشریف
لاتے اور لنگر تقسیم کرتے اس زمانہ میں آپ نے کھانا پینا بالکل ترک کر
دیا تھا اور جذب کا غلبہ انتہائی شدت کے ساتھ طاری تھا جلال بھی طبیعت میں

پیدا ہو چکا تھا آپ کے حجرے کے قریب کوئی جا نہیں سکتا تھا۔
جب والدہ ماجدہ ہرات سے تشریف لائیں اپنے نورِ نظر کو دیکھ کر رو پڑیں کیوں کہ آپ کثرت سے عبادت وریاضت اور ترکِ طعام کی وجہ سے نہایت لاغر ہو گئے تھے بھائی سے شکایت کرتے ہوئے کہا کہ تم نے میرے بچے کو بھوکا رکھا دیکھو کتنا لاغر ہو گیا ہے۔
بھائی نے فرمایا بہن! میں نے تمہارے سامنے تو اس کو لنگر خانہ کا منتظم بنا دیا تھا۔ بھانجے سے پوچھا تو اس نے کہا کہ مجھے لنگر تقسیم کرنے کا حکم دیا گیا تھا نہ کہ اس میں سے کھانے کا یہ جواب سُن کر سب حیران رہ گئے فرید بابا رح نے فرمایا یہ صابر ہے خدا تعالیٰ نے اس کو کھانے کے لئے پیدا ہی نہیں کیا اس واقعہ سے اندازہ لگائیے کہ آپ کا صبر کس قدر انتہا کو پہنچا ہوا تھا۔
حضرت مخدوم کی شادی کا عجیب واقعہ:۔ آپ کی شادی کا واقعہ بھی نہایت حیرت انگیز عجیب ہے آپ کی والدہ ماجدہ جب ہرات سے تشریف لائیں تو بھائی سے کہا کہ میں اپنے نورِ نظر کی شادی تمہاری لڑکی کے ساتھ کرنا چاہتی ہوں فرید بابا کی صاحبزادی خدیجہ بیگم نہایت حسین جمیل تھیں اور سلطان غیاث الدین کی بیٹی کے لطن سے پیدا ہوئی تھیں فرید بابا نے بہن کو جواب دیا کہ صابر شادی کے قابل نہیں ہے وہ ہر وقت حالت جذب وجلال میں رہتا ہے۔ بہن نے اس جواب کو سن کر یہ سمجھا کہ میں بیوہ ہوں اور میرا لڑکا یتیم اور مفلس ہے اس لئے بھائی اپنی لڑکی دینے سے انکار کر رہے ہیں بہن نے اس کا اظہار بھائی سے بھی کیا بہن کا یہ طعنہ سن کر فرید بابا رح نے حضرت مخدوم سے خدیجہ بیگم کا نکاح کر دیا۔ نکاح کے بعد جب رات ہوئی تو دلہن کو آپ کے حجرے میں

پہنچا دیا۔ جب خدیجہ بیگم کمرے میں داخل ہوئیں تو آپ عبادت الٰہی میں
مصروف تھے اس لئے وہ خاموش بیٹھ گئیں اور آپ بدستور نماز و عبادت
الٰہی میں مصروف رہے جب نماز سے فارغ ہوئے تو خدیجہ بیگم سے پوچھا تو
کون ہے؟ انہوں نے دست بستہ عرض کیا میں آپ کی بیوی ہوں حضرت
مخدوم نے نہایت غضبناک ہو کر فرمایا خدا تو فرد ہے۔ بیوی سے مجھے کیا واسطہ
آپ کا یہ کہنا تھا کہ زمین سے آگ پیدا ہوئی جس نے دلہن کو جلا کر خاکستر کر
دیا۔ آپ کی والدہ اس صدمہ کو برداشت نہ کر سکیں اور چند دن تک مرض
تپ دق میں مبتلا ہو کر رحلت کر گئیں۔

حضرت مخدوم کی کلیر شریف آمد:۔ کچھ عرصہ کے بعد فرید بابا رح نے اپنے
مرید اور عزیز بھانجے کو خلافت سے سرفراز کیا اور حکم نامہ لکھ کر کلیر جانے کی اجازت
دی جب حضرت مخدوم کلیر میں تشریف لائے تو ایسے چند علماء نے جو آپ کے مرتبہ اور
بزرگی کو نہیں پہچانتے تھے آپ کی مخالفت شروع کر دی آپ کو اور آپ کے
مریدین کو طرح طرح کی ایذائیں دینی شروع کیں پہلے تو آپ نے انتہائی صبر و ضبط
سے کام لیا۔ لیکن ان لوگوں کی ایذا رسانی انتہا کو پہنچ گئی اسی اثنا میں ایک
روز حضرت مخدوم نماز جمعہ سے قبل ہی جامع مسجد میں تشریف لے گئے آپ کے
ساتھ آپ کے مرید بھی تھے آپ اور آپ کے ساتھی پہلی صف میں بیٹھ گئے علماء
کی جماعت آئی انہوں نے دیکھا کہ پہلی صف گھری ہوئی ہے تو حضرت مخدوم کے
خادموں اور ساتھیوں سے کہا کہ یہ جگہ تمہارے لائق نہیں ہے تم یہاں سے
اٹھ جاؤ خادموں نے اٹھنے سے انکار کیا جب علماء نہایت سختی سے پیش آنے
لگے تو آپ نے مراقبہ سے سر اٹھایا اور فرمایا اس علاقہ کا صاحب ولایت آگے
بیٹھنے کے لائق ہے انہوں نے جواب دیا کہ تمہاری ولایت کی کیا دلیل؟ آپ نے جواب

میں فرمایا کہ ہماری ولایت کی دلیل یہ ہے کہ تم سب ابھی مرجاؤ گے اور یہ شہر بھی تباہ ہوجائے گا یہ کہکر آپ اپنے ساتھیوں سمیت مسجد سے نکل آئے آپ کے مسجد سے نکلتے ہی مسجد گر کر ڈھیر ہوگئی شہر میں کوئی بیماری پھیلی جس نے وہ ویران اور تباہ ہوگیا کلیر کی تباہی کے بعد آپ کئی سال تک ایک گولر کے درخت کو پکڑے ہوئے رات دن کھڑے رہے آپ کے پیر و مرشد کو جب اس حالت کا علم ہوا تو حضرت شیخ شمس الدین ترک پانی پتی کو بھیجا وہ حضرت مخدوم کی خدمت میں آئے اور حضرت کے پیچھے بیٹھ کر اشعار پڑھنا شروع کیا حضرت نے آنکھیں کھولدیں اور بیٹھ گئے حضرت شیخ شمس الدین نے موقع کو غنیمت جانتے ہوئے عرض کیا کہ میں حضرت کی خدمت میں رہنا چاہتا ہوں اس درخواست کو قبول فرمائیں آپ نے اجازت دیدی لیکن ہدایت کی کہ کبھی میرے سامنے نہ آنا ہمیشہ پشت کے پیچھے سے بات کرنا حضرت شیخ شمس الدین آپ کی خدمت میں رہنے لگے اور ہمیشہ آپکی ہدایت کا خیال رکھتے وضو کے لیے پانی لاتے یا کھانے کے لئے گولر لاتے تو پیچھے سے ہاتھ بڑھا کر گود میں رکھ دیتے روزہ کے افطار کے وقت جب گولر اپنے سامنے رکھے ہوئے دیکھتے تو فرماتے خداوند تعالیٰ کھانے سے بالکل پاک ہے اس کے بعد خود ہی فرماتے اچھا وہ خدا خدا ہی ہے اور آدمی آدمی ہی ہے غرضیکہ آپکا جذب جلال انتہا کو پہونچ چکا تھا عبادت ریاضت کا یہ عالم تھا کہ رات دن استغراق رہتا ہمیشہ سکر میں ڈوبے رہتے۔

حضرت مخدوم کے صاحب کرامت خلیفہ حضرت شیخ شمس الدین ترک پانی پتی

جن کا اوپر ذکر ہوچکا ہے اپنے زمانے کے بہت بڑے بزرگ تھے آپ کا شمار جلیل القدر اولیاء اللہ میں سے ہے آپ حضرت مخدوم کی خدمت میں ۲۴ سال تک رہے اور اس قدر خدمت کی کہ اپنی پوری زندگی کو آپ کی خدمت کیلئے

وقف کر رکھا تھا کبھی ایک روز کیلئے بھی حضرت مخدوم سے جدا نہیں ہوئے جب
پورے ۴۲ برس گذر گئے اور قلب نور باطن سے منور ہو گیا تو حضرت مخدوم
نے اپنے مرید ترک تازمیار سے کہا جاؤ شاہی سواروں میں ملازمت کرو اور
شاہی فوج کو نیکی کے راستہ پر لاؤ جس روز بھی تم سے کوئی کرامت ظاہر ہو گی
اسی روز میرا انتقال ہو گا۔

پیر و مرشد کا حکم ملتے ہی آپ کلیر سے روانہ ہو گئے اور سلطان علاؤالدین
خلجی کے سواروں میں نوکر ہو گئے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب سلطان علاؤالدین خلجی
چتوڑ کے قلعہ کا محاصرہ کئے ہوئے پڑا تھا حضرت شیخ ایک معمولی سپاہی کی حیثیت
سے نہایت دیانت و امانت کے ساتھ کام انجام دیتے رہے اور خاموشی سے
تبلیغ اسلام کرتے رہے اور مسلمانوں کو نیکی و اخلاق کی تلقین کرتے رہے۔

سلطان خلجی نے مسلسل محاصرہ جاری رکھا لیکن وہ قلعہ فتح نہ کر سکا اور
ناکام رہا آخر وہ فقراء اور مشائخ کی تلاش میں لگ گیا کہ کوئی ایسا بزرگ مل جائے
جس کی دعا کی برکت سے فتح نصیب ہو فقراء کی تلاش میں سرگردانی دیکھ
کر ایک حقیقت شناس مرید بزرگ نے کہا کہ تم فقراء کی تلاش میں کیوں سرگرداں
ہوتے ہو خود تمہارے لشکر میں ایک خدا تک پہنچا ہوا بزرگ موجود ہے اگر وہ
دعا کرے گا تو تمہاری فتح یقینی ہے۔ اس بزرگ کی علامت یہ ہے کہ آج رات کو جب
ہوا چلے گی تو تمام لشکر والوں کے چراغ گل ہو جائیں گے لیکن اس کا چراغ
روشن رہے گا اور وہ تلاوت کلام اللہ میں مصروف رہے گا سلطان خلجی رات کا
نہایت بے چینی سے انتظار کرنے لگا رات آئی سخت آندھی چلی تمام لشکر
والوں کے چراغ گل ہو گئے صرف ایک چراغ جلتا رہا سلطان خلجی
فوراً اس خیمہ میں پہنچا تو دیکھا کہ حضرت شمس الدین تلاوت کلام پاک میں

نہایت استغراق کے ساتھ مصروف ہیں سلطان دست بستہ ایک کونہ میں کھڑا ہو گیا جب تلاوت کر چکے تو سلطان کو دیکھا تعظیم کے لیے اٹھے اور اس وقت آنے کی وجہ پوچھی سلطان نے معذرت کی کہ میں آپ کی قدر و منزلت نہ کر سکا آپ مجھے معاف کریں۔ اس کے بعد دعا کی درخواست کی آپ نے فرمایا میں یہاں سے تین کوس جا کر دعا کروں گا آپ فوراً قلعہ پر حملہ کر دیں انشاء اللہ قلعہ فتح ہو جائے گا۔ سلطان نے بڑے عزت و احترام کے ساتھ رخصت کیا آپ نے تین کوس پر جا کر دعا کی قلعہ فتح ہو گیا۔ حضرت شیخ کو اس وقت اپنے پیر و مرشد کی بات یاد آئی اور سمجھ لیا کہ آج حضرت مخدوم کا انتقال ہو گیا ہے۔

حضرت مخدوم کا انتقال:۔ جس وقت حضرت شیخ شمس الدین کی دعا کی برکت سے قلعہ چتوڑ فتح ہو رہا تھا حضرت مخدوم اسی وقت اللہ سے جا ملے تاریخ وفات ۱۳ ربیع الاول ۶۹۰ھ ہے عزیز ترین مرید کو یقین ہو چکا تھا کہ پیر و مرشد کا انتقال ہو چکا ہے اس لیے دوڑتے ہوئے کلیر پہنچے دیکھا کہ نعش مبارک رکھی ہوئی ہے۔ اور جنگل کے جانور اس کی حفاظت کر رہے ہیں۔ حضرت شیخ نے تجہیز و تکفین کے بعد حضرت مخدوم کے جسم مبارک کو سپرد خاک کر دیا۔

مزار شریف کلیر میں ہے اور مرجع خاص و عام ہے

حضرت شیخ شرف الدین بوعلی شاہ قلندر پانی پتی

نام و نسب اور حضرت شیخ کی ابتدائی زندگی شیخ شرف الدین نام اور بوعلی قلندر لقب تھا آپ کا نسب چند واسطوں سے حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ تک سے جا ملتا ہے والد ماجد کا اسم گرامی حضرت شیخ فخر الدین اور والدہ محترمہ کا نام بی بی حافظہ جمال تھا والد ماجد اپنے زمانہ کے بہترین عالم اور مقتدر بزرگ تھے ان کی پہلی شادی حضرت شیخ بہاء الدین زکریا ملتانیؒ کی صاحبزادی سے ہوئی جن کے انتقال کے بعد مولانا سید نعمت اللہ ہمدانی کی دختر نیک اختر بی بی حافظہ جمال سے عقد ہوا اس عقد کے بعد شیخ فخر الدین نے عراق ہی میں مستقل قیام کا فیصلہ کیا چنانچہ عراق ہی میں آپ کے بڑے صاحبزادے شیخ نظام الدین پیدا ہوئے شیخ نظام الدین چھوٹی سی عمر میں بسلسلہ تجارت ہندوستان آگئے اور پانی پت میں سکونت اختیار کر لی ہونہار بیٹے کی جدائی شیخ کو ستانے لگی چنانچہ آپ ۶۰۰ھ میں عراق سے ہندوستان آگئے اور بیٹے کے ساتھ پانی پت

میں مستقل رہائش اختیار کرلی پانی پت کے زمانہ قیام میں حضرت شیخ بوعلی قلندر پیدا ہوئے تاریخ پیدائش ۶۰Xھ درج ہے۔

چھوٹی سی عمر میں تمام علوم ظاہری حاصل کیے اور ۲۰ سال تک دہلی میں قطب مینار کے پاس درس دیتے رہے اپنے عہد کے صف اول کے علماء میں شمار کیے جاتے تھے، نامور علماء آپ کی فضیلت واستعداد کے معترف تھے۔

کیفیت جذب وسکر:۔ دوران درس میں ایک روز جذب وسکر کی کیفیت پیدا ہوئی فوراً اٹھے علوم وفنون کی تمام کتابوں کو دریا میں ڈال دیا شہر چھوڑ کر جنگل کی طرف نکل گئے اور عبادت الٰہی میں مصروف ہوگئے دوران عبادت میں سخت مجاہدے کیے کئی کئی روز تک پانی میں بحالت استغراق کھڑے رہے کہ مچھلیاں تمام گوشت پنڈلی کا کھا گئیں ایک روز عبادت میں مصروف رہے کہ غیب سے آواز آئی شرف الدین ہم نے تیری عبادت کو قبول کرلیا مانگ کیا مانگتا ہے عرض کیا پروردگار تو عالم الغیب ہے مجھکو سوائے تیری ذات اقدس کے اور کچھ درکار نہیں اسی جگہ کھڑا تیری محبت میں جان دیدوں گا۔ پھر آواز آئی کہ پانی سے نکل تجھ سے بہت کام لینے ہیں پھر آپ نے عرض کیا میں دریائے محبت سے خود نہیں نکلوں گا اگر تجھکو نکالنا ہے تو نکالدے۔ پھر آپ پر استغراق طاری ہوگیا اسی حالت میں کیا دیکھتے ہیں کہ ایک بزرگ تشریف لائے اور انہوں نے گود میں اٹھا کر دریا کے کنارے پھینک دیا بعض تذکرہ نگاروں کا بیان ہے کہ یہ بزرگ حضرت علی کرم اللہ وجہہ تھے آپ کی روح مبارک کو اللہ تعالیٰ نے حضرت شیخ کی تعلیم وتلقین کے لئے بھیجا تھا چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے چند نکات وحدت تعلیم فرمائے اور غائب ہوگئے آپ اسی وقت سے مست الست ہوگئے اور علوم باطنی سے قلب منور ہوگیا اور اسی روز سے آپ بوعلی

قلندر کہلائے جانے لگے۔

مندرجہ بالا روایت کی بنا پر بعض تذکرہ نویسوں نے لکھا ہے کہ آپ نے کسی بزرگ اور پیر طریقت سے بیعت نہیں کی بلکہ سیدالاولیا حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے براہ راست فیض حاصل کیا اس کے برخلاف بعض نے آپ کی خلافت اور ارادت کو حضرت نظام الدین اولیا کی طرف منسوب کیا ہے۔ اخبارالاخیار میں حضرت شیخ محدث نے دونوں قولوں سے انکار کیا ہے صاحب سیرالاقطاب نے جزم اور یقین کے ساتھ آپ کی خلافت کو حضرت قطب الدین بختیار کاکی رح اور حضرت شیخ شہاب الدین عاشق خدا دہلوی سے منسوب کیا۔

حضرت کا پانی پت میں قیام اور فیوض برکات:۔ اس حکم خداوندی کے بعد پانی پت تشریف لائے اور آخر وقت تک یہاں مقیم رہے اور خلق خدا کو فیض پہونچاتے رہے سینکڑوں انسانوں نے آپ سے روحانی کمال حاصل کیا اور راہ طریقت پر گامزن رہے۔

بعض ایسے حضرات نے بھی آپ سے فیوض حاصل کیا جو آفتاب طریقت ثابت ہوئے ان میں کبیرالاولیا حضرت شیخ جلال محمود پانی پتی سر فہرست ہیں صاحب سیرالاقطاب نے نقل کیا ہے کہ کبیرالاولیاء نے اگرچہ شمس الاولیاء حضرت خواجہ شمس الدین ترک قدس اللہ سرہ، العزیز سے باضابطہ خلافت حاصل کی تھی لیکن ان کے کمال اور بزرگی میں حضرت شیخ بوعلی شاہ قلندر کی نظر کیمیا تاثیر کو بہت دخل ہے۔

روحانیت کی تعلیم وتلقین کے ساتھ ہی ساتھ پانی پت اور اس کے اطراف میں تبلیغ اسلام میں بھی آپ کا بہت نمایاں حصہ ہے کہا جاتا ہے کہ سینکڑوں غیر مسلم آپ کے دست حق پر مسلمان ہوئے پانی پت کے علاقہ میں جو مسلمان راجپوت آباد ہیں وہ حضرت بو علی شاہ قلندر ہی کے رشد وہدایت سے ہی مسلمان ہوئے ایک بڑا سردار راجپوتوں کا امیر سنگھ نامی آپ کے ہی ہاتھوں پر ایمان لایا اسی کے خاندان کے مسلمان راجپوت خوب پھیلے اور انہوں نے اسلام کیلئے خدمات انجام دیں۔ اس کے علاوہ دہلی کے شاہی دربار پر آپ کا کافی اثر تھا۔

آپ نہایت ہمت اور دلیری کے ساتھ بادشاہان وقت کو لوگوں کے ساتھ نیکی اور بھلائی کرنے پر آمادہ کرتے رہتے تھے حقیقت یہ ہے کہ اس وقت ہندوستان میں دو متوازی حکومتیں قائم تھیں ایک حکومت تو وہ تھی جس کا تعلق دہلی کے شاہی دربار سے تھا دوسری حکومت ان بوریہ نشینوں کی تھی کہ بڑے بڑے دار بادشاہ بھی ان کے سامنے جھکتے تھے اور ان کے پاس سے اخلاق وموعظت کے موتیوں سے دامن بھرتے تھے۔

بادشاہوں کو حضرت شیخ سے عقیدت سلطان جلال الدین خلجی کو حضرت خواجہ بو علی قلندر سے بے حد عقیدت تھی وہ آپ کے پاس سلوک وطریقت کی تعلیم کے لئے حاضر ہوتا تھا تھوڑے ہی عرصہ میں وہ آپ کے حلقہ ارادت میں داخل ہو گیا تھا بزرگوں کا اثر تھا کہ جلال الدین خلجی میں بہترین اوصاف پائے جاتے تھے جلال الدین خلجی کے علاوہ علاؤ الدین خلجی بھی حضرت شیخ سے بڑی عقیدت رکھتا تھا۔

ایک بار سلطان علاؤ الدین نے چاہا کہ حضرت بو علی قلندر کے پاس کچھ

نذر بھیجنی چاہیئے۔ امراء سے مشورہ کیا سب نے یہی رائے دی کہ اگر تحفہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کے ذریعہ اور وساطت سے بھیجا جائے تو امید ہے کہ قبول کر لیا جائے ورنہ قبول کرنا مشکل ہے اس فیصلہ کے بعد سلطان نے امیر خسرو کو حضرت سلطان المشائخ کی خدمت میں بھیجا انہوں نے حضرت سلطان المشائخ سے بادشاہ کی خواہش ظاہر کی پہلے تو آپ نے تامل کیا پھر اپنے محبوب مرید کو بادشاہ کی نذر لیجانے کی اجازت دیدی اور فرمایا دیکھو! جو کچھ قلندر عاشق اللہ کہیں اس کو تسلیم کرنا معترض نہ ہونا امیر خسرو بادشاہ کی نذر لے کر چند دن کے بعد پانی پت میں داخل ہوئے حضرت بوعلی کی قیام گاہ پر آئے خدام سے کہا کہ میرا آنا بیان کرو کہ خسرو کو حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء اللہ نے آپ کی خدمت میں بھیجا ہے حضرت بوعلی قلندر نے ان کو اپنے پاس بلا لیا اور جب وہ جا کر بیٹھے تو کچھ سنانے کی فرمائش کی۔ امیر خسرو نے اپنی ایک غزل نہایت سوز سے پڑھنا شروع کی جس کا مطلع یہ ہے ؎

اے کہ گوئی ہیچ سختی چوں فراق یار نیست
گر امید وصل باشد آنچنا دشوار نیست

غزل سنکر حضرت بوعلی قلندر بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ خسرو خوش رہے گا خوش جائے گا پھر چند شعر اپنے پڑھے مطلع یہ ہے ؎

پیہم خسرواں برنعل اشتر الکرت
خسرو شیخ کیسے کہ حلقہ تجرید بر ہرات

خسرو شیخ کی زبانی اس غزل کو سنکر بہت روئے اور دیر تک ان پر رقت طاری رہی حضرت بوعلی نے پوچھا کہ کچھ سمجھا بھی غرض کیا رونا اسی لئے تو کہا رہا ہے کہ کچھ نہیں سمجھا کہ یہ سنکر بوعلی قلندر بہت خوش ہوئے اور بادشاہ کی

نذر بھی قبول کی - اور فرمایا کہ اگر مولانا نظام الدین کا واسطہ نہ ہوتا تو میں ہرگز قبول نہ کرتا۔ خدام کو حکم بھیجا کہ خسرو کو خانقاہ میں نہایت اعزاز اکرام سے رکھو تین روز رہ کر امیر خسرو نے رخصت طلب کی آپ نے رخصت دی اور ایک خط حضرت سلطان المشائخ کے لئے اور دوسرا خط سلطان خلجی کیلئے دیا۔ بادشاہ کے خط میں لکھا :۔

" علاؤ الدین نوطہ دار دہلی مقرر داند کہ با بندگان خدائے تعالیٰ نیکو کند "
جب یہ خط علاؤ الدین خلجی کو ملا تو امراء نے کہا کہ بادشاہ کو نوطہ دار سے خطاب کرنا نہایت بے ادبی ہے سلطان نے کہا کہ غنیمت ہے کہ اس ذرہ بے قدر کو نوطہ دار لکھا ہے ایک بار تو تختہ دہلی تحریر فرمایا تھا اب نوطہ دار ہو فرمایا تو اس کے لئے میں بہت شکریہ ادا کرتا ہوں۔

سلطان غیاث الدین تغلق بھی حضرت کا بے حد معتقد تھا اور آپ کے حلقہ ارادت میں داخل تھا ایک بار اپنے لڑکے اور بھتیجے کے ساتھ خدمت میں حاضر ہوا۔ شیخ نے خدام کو حکم دیا کہ شاہی افراد کے لئے کھانا لائے۔ آپ یہ دیکھ کر مسکرائے اور کہا کہ تین بادشاہ ایک ہی برتن میں کھا رہے ہیں یہ گویا سلطان غیاث الدین کے لڑکے اور بھتیجے کے لئے بشارت تھی۔ چند سال کے بعد دونوں ہندوستان کے بادشاہ ہوگئے۔

حضرت شیخ شرف الدین اور حضرت خواجہ شمس الدین۔

حضرت خواجہ شمس الدین کا ضمناً تذکرہ تاج الاولیا حضرت خواجہ علاؤ الدین صابر کے تذکرہ میں آچکا ہے۔
خواجہ شمس الدین کو شمس الاولیاء کہا جاتا ہے خواجہ صاحب

اپنے مرشد تاج الاولیاء کے حکم سے پانی پت میں مقیم ہوئے حضرت شیخ بوعلی قلندر پہلے سے شہر کے باہر مقیم تھے۔ خواجہ صاحب کو معلوم ہو گیا آپ نے دودھ کا ایک پیالہ بھر کر کسی خادم کے ہاتھ قلندر صاحب کی خدمت میں بھیجا خادم حضرت بوعلی قلندر کے پاس پیالہ لیکر حاضر ہوا اور اپنے مرشد کا سلام کہا آپ نے پیالہ کو دیکھکر تبسم فرمایا اور گلاب کی چند کلیاں دودھ کے پیالہ میں ڈالدی اور کہا کہ لے جاؤ۔ خادم اپنے مرشد کے پاس لے آیا۔ حضرت خواجہ ترک مسکرائے حاضرین متحیر ہوئے کہ یہ کیا ماجرا ہے۔ خواجہ ترک نے فرمایا میں نے دودھ سے لبالب بھر کر پیالہ بھیجا اس سے یہ خبر دینی تھی کہ جس طرح پیالہ دودھ سے بھرا ہوا ہے اسی طرح پانی پت کا علاقہ میری ولایت سے معمور ہے میرے کھانے گلاب کی کلیاں ڈال کر بتلایا کہ میں آپ کی ولایت میں کچھ سروکار نہیں رکھوں گا اور اس طرح رہوں گا جیسے دودھ میں کلیاں۔ اسی اثنا میں بعض لوگوں نے حضرت شیخ بوعلی قلندر سے بھی پوچھا تو آپ نے بھی یہی فرمایا اور کچھ روز کے بعد خواجہ شمس الدین ترک سے ملاقات کیلئے حاضر ہوئے اور دیر تک باتیں ہوتی رہیں دونوں میں آخر وقت نہایت ہی محبت و اخلاص رہا۔

صاحب سیر الاقطاب نے ایک واقعہ نقل کیا ہے ایک روز حضرت شمس الدین ترک رح کا ایک مرید کسی کام سے شہر گیا واپسی کے وقت حضرت بوعلی قلندر کی قیام گاہ پر بھی گیا دیکھتا ہے کہ آپ بصورت ببر دشتی بیٹھے ہوئے ہیں گھبرایا ہوا اپنے مرشد کے پاس حاضر ہوا اور جو کچھ دیکھا تھا بیان کیا مرشد نے حکم دیا دوبارہ حضرت کی قیام گاہ پر جاؤ اگر اب بھی ان کو شیر کی صورت میں دیکھو تو میرا سلام کہنا کہ شیر کو تو جنگل میں رہنا چاہئے مرید قیام گاہ پر آیا اور اسی حالت میں پایا اور اپنے مرشد کا پیغام پہونچایا

اسی وقت اپنی جگہ سے اٹھے اور اسی حالت میں گھونے تشریف لے گئے۔

گھونے پانی پت کے قریب ایک گاؤں تھا گھونے میں بہت روز قیام کیا ایک روز خواجہ شمس الدین ترک نے اپنے ایک مرید کو کہلا بھیجا کہ جہاں آپ تشریف رکھتے ہیں یہ علاقہ قربجی مرحمت ہو جائے اسی وقت آپ کرنال کے قریب موضع بڈھ کھیڑہ میں تشریف لے گئے اور یہیں سکونت اختیار کرلی کبھی کبھی اپنے بھائی شمس الدین ترک سے ملاقات کے لئے پانی پت تشریف لاتے تھے یہ دونوں واقعے آپ کی بلندی اخلاق کا پتہ دیتے ہیں۔

اخبار الاخیار میں مرقوم ہے کہ ایک روز آپ نہایت مستی اور سکر کی حالت میں تھے مونچھیں خلاف سنت بڑھی ہوئی تھیں مولانا ضیاء الدین سنامی جو نہایت ہی متدین بزرگ تھے تشریف لائے مونچھوں کو بڑھا ہوا دیکھ کر قینچی لی اور داڑھی پکڑ کر مونچھیں درست کردیں آپ نے کوئی مزاحمت نہیں کی بلکہ اس واقعہ کے بعد اپنی داڑھی کو پکڑتے اور کہتے کہ یہ داڑھی متبرک ہے اس کو شریعت کا حکم بجالانے کے لئے پکڑا گیا۔

جو حضرات شریعت اور طریقت کی علیحدگی کے قائل ہیں وہ ذرا اس واقعہ پر غور فرمائیں کہ شریعت کی پابندی کو یہ حضرات کتنا ضروری سمجھتے تھے۔

حضرت شیخ کی وفات

سیر الاقطاب میں ہے کہ ۱۰ رمضان ۷۲۴ھ میں حضرت کا بوڈھا کھیڑہ میں انتقال ہوا۔

تاریخ رحلت شرف الدین ابدال سے نکلتی ہے کرنال میں دفن کیا گیا بعض اعزہ و اقرباء نے چند روز کے بعد رات کے وقت نعش مبارک نکال کر پانی پت میں لے جاکر دفن کردیا گیا آج بھی کرنال پانی پت بڈھا کھیڑہ اور بابا گھونی میں معتقدین کا ایک سلسلہ سا لگا رہتا ہے۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء
محبوب الٰہی

نام، نسب اور ابتدائی زندگی اسم گرامی محمد ہے اور متعدد القاب سے یاد کئے جاتے ہیں جس میں محبوب الٰہی سلطان الاولیا سلطان المشائخ سلطان السلاطین زیادہ مشہور ہیں

حضرت شیخ کا خاندان بخارا سے ہجرت کر کے لاہور آیا پھر وہاں سے بدایوں میں سکونت پذیر ہوا۔ آپ کا خاندان سادات کا مشہور و مقتدر خاندان تھا آپ کے والد ماجد کا اسم گرامی سید احمد اور دادا کا نام سید علی تھا سلسلہ نسب پندرہ واسطوں سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مل جاتا ہے۔ ماہ صفر ۶۳۴ھ میں شہر بدایوں میں آپ کی ولادت باسعادت ہوئی۔

حضرت محبوب الٰہی کی عمر ابھی پانچ سال کی تھی کہ والد ماجد کا سایہ سر سے اٹھ گیا اس لئے فرزند عزیز کی ساری ذمہ داری آپ کی والدہ ماجدہ سیدہ زلیخا کے سر آن پڑی سیدہ زلیخا بڑی عابدہ زاہدہ تھیں آپ کی کرامات و بزرگی کے واقعات تذکرہ نویسوں نے لکھے ہیں غرضیکہ اس

صاحب کرامت وعابدہ خاتون کی زیر سایہ آپ کی تربیت ہوئی۔ والدہ ماجدہ
نے قرآن مجید پڑھنے کے لئے مکتب میں بٹھایا چونکہ حافظہ قوی اور ذہن سلیم تھا تھوڑے
ہی عرصہ میں قرآن مجید تمام کرلیا۔ اور عربی کی ابتدائی تعلیم حاصل کرنی شروع
کی اور تھوڑے ہی عرصہ میں ختم کرلی۔ فقہ کی کتاب قدوری بدایوں کے مشہور
عالم مولانا علاؤالدین اصولی سے ختم کی اس کتاب کے ختم کرنے کے سلسلہ میں آپکی والدہ
محترمہ نے شہر کے علماء اور مشائخ کو جمع کرکے اپنے ہاتھ کے بنے سوت کا عمامہ
بطور دستار فضیلت آپکے سر پر بندھوایا۔ دستار فضیلت باندھتے وقت
کئی صاحب حال نے پیشین گوئی کی کہ اس لڑکے کا سر کسی انسان کے سامنے
نہیں جھکے گا۔ آپ کی زندگی نے اس پیشین گوئی کو صحیح ثابت کر دکھایا۔

مزید تعلیم کیلئے آپ والدہ کے ساتھ دہلی تشریف لائے اور وہاں کے مشہور
عالم دین مولانا شمس الدین اور مولانا کمال الدین زاہد سے علوم ظاہری کی تکمیل فرمائی
ہر دو بزرگ اپنے عہد کے مشہور علماء وفضلاء میں سے تھے اور اس عہد کے
حکمران بلبن پر بہت اثر تھا اور وہ ہر دو کا بڑا قدردان تھا تھوڑے ہی عرصہ
میں آپ نے علوم ظاہری کی سند فراغت و فضیلت حاصل کرلی اور ان علوم
میں بھی کمال حاصل کیا چنانچہ آپکا شمار جید علماء میں ہوتا تھا اور آپکی خانقاہ
جس طرح علوم باطنی کا مرکز تھی اسی طرح ظاہری علوم اور درس کا بھی چشمہ فیض تھی۔

حضرت بابا فرید گنجشکر کی خدمت میں:۔

حضرت چونکہ دنیا کی رہنمائی کیلئے تشریف لائے تھے اس لئے
قدرت نے بچپن ہی سے باطنی انوار سے سرفراز کیا تھا لیکن علوم ظاہری سے
فارغ ہونے کے بعد ایک روحانی رہنما کی ضرورت کو شدت سے محسوس کیا

اثنا میں لوگوں سے حضرت بابا فرید گنج شکر کے احوال سے مطلع ہوئے اس لئے بابا صاحب سے ملاقات کا شوق دل میں پیدا ہو گیا ایک رات شہر کی جامع مسجد میں بیٹھے تھے صبح کے وقت موذن نے منارہ پر چڑھ کر یہ آیت پڑھی:

اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُھُمْ لِذِکْرِ اللّٰہِ

"کیا اب بھی وقت نہیں آیا کہ ایمان والوں کے دل اللہ کے ذکر سے اس کی خشیت سے جھک جائیں۔"

یہ آیت سنکر آپ پر عجیب کیفیت طاری ہو گئی دل تلملانے لگا آنکھوں سے آنسوؤں کا ایک دریا بہہ گیا نہایت ذوق و شوق سے نماز پڑھی نماز پڑھکر بابا فرید گنج شکر کی زیارت کو اٹھ کھڑے ہوئے اور فرط شوق میں برابر چلتے رہے اور جب اجودھن (پاک پٹن) پہنچے۔ فوراً ہی بابا صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ بابا صاحب نے دیکھتے ہی یہ شعر پڑھا:

اے آتش فراقت دلہا کباب کردہ
سیلاب اشتیاقت جانہا خراب کردہ

اور اسی وقت اپنے سر سے اتار کر کلاہ چارترکی مرید کے سر پر رکھدی۔

حضرت محبوب الٰہی اپنے پیر دستگیر کی صحبت میں تعلیم و تربیت پاتے رہے یہاں تک کہ چند ہی روز میں اپنی غیر معمولی ریاضت اور عبادت کی بناء پر راہ سلوک و معرفت میں کمال حاصل کر لیا حضرت کو اپنے پیر و مرشد سے بے حد محبت تھی چنانچہ آپ دہلی سے کئی بار مرشد سے فیوض و برکات حاصل کرنے کے لئے (پاک پٹن) اجودھن تشریف لے جاتے تھے۔ ایک بار مرشد نے اپنے عزیز مرید کے لئے خداوند تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کی کہ الٰہی میرے مرید تجھ سے جو کچھ مانگے اسے عطا فرما یا کر" پیرو مرشد کی یہ پرخلوص دعا بارگاہ

الٰہی میں قبول ہوئی اسی لئے آپ محبوب الٰہی کہلائے آخری بار جب اجودھن مرشد سے ملنے تشریف لے گئے تو واپسی پر پیر و مرشد نے درد بھرے لہجہ میں کہا شاید آئندہ تم مجھ سے نہ مل سکو میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ تجھے نیک بخت بنائے۔ انشاء اللہ تم ایسا درخت ہو گے جس کے سایہ میں مخلوق خدا آرام پائے گی۔ اور فیض پائے گی۔ تم مجاہدہ برابر کرتے رہنا اس سے غافل نہ ہونا۔

بابا گنج شکر کا جب وصال ہوا تو محبوب الٰہی مرشد کے پاس موجود نہ تھے لیکن مرشد نے مولانا بدرالدین اسحاق کی معرفت عصا اور خرقہ جو حضرت بختیار کاکی رحمہ سے ان کو ملا تھا اپنے عزیز ترین مرید کے پاس دہلی بھیجا۔

حضرت محبوب الٰہی کا دہلی میں قیام:-

بابا فرید گنج شکر نے جب یہ دیکھا کہ حضرت محبوب الٰہی روحانی دولت سے مالا مال ہو چکے ہیں تو آپ نے دہلی میں قیام کرنے کا حکم دیا رخصت کرتے وقت مرید کو دو باتوں کی نصیحت فرمائی ایک یہ کہ اگر کسی سے قرض لینا تو جلد ادا کرنے کی کوشش کرنا دوسرے اپنے دشمنوں کو ہر حال میں خوش رکھنے کی کوشش کرنا چنانچہ جب آپ دہلی تشریف لائے تو شہر میں آبادی کی کثرت کی وجہ سے آپ کو عبادت و ریاضت کے لئے کوئی پرسکون جگہ نہ ملی اس لئے دہلی سے متصل ایک جگہ غیاث پور میں آکر درکش ہوئے شروع میں یہاں کے قیام کے زمانے میں بڑی عسرت اور تنگی رہی تین تین روز کے فاقے ہوتے تھے آپ یہ فرماتے تھے کہ جب گھر میں کھانے کی کوئی چیز نہ ہوتی تھی تو میری والدہ ماجدہ کہا کرتیں کہ آج ہم اللہ تعالیٰ کے مہمان ہیں مجھے والدہ ماجدہ کے اس جملہ سے بڑی لذت ملتی تھی۔

صاحب سیر الاولیاء میر خورد کا بیان ہے کہ جب حضرت محبوب الٰہی غیاث پور میں سکونت رکھتے تھے وہ زمانہ بڑی عسرت اور تنگی سے گذرا آپ کے مکان میں ایک زنبیل لٹکی رہتی تھی افطار کے وقت جب اسے ہلایا جاتا تو اس میں سے روٹی کے خشک ٹکڑے گرتے لوگ انہیں ٹکڑوں کو حضرت کے سامنے رکھ دیتے جس سے آپ روزہ افطار کرتے سلطان جلال الدین خلجی کو آپ کی اس تنگدستی کا حال جب معلوم ہوا تو کچھ تحائف آپ کی خدمت میں بھیجے اور کہلا بھیجا کہ اگر آپ حکم دیں تو چند گاؤں آپ کے خدمت گذاروں کے لئے نذر کئے جائیں آپ نے تحائف واپس کردیئے اور بادشاہ کو کہلا بھیجا کہ مجھے اور میرے خدمت گذاروں کو تمہارے گاؤں کی ضرورت نہیں میرا اور ان کا خدا کارساز ہے۔

اسی زمانہ میں شیخ برہان الدین غریب اور شیخ کمال الدین یعقوب جو آگے چل کر آپ کے خلیفہ ہوئے آپ کی خدمت میں رہتے تھے ایک دفعہ مسلسل کئی روز کا فاقہ ہوگیا پڑوس کی ایک نیک بی بی نے کچھ آٹا بھیجا شیخ کمال الدین نے آٹے کو مٹی کے ایک برتن میں ڈال کر آگ پر چڑھا دیا۔ اسی وقت ایک گدڑی پوش درویش آپہونچا اور کچھ کھانے کو مانگا محبوب الٰہی نے دیگ کو اٹھا کر درویش کے سامنے رکھ دیا اس نے دیگ سے کچھ گرم لقمے منہ میں ڈالے پھر دیگ کو اٹھا کر زمین پر پٹک دیا اور یہ کہتا ہوا خلا میں گم ہوگیا۔

"شیخ نظام الدین اولیاء کو حضرت بابا فرید نے نعمت باطن سے نوازا میں نے ان کی فقیری کی دیگ کو توڑ ڈالا۔ اب وہ ظاہر اور باطن کی نعمتوں کے سلطان ہوگئے"

اس عجیب و غریب واقعہ کے بعد محبوب الٰہی کا فقر و فاقہ جاتا رہا اور فتوحات کا یہ حال ہوگیا کہ دولت کا دریا دروازہ کے آگے بہتا تھا کوئی وقت فتوحات سے

خالی نہ ہوتا۔ اس کے ساتھ ہی آپ کی محبوبیت اور ہر دلعزیزی اس قدر بڑھ گئی کہ آپ کی خانقاہ کے گرد ہر وقت ایک ہجوم رہتا۔ امیر و غریب سب ہی آپ کے چشمہ فیض سے سیراب ہوتے اور آپ کی شہرت ہندوستان کے گوشے گوشے میں پھیل گئی۔

حضرت کی عبادت و ریاضت:۔ بابا گنج شکر نے اپنے مرید کو رخصت کرتے وقت چند نصیحتیں کی تھیں جن کا خلاصہ یہ تھا (۱) ہمیشہ مجاہدہ میں مشغول رہنا۔ شاگردوں کو تعلیم دینا دنیا کی تمام تر خواہشات کو ترک کر دینا خلوت نشین بنے اور خلوت میں طرح طرح کی عبادات سے معمور ہوں۔ محبوب الٰہی نے اپنے پیر و مرشد کی ان نصائح پر نہایت سختی سے پابندی سے عمل کیا۔

چنانچہ صاحب سیر الاولیاء کا بیان ہے کہ آپ نے جوانی کے زمانے میں کامل ۳۰ سال تک نہایت سخت مجاہدے کئے پیرانی کے بعد بقیہ زندگی بھی نہایت سخت مجاہدے میں گذاری اور یہ مجاہدے پہلے سے بھی زیادہ سخت تھے دنیاوی جاہ و جلال آپ کے خدام کے پیروں میں روندا جاتا اور ہر طرف سے تحائف وہدایا برابر چلے آتے لیکن آپ کا نفس کبھی اس طرف متوجہ نہیں ہوتا جس وقت آپ اپنی زندگی کے اسی برس مرحلے طے کر چکے تھے تو پانچوں وقت کوٹھے سے اتر کر نماز باجماعت ادا کرتے اور اس عمر میں بھی ہمیشہ روزے سے رہتے اور افطار کے وقت بہت ہی کم غذا استاول فرماتے اکثر آدھی روٹی تلخ کریلے کے ساتھ نوش جان فرماتے۔ (سیر الاولیاء)

آپ کا معمول تھا کہ چاشت اور اشراق کی نمازوں کے بعد مسند رشد و ہدایت پر تشریف لیجاتے اس وقت زیادہ تر صوفیائے کرام فقراء کا مجمع رہتا اور آپ اس میں سلوک و طریقت کے حقائق بیان فرماتے اور فقراء اور سامعین کو

روپے اور غلہ اور تحفے تقسیم کیے جاتے۔
دوسری مجلس ظہر کی نماز کے بعد سے عصر تک ہوتی اس مجلس میں زیادہ تر طلبا اور تشنگان علوم کا مجمع ہوتا۔ اس میں آپ علمی نکات بیان فرماتے حدیث کی بعض کتابوں کا بھی درس ہوتا لوگ سر جھکائے بیٹھے رہتے ہر شخص محسوس کرتا رہتا تھا کہ وہ الہامی باتیں سن رہا ہے۔ اور رات تو پوری کی پوری عبادت میں گزر جاتی تمام رات آپ پر معرفت کی طاری رہتی غرضیکہ خدا کا محبوب اپنے سب روز خالق حقیقی کی عبادت اور ریاضت میں صرف کرتا۔

حضرت کی جود وسخا

آپ کا مطبخ ہمیشہ گرم رہتا کئی ہزار فقرا اور مساکین روزانہ کھانا کھاتے خانقاہ میں جو کچھ آتا شام تک تقسیم ہو جاتا حکم تھا کہ کوئی چیز بچا کر نہ رکھی جائے جب خانقاہ میں زیادہ مال و اسباب جمع ہو جاتا تو آپ رنجیدہ ہو جاتے اور حکم ہوتا کہ سب کو اسی وقت تقسیم کر دیا جائے جمعہ کے روز تمام خانقاہ کو خالی کرنے کا حکم دیتے۔ خانقاہ میں کوئی چیز باقی نہیں رہتی نوکر آ کر کہتا ہے کہ جھاڑو تک دے دی گئی ہے اب کوئی چیز موجود نہیں ہے اس پر آپ اظہار اطمینان فرماتے اس کے بعد جامع مسجد تشریف لے جاتے اور اطمینان سے نماز ادا فرماتے۔

ایک بار ایک سوداگر لٹ گیا وہ حضرت شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی کے صاحبزادے کی سفارش لے کر حضرت محبوب الٰہی کی خدمت میں پہنچا حضرت محبوب الٰہی نے خادم خاص کو حکم دیا کہ صبح سے چاشت تک جو کچھ آئے اس سوداگر کے حوالہ کر دو چاشت تک بارہ ہزار اشرفیاں آ گئیں یہ ساری رقم سوداگر کے حوالہ کر دی گئی۔

ایک مرتبہ کسی مرید نے پانچسو اشرفیاں بطور نذر بھیجیں اس وقت ایک

قلندر فقیر حضرت کے پاس بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے کہا کہ اس میں میرا بھی حصہ ہے آپ نے مسکرا کر جواب دیا کچھ نہیں بلکہ سب تمہارا ہے یہ کہہ کر تمام اشرفیاں قلندر کو دیدیں۔

اس جود و سخا کے باوجود استغنا کا یہ عالم تھا کہ اگر بادشاہوں یا شہزادوں میں سے کوئی تحفہ یا ہدیہ پیش کرتا تو ایک سرد آہ کھینچتے اور فرماتے یہ لوگ کہاں آتے ہیں اور درویش کو غارت کرتے ہیں اس پر کبھی کبھی آنکھوں میں آنسو بھی بھر لاتے اور ان کے ہدایا اور تحائف لینے سے انکار کر دیتے۔

حضرت کی داد و دہش فیاضی اور دستر خوان کی وسعت اتنی بڑھی ہوئی تھی کہ اگر خزانے بھی بھرے ہوتے ہوں تو خالی ہو جائیں لیکن کسی مستقل آمدنی کے بغیر آخر وقت تک آپ کے شاہانہ اخراجات جاری رہے۔

جس کے دروازے پر مال و دولت کا دریا بہتا ہو خود اس کا یہ عالم ہے کہ جب تمام مہمان اور مسافر کھانے سے فارغ ہو جاتے تو سب سے آخر میں افطار کے وقت آدھی اور زیادہ سے زیادہ ایک روٹی سبزی یا تلخ کریلا کے ساتھ کھاتے بابا فرید فرمایا کرتے تھے کہ ایسی حالت میں جبکہ ہزاروں بندگان خدا سڑکوں پر بھوکے پڑے ہیں تو میں عمدہ اور لذیذ کھانے کھا کر ان کو کیونکر قبول کر سکتا ہوں۔

سردی کے موسم میں بار بار کروٹ بدلتے اور فرماتے غریب اور نادار لوگ سردی کو کیسے برداشت کر سکیں گے غرضیکہ آپ کے پر دردِ دل میں اپنے خالق کی معرفت اور اس کی مخلوق کے لئے شفقت اور محبت بھری ہوئی تھی۔

دنیا اور دنیا والوں سے بے نیازی :۔ پہلے تحریر کیا جا چکا ہے کہ بادشاہوں اور شہزادوں کے ہدایا اور تحائف قبول نہیں کرتے تھے بلکہ

آنکھوں میں آنسو بھر لائے۔ اور فرمانے لگے کہ مجھے دنیا سے نفرت ہے۔ میرے پیر و مرشد حضرت گنج شکر نے ایک دن مجھ سے کہا کہ نظام میں نے تیرے لئے دنیا کی ایک کافی مقدار خدا سے طلب کی ہے میں یہ بات سنکر سر سے پیر تک لرز گیا۔ اور دل میں کہا آہ پہلے بزرگ اسی دنیا کی وجہ سے فتنہ میں پڑ گئے افسوس میرا کیا حال ہوگا۔ میرے دل میں یہ خیال گذرا ہی تھا کہ پیر و مرشد نے فرمایا تم خاطر جمع رکھو دنیا تمہارے لئے فتنہ نہ ہوگی آپ فرماتے ہیں کہ میں حضرت کی اس بات سے بہت خوش ہوا اور سجدہ شکر بجا لایا۔

حضرت سلطان المشائخ فرمایا کرتے تھے کہ ایک رات کا ذکر ہے کہ آخر شب کا وقت تھا کہ میں کیا دیکھتا ہوں کہ مکان کے صحن میں ایک عورت جھاڑو دے رہی ہے میں نے پوچھا تو کون ہے؟ جواب دیا کہ میں دنیا ہوں اور مخدوم کے گھر کی جھاڑو دے رہی ہوں میں نے کہا اے فتنہ میں ڈالنے والی میرے گھر سے تیرا کیا کام ہے جا میرے مکان سے باہر نکل میں اسے نکالتا تھا لیکن وہ گھر سے باہر نہ نکلتی تھی میں نے اپنی انگلی اس کی گردن پر رکھی اور مکان سے باہر نکالدیا لیکن پھر دنیا میری طرف متوجہ رہی۔

دنیا سے نفرت بچپن سے تھی اپنا ایک واقعہ خود بیان کرتے تھے کہ میں جس زمانہ میں بدایوں میں مولانا علاؤالدین سے پڑھتا تھا ایک رات مسجد میں تنہا سبق یاد کر رہا تھا کہ کیا دیکھتا ہوں بہت سے سنہری سانپ آواز دیتے ہوئے چلے جاتے ہیں تمام سانپوں کے پیچھے ایک چھوٹا سا سانپ دیکھا جو کسی قدر ٹھہر ٹھہر کر چل رہا تھا میں اپنی جگہ سے اٹھا کہ دیکھوں تو سہی معاملہ کیا ہے میں نے اپنے عمامہ کو سانپوں پر ڈال دیا دیکھتا ہوں کہ عمامے کے نیچے سونے کا ڈھیر لگا ہوا ہے میں نے اپنا عمامہ اٹھا لیا اور سونے کے ڈھیر کو وہیں پڑا ہوا چھوڑ دیا۔

اس کے علاوہ حضرت محبوب الٰہی نے بادشاہوں کی صحبت سے ہمیشہ کنارہ کشی اختیار کی آپ بادشاہوں کے قریب کو سخت ناپسند کرتے تھے ایک غریب کو تو یہ اختیار حاصل تھا کہ جس وقت چاہے آپکی خدمت میں حاضر ہو جاوے اور حضرت کو اپنے جس کام کے لئے چاہے لے جاؤ لیکن بادشاہ کے لئے یہ اجازت نہ تھی کہ وہ بے تکلف آپکی خدمت میں چلا آئے

سلطان جلال الدین خلجی کو حضرت محبوب الٰہی کے شرف ملاقات کی بڑی تمنا تھی اور اسی لئے آپ نے خدمت میں آنا چاہا لیکن آپ نے اسے اجازت نہ دی امیر خسرو سلطان کے دربار سے متعلق تھے انہوں نے وعدہ کیا کہ حضرت کی اجازت کے بغیر وہ ان کی خدمت میں سلطان کو پہنچا دیں گے بادشاہ دل میں بہت مسرور تھا کہ حضرت سے ملاقات ہو جائے گی اور دلی تمنا پوری ہو جائے گی۔

امیر خسرو نے وعدہ تو کر لیا لیکن دل میں سوچا کہ اگر میں بغیر اجازت کے سلطان کو حضرت کے پاس لے گیا تو خفا ہو جائیں گے۔ لہٰذا محبوب الٰہی کے پاس گئے اور کہا کہ سلطان آپ کے پاس آنا چاہتے ہیں حضرت محبوب الٰہی اسی وقت شہر چھوڑ کر اپنے پیرو مرشد کے پاس اجودھن تشریف لے گئے سلطان کو خبر ملی تو امیر خسرو سے باز پرس کی امیر خسرو نے نہایت دلیری سے کہا کہ مجھے بادشاہ کی رنجش سے صرف جان کا خوف تھا لیکن اگر مرشد رنجیدہ ہو جاتے تو ایمان کا خطرہ تھا سلطان عقلمند دانا تھا امیر خسرو کے اس جواب سے خوش ہوا اور کوئی گرفت نہ کی۔

سلطان غیاث الدین بلبن بھی حضرت کی زیارت کا بے حد متمنی رہا مگر اس کی آرزو پوری نہ ہو سکی بادشاہ معز الدین کیقباد کو حضرت سے بے انتہا

عقیدت تھی مگر اس کو بھی آپ کے آستانہ پر حاضری کی اجازت نہ رہی۔ علاؤالدین خلجی بھی حضرت محبوب الٰہی کا بحد عقیدتمند تھا اس نے قرابت کو ہدایت کر رکھی تھی کہ محبوب الٰہی محفل سماع میں جن اشعار پر واجد آئے اس کو وہ لکھ لیا کرے اور آکر سنایا کرے ان اشعار کو سن کر علاؤالدین کو قلبی راحت محسوس ہوتی تھی اس قدر عقیدت کے باوجود اس کو بھی حاضری کی اجازت نہ تھی اس بادشاہ نے اپنے جگر گوشوں خضر خاں اور شادی خاں کو حکم دیا کہ حضرت کے دامن سے وابستہ ہو جاؤ دونوں مرید ہو کر حضرت کے چشمہ فیض سے مستفیض ہوتے رہے علاؤالدین کے لڑکے خضر خاں نے ہی خانقاہ کی عمارت بنوائی۔

ایک اور موقعہ پر علاؤالدین خلجی نے کہلا بھیجا کہ اگر قبول فرمائیں تو میں شیخ کی خدمت میں حاضر ہوں آپ نے فرمایا کہ آنے کی ضرورت نہیں میں تمہارے لئے غائبانہ دعا میں مشغول ہوں اور غائبانہ دعا اثر رکھتی ہے۔ سلطان نے ملاقات کے لئے پھر اصرار کیا آپ نے کہلا بھیجا کہ اس ضعیف کے گھر کے دو دروازے ہیں اگر بادشاہ ایک دروازے سے تشریف لائیگے تو میں دوسرے دروازے سے نکل جاؤں گا۔

حضرت محبوب الٰہی کے عظیم کارنامے علاؤالدین خلجی کے عہد میں محبوب الٰہی کے فیوض و برکات سے ملک میں عام انقلاب پیدا ہوا آپ کی نظر کیمیا اثر سے خواص و عوام میں خاص غیر معمولی تبدیلیاں بھی پیدا ہوئیں ایک دنیا آپ کے انوار سے منور کر سے روشن ہوئی۔ ایک عالم نے آپکی بیعت کا ہاتھ پکڑا گناہگار ں نے توبہ کی بے نمازی ہمیشہ کے لئے نماز کے پابند ہو گئے آپ کے اخلاق حمیدہ اور ترک دنیا کے معاملات کے دیکھنے سے لوگوں کے دلوں میں دنیا کی محبت اور

حرص و ہوس کم ہو گئی آپ کی عبادات اور معاملات کی برکت سے لوگوں کے معاملات میں بھی سچائی پیدا ہو گئی اور اس دینی بادشاہ کی محبت اور اخلاق کے اثر سے خداوند تعالیٰ کے فیض کی بارش دنیا میں ہونے لگی۔

آپ سے متاثر ہو کر سلطان علاءالدین نے ملک کی بہتری کے لئے تمام نشہ آور چیزوں اور فسق و فجور کے سامان کو نہایت سختی سے روک دیا۔ حضرت محبوب الٰہی نے بیعت کا عام دروازہ کھول رکھا تھا گناہ گاروں کو خرقہ سے نوازتے اور ان سے توبہ کراتے تھے اور خاص و عام غریب و دولت مند بادشاہ و فقیر عالم و جاہل شریف اور رذیل شہری اور دیہاتی غازی و مجاہد آزاد و غلام سب کو توبہ اور پاکی کی تعلیم دیتے تھے لوگ نوافل کے اس قدر پابند ہو گئے تھے مساجد میں نفل پڑھنے والوں کا ہجوم ہوتا بادشاہ کے محل میں بہت سے امراء لشکری حضرت کے مرید ہو گئے تھے اور چاشت و اشراق کی نمازیں ادا کرتے تھے عام لوگ ایام بیض اور عشرہ ذی الحجہ کے روزے رکھتے تھے ہر محلہ میں صلحاء کا اجتماع ہوتا عہد علائی کے آخری چند سالوں میں شراب معشوق فسق و فجور جوا فحاشی رشوت کا نام تک لوگوں کی زبان پر نہ آتا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شیخ کو جنید بغدادی اور بایزید بسطامی کے مثل پیدا کیا تھا۔

یہ الفاظ میرے نہیں بلکہ مشہور و معتبر تاریخ فیروز شاہی کے ہیں لوگ بزرگوں کی کرامات سننے کے شوقین ہوتے ہیں اس سے بڑی کرامت کیا ہو گی کہ قوم کی اصلاح ہو جائے اور خیر غالب ہو جائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی ہدایت کے بموجب جب لوگ اپنی زندگیوں کے نقشے بنائیں آپ نے اور آپکے نامور خلفاء نے اشاعت میں بہت زیادہ حصہ

لیا۔ آپ کے خلیفہ خواجہ برہان الدین غریب نے دکن میں اور حضرت شیخ شرف الدین بوعلی قلندر نے پانی پت کے علاقہ میں ہزاروں غیر مسلموں کو حلقہ بگوش اسلام کیا۔

آپ کا فیض ہندوستان تک محدود نہ رہا بلکہ چین بھی اس چشمۂ خیر سے سیراب ہوا چین میں بھی یہ سلسلہ قائم رہا چین میں حضرت کے پہلے خلیفہ خواجہ سالار ہین بن تھے۔

محبوب الٰہی کی وفات:۔ وفات سے کچھ دنوں پہلے خواب میں دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں "نظام الدین! تم سے ملنے کا بڑا اشتیاق ہے" اس خواب کے بعد سے آپ پر ایک عجیب کیفیت طاری ہو گئی اور سفر آخرت کے لئے بے چین رہنے لگے۔

وفات سے چالیس روز پیشتر کھانا پینا بالکل ترک کر دیا تھا اس عرصہ میں کھانے کی بو تک نہ سونگھی آہ وزاری اس حد تک غالب ہو گئی تھی کہ ایک ساعت بھی چشم مبارک سے آنسو نہیں تھمتے تھے مرض الموت کی شدت ہوئی تو دوا پینے کے لئے کہا گیا لیکن فرمایا۔

"بیمار عشق کی دوا صرف دیدار حبیب ہے"

وصال کے روز لنگرخانہ اور اس کے ساتھ جتنی چیزیں تھیں غرباء و مساکین میں سب تقسیم کردیں آپ کے خاص خادم اقبال نے کچھ غلہ درویشوں کے لئے رکھ لیا معلوم ہوا تو خفا ہوئے اور کہا اس غلہ کو کیوں باقی رکھا فوراً لٹا دو اور ہر کوٹھری میں جھاڑو پھیر دو تاکہ خداوند تعالیٰ کے یہاں کسی چیز کا مواخذہ نہ ہو۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ تکرار و تحیر میں غلبہ ہو گیا ایک وقت کی نماز کئی کئی بار پڑھتے اور پھر زبان مبارک پر یہ مصرعہ جاری ہو جاتا۔

"میرویم و میرویم و میرویم"

وفات سے تھوڑی دیر پہلے اپنے مرید و خلیفہ خواجہ شیخ نصیر الدین چراغ کو تبرکات حضرت بابا فرید دیں اور فرمایا دہلی میں رہنا اور لوگوں کی سختیاں برداشت کرنا اس کے بعد صبح کی نماز پڑھی جب آفتاب مشرق سے نمودار ہو رہا تھا اس وقت یہ علم و عمل اور صدق و صفا کا پیکر واصل الی الحق ہوگیا۔

تاریخ وفات روز چہار شنبہ ۱۸ ربیع الاول ۷۲۵ھ ہے مزار مبارک دہلی میں مرجع خاص و عام ہے مزار مبارک کی زیارت و حاضری کے وقت عجیب کیفیت محسوس ہوتی ہے ہر وقت آپکے مزار مبارک پر ایک میلہ سا لگا رہتا ہے ساری عمر شادی نہیں کی اسلئے کوئی اولاد نہیں چھوڑی روحانی اولاد اور خلفاء بڑی کثرت سے ہوئے جن میں حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی رح حضرت امیر خسرو رح حضرت شیخ حسام الدین رح حضرت شیخ برہان الدین حضرت شیخ شمس الدین رح خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

ان حضرات نے آپکی تعلیمات کو زندہ رکھا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین کی خدمت میں لگے رہے ان کی کوشش بارگاہ ایزدی میں شرف قبول سے آراستہ ہوئیں۔

حضرت محبوب الٰہی کی تعلیمات اور ملفوظات

فرمایا کہ جب سالک عبادت اور ریاضت کا آغاز کرتا ہے تو اس کو نفس پر گرانی محسوس ہوتی ہے لیکن جب وہ صدق دل سے اس کو جاری رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کو توفیق ہوتی ہے اور اس کی مشکل آسان ہو جاتی ہے۔

علم اور علماء کے متعلق فرمایا کہ علم اکتسابی ہے اور عقل فطری ایک دفعہ خلیفہ عمر ابن عبدالعزیز نے مکحول شامی کو لکھا کہ تو نے علم سیکھا تو لوگوں میں عزت اور گرامی قدر ہوا۔ اب تو اس پر عمل کرنا کہ خدا

کے نزدیک عزیز تر اور گرامی قدر ہو۔ ابن مبارک کا قول ہے کہ جب میں نے علم دنیا طلب کیا تو اس نے میرا اخروی علم مٹا دیا اس لئے ترک کر دیا۔

سالک کے متعلق فرمایا کہ سالک میں چار چیزوں سے کمال پیدا پیدا ہوتا ہے (۱) کم کھانا (۲) کم بولنا (۳) کم سونا (۴) لوگوں سے سے کم میل جول رکھنا۔

حق العباد کے حقوق کی اہمیت کو ظاہر کرتے ہوئے فرمایا کہ مومن کے دل کو ستانا اللہ تبارک و تعالیٰ کو تکلیف پہنچانا ہے مومن وہ ہے کہ اگر وہ مشرق میں ہے اور مغرب میں ایک مومن کے پاؤں میں کانٹا چبھے تو اس کو یہاں درد محسوس ہو درویش کو جب کسی سے تکلیف پہنچے تو اس کے دل سے کسی حال میں بھی بددعا نہ نکلے

ہمسایہ کے حقوق کے متعلق فرمایا کہ وہ قرض مانگے تو اس کو قرض دو اس کی کوئی ضرورت ہو تو پوری کرو بیماری میں اس کی عیادت کرو ہر مصیبت میں اس کی غمخواری کرو۔

شریعت کی پابندی کی بہت تاکید فرماتے تھے اس سلسلے میں آپ نے فرمایا کہ ہمارے خواجگان فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص کسی مقام سے گرے تو شرع میں گرے۔ اگر اس سے وہ گر گیا تو پھر اس کیلئے کوئی ٹھکانا نہیں۔

بار بار فرماتے تھے وہی لوگ مشائخ ہیں جن کے ظاہر و باطن دونوں ہی آراستہ ہیں۔

نماز جمعہ کے متعلق فرمایا کہ مسافر اور مریض کے علاوہ اگر کوئی شخص ایک جمعہ کی نماز میں شرکت نہیں کرتا تو اس کے دل میں ایک سیاہ نقطہ

پیدا ہوجاتا ہے اگر دو جمعہ شرکت نہ کرے تو دو سیاہ نقطے پڑجاتے ہیں اور تین جمعہ شرکت نہ کرنے کی وجہ سے تمام دل سیاہ ہوجاتا ہے
سماع کو چند شرطوں کے ساتھ جائز کہتے تھے وہ شرطیں یہ ہیں
(۱) سنانے والا لڑکا اور عورت نہ ہو (۲) جو چیز سنی جائے وہ تمام لغویات سے اور خلاف شرع امور سے پاک ہو (۳) جو سنے خدا کے لئے سنے (۴) بجانے کے آلات جیسے ڈھول چنگ رباب نہ ہوں۔

حضرت شیخ محمد نصیر الدین چراغ دہلوی رح

نام و نسب اور ابتدائی زندگی:۔ محمد و اسم مبارک تھا نصیر الدین محمود گنج چراغ کے القاب سے یاد کیے جاتے تھے حضرت کے دادا کا اسم مبارک سید عبداللطیف تھا والد ماجد کا نام سید یحییٰ تھا۔ آپ کا تعلق حسینی سادات کے ایک معزز خاندان سے تھا۔

چند بزرگوار خراسان سے ہندوستان آئے اور لاہور میں مقیم ہوئے یہیں آپ کے والد ماجد پیدا ہوئے لیکن لاہور سے تبدیل وطن کر کے اودھ چلے گئے چونکہ آپ صحیح النسب سادات سے تھے اس لئے نہایت عزت و احترام سے پیش آئے حضرت کی ولادت اودھ میں ہوئی۔

ابھی آپ کی عمر نو برس ہی کی تھی کہ آپ کے سر سے باپ کا سایہ اٹھ گیا لہٰذا تعلیم و تربیت کی تمام ذمہ داریاں آپ کی والدہ محترمہ کے کاندھوں پر پڑ گئیں جنہوں نے اس فرض کو نہایت خوش اسلوبی سے انجام دیا۔ اور ایک روز بھی آپ کی تعلیم سے غافل نہ رہیں والدہ ماجدہ نہایت عابدہ و زاہدہ خاتون تھیں۔ لہٰذا ان کے زہد و تقویٰ کے

اثر سے بچپن ہی میں نماز باجماعت کے پابند ہو گئے تھے جن کو سفر و حضر میں کسی وقت بھی فوت نہیں کرتے تھے والدہ ماجدہ کی زیر ہدایت قاضی محی الدین کاشانی اور علامہ زماں مولانا عبدالکریم شیروانی سے پڑھتے رہے ان کے انتقال کے بعد مولانا افتخار الدین گیلانی سے علوم و فنون کی تکمیل کی

زمانہ تحصیل علم میں جبکہ ابھی کمسن ہی تھے ریاضت و مجاہدہ کے بہت شوقین تھے ہمیشہ روزہ دار رہتے جنگل میں تشریف لے جاتے عبادت کرتے رہتے افطار کا وقت آجاتا سنبھالو کے پتوں سے روزہ افطار کرتے۔

ایک درویش کامل کے ساتھ مسلسل ۸ سال نماز باجماعت ادا فرمائی۔

حضرت محبوب الٰہی کی خدمت میں

علوم و فنون کی تحصیل کے بعد پیر طریقت کی تلاش ہوئی لہذا ۲۰ سال کی عمر میں حضرت محبوب الٰہی کی خدمت میں حاضر ہوئے یہ وہ زمانہ تھا کہ حضرت محبوب الٰہی کلوکھڑی میں تشریف رکھتے تھے۔

بیعت کے روز کا واقعہ خود بیان فرماتے ہیں کہ میں ٹھیک دوپہر کے وقت حضرت محبوب الٰہی کی قیام گاہ کے پاس ایک درخت کے نیچے کھڑا تھا حضرت پیر و مرشد بالا خانہ سے نیچے اتر رہے تھے تاکہ دوسرے حجرے میں جاکر قیلولہ کریں۔ جوں ہی مجھ ضعیف کو کھڑا دیکھا حجرے میں تشریف نہیں لے گئے دہلیز میں جاکر بیٹھ گئے اور خادم خاص کو میرے بلانے کے لئے بھیجا جب میں خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو فرمایا تم کس مقصد سے آئے ہو؟ تمہارے دل میں کیا ہے؟ تمہارے والد کیا کام کرتے تھے میں نے عرض کیا۔ میرا مقصد حضرت کی درازی عمر کی دعا اور حضرت کی جوتیاں سیدھی کرنا ہے اور میرے والد پشمینہ کی تجارت کرتے تھے

ان کے پاس بہت سے غلام بھی تھے اس کے بعد حضرت محبوب خدا نے عنایت ومہربانی کا اظہار کیا اور اپنا ایک واقعہ سنایا کہ جب میں لینے مرشد کی خدمت میں رہتا تھا اور اپنا میرے ایک ہم درس نے میرے پھٹے پرانے کپڑے دیکھ کر کہا تمہارا یہ کیا حال ہے اگر تم لڑکوں کو پڑھانے کا پیشہ اختیار کرتے تو نہایت فارغ البالی سے گذر اوقات کرتے میں نے اپنے ساتھی سے یہ بات سنکر کوئی جواب نہ دیا اور مرشد کی خدمت میں حاضر ہوا مرشد نے کہا نظام الدین اگر تمہارا کوئی دوست تم سے کہے کہ اگر تم بچوں کو تعلیم دینے کا پیشہ اختیار کرتے تو فارغ البالی سے گذر بسر کرتے تو کیا جواب دوگے؟ میں نے عرض کیا آپ جو ارشاد فرمائیں فرمایا یہ شعر پڑھ دو ویبات

نہ ہمرہی تو مرا راہ خویش گیر و برو
ترا سعادت باد امرا نگوں ساری

یعنی تو میرا ہمراہی نہیں ہو سکتا اپنی راہ لے تجھے سعادت مطلوب ہے لیکن میں اپنے اسی حال میں خوش ہوں۔ اور مجھ سے کہا اس کو سر پر رکھ کر جہاں تمہارا دوست ہے وہاں لے جاؤ میں نے الباس کیا۔ دوست نے میرا یہ حال دیکھ کر مجھے مبارکباد دی اور کہا کر کیسی یہ عجیب اور حالت مبارک ہو حضرت شیخ نصیر الدین رح فرماتے ہیں۔

میں نے جب سے سلطان المشائخ سے اس واقعہ کو سنا دل میں محبت الہی پیدا ہو گئی ہر وقت پیرو مرشد کی خدمت میں رہنے لگا اور عبادت وریاضت میں مشغول ہو گیا۔ دس دس روز تک متواتر روزہ رکھتا تھا اور درمیان کچھ کھاتا پیتا نہ تھا۔

غرضیکہ حضرت نے اپنے پیرو مرشد سے باطنی فیوض حاصل کئے اور

کہ تھوڑے ہی عرصہ میں علوم ظاہری کی طرح علوم باطنی کی بھی تکمیل کی۔

جنگل میں رہنے کی خواہش

حضرت نصیر الدین چراغ دہلوی رح کو جب عبادت وریاضت میں ایک خاص لذت محسوس ہونے لگی تو آپ دنیا کے ہنگاموں سے گھبرانے لگے اور دل چاہنے لگا کہ جنگل بیابان میں نکل جاؤں وہاں ہر وقت محبوب حقیقی کی عبادت میں مشغول رہوں ایک روز امیر خسرو رح کے پاس گئے اور کہا آپ پیرومرشد سے زیادہ بے تکلف ہیں میری گزارش خدمت اقدس میں پہنچا دیں۔ گزارش یہ ہے کہ جب میں اپنے اودھ جاتا ہوں تو لوگوں کی مداخلت کی وجہ سے مشغول نہیں رہ سکتا اگر حضرت کی رائے ہو تو جنگل میں جاکر عبادت حق میں مشغول ہو جاؤں امیر خسرو رح کا معمول تھا کہ عشاء کی نماز کے بعد محبوب الٰہی کے پاس جاتے تھے اور دیر تک باتیں کرتے رہتے تھے حضرت نصیر الدین رح کی خواہش کا حضرت محبوب الٰہی سے اظہار کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا "اس سے کہو کہ تجھے مخلوق خدا کے درمیان میں رہنا چاہیئے اور لوگوں کے ظلم وستم برداشت کرنا چاہیئں۔

اس حکم کے بعد آپ نے ارادہ ترک کر دیا اور اس طرح کی خواہش کو دل سے نکال دیا۔

مرشد سے محبّت

مرشد سے بے حد محبت وعقیدت تھی مرشد کی تکلیف کو برداشت نہیں کرتے تھے ایک مرتبہ حضرت محبوب الٰہی کی خانقاہ میں حضرت خواجہ بہاؤ الدین زکریا ملتانی

سے ایک مرید آکر مقیم ہوئے سے وہ رات کو نماز کیلئے اٹھے تو صحن میں کپڑے رکھکر وضو کرنے لگے واپس آئے تو کپڑوں کو غائب پایا۔

بڑے پریشان ہوئے تلاش میں شور وغل کرنے لگے حضرت شیخ نصیر الدین ایک گوشہ میں عبادت کر رہے تھے شور وغل سنکر جلدی سے آئے اور اس شخص کو اس ڈر سے کہ پیر و مرشد کی عبادت میں حرج نہ ہو اپنے کپڑے اتار کر فوراً دیدیے صبح کو یہ واقعہ حضرت محبوب الٰہی کو معلوم ہوا حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی کو فوراً اپنے پاس طلب کیا اور اپنا لباس خاص دے کر آپ کے حق میں دعا میں کیں۔

دہلی میں قیام

حضرت محبوب الٰہی کی خدمت میں حضرت شیخ نصیر الدین تھوڑا سا عرصہ رہنے کے بعد اپنے وطن اودھ والدہ کے پاس چلے گئے والدہ ماجدہ کی وفات کے بعد پھر دہلی تشریف لائے مرشد نے اپنا حجرہ خاص رہنے کے لئے دیا۔

عبادت مجاہدے میں دن رات مشغول رہتے یہاں تک کہ تمام درویشانہ صفات کو پیر و مرشد کی زیر نگرانی وہدایت مکمل کر لیا حضرت محبوب الٰہی اپنے اس مرید پر فخر کرتے تھے اسی اثنا میں ایک روز پیر و مرشد نے مرید کو طلب کیا اور کہا کہ میں تم میں تمام درویشانہ صفات کو مکمل پاتا ہوں لہٰذا میں تم کو اپنا جانشین دہلی مقرر کرتا ہوں"

یہ شرف حاصل کرنے کے بعد عبادت اور ریاضت میں انکا استغراق زیادہ ہو گیا۔ مرشد کی وفات کے بعد رشد وہدایت کا فیض جاری ہو گیا ہندوستان اور بیرون ہندوستان سے مذہبی اور روحانی استفادے کے لئے ہر طبقہ کے لوگ آپ کے پاس آتے اور آپ ان کی تربیت کرتے آپ کی تعلیم میں

سب سے زیادہ نمایاں چیز اتباع شریعت تھی آپ کی ذات طریقت اور شریعت کا مجموعہ تھی اور آپ کا طریقہ فقر، صبر، رضا و تسلیم تھا۔

حضرت کی زندگی کے چند واقعات

ایک روز حضرت نصیر الدین رح کے کسی پیر بھائی کے گھر میں مجلس قوالی تھی آپ بھی اس مجلس میں موجود تھے باجے کے ساتھ سماع شروع ہوا تو آپ وہاں سے اٹھ کر چلے بعض دوستوں نے کہا تشریف رکھئے آپ نے کہا میں نہیں بیٹھوں گا کیوں کہ باجے کے ساتھ گانا خلاف سنت ہے۔ ان سے لوگوں نے کہا کہ سماع سے انکار کرتے ہو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اپنے بزرگوں کے طریقے سے پھر گئے۔ آپ نے فرمایا یہ کوئی دلیل نہیں کتاب و سنت سے دلیل چاہئے سب سے مقدم کتاب اللہ اور سنت رسول ہے حضرت محبوب الٰہی سے جب یہ واقعہ بیان کیا گیا تو آپ نے فرمایا "وہ سچ کہتے ہیں اور حق وہی ہے جو وہ کہتے ہیں"۔

اخبار الاخیار میں ہے کہ سلطان محمد تغلق حضرت شیخ نصیر الدین رح کی عظمت شان کے باوجود مخالف ہو گیا تھا اور آپکی ایذا رسانی پر کمر بستہ ہو گیا تھا ایک روز اس نے دعوت کے بہانے حضرت کو بلایا اور آپکے سامنے سونے چاندی کے برتنوں میں کھانا رکھ دیا بادشاہ اس طرح آپ کو نقصان پہنچانا چاہتا ہے اس کا مقصد یہ تھا کہ اگر حضرت نے ان برتنوں میں کھانا کھا لیا تو حکم شریعت کی خلاف ورزی پر گرفت میں لے لوں گا اور اگر نہ کھایا تو کہوں گا کہ تم نے بادشاہ کی دعوت سے انکار کیا۔ لہٰذا توہین سلطان کا ارتکاب کیا۔ حضرت شیخ نے برتن میں کھانا لیکر پہلے ہاتھ پر رکھا پھر تناول فرمایا حضرت کی اس دانائی سے بادشاہ کی تدبیر کچھ نہ

چل سکی۔ بادشاہ کی یہ مخالفت چند روز کے بعد ہی ختم ہو گئی اور وہ نادم ہوا اسی اثناء میں شاہی دربار سے آپ کا تعلق ہو گیا امراء اور رؤسا آتے آپ ان کی اصلاح و تربیت کرتے تھے۔

ایک روز آپ اپنے حجرے میں خاص میں مراقبہ میں سر جھکائے بیٹھے ہوئے تھے کہ تراب نامی ایک قلندر وہاں پہنچا اور حضرت کے جسم پر چھری سے پے در پے گیارہ زخم لگائے خون حجرے کے باہر بہنے لگا لیکن آپکے مراقبہ اور استغراق میں فرق نہیں آیا مریدین نے قلندر کو پکڑ لیا اور سزا دینی چاہی لیکن حضرت نے روکا اور فرمایا کوئی شخص قلندر کو ایذا نہ پہنچا سکے پھر قلندر سے کہا کہ اگر چھری مارتے وقت تمہارے ہاتھ کو تکلیف پہنچی ہو تو معاف کر دینا۔ اور ۲۰ اشرفیاں دے کر رخصت کر دیا۔

حضرت کا وصال

۱۰ رمضان المبارک ۷۵۷ھ کو شب جمعہ میں رحلت فرمائی وفات سے کچھ پہلے وصیت فرمائی کہ دفن کرتے وقت حضرت محبوب الٰہی کا عطا کردہ خرقہ میرے سینہ پر اور ان کا عصا میرے پہلو میں اور ان کی چوبی نعلین میرے بغل میں رکھ دی جائیں غسل دینے کے بعد ایسا ہی کیا گیا خواجہ گیسو دراز نے غسل دیا مزار مبارک دہلی میں ہے جو اب تک مرجع خلائق ہے۔

اپنے پیر و مرشد کی طرح تعلقات ازدواجی سے پاک رہے لیکن اپنے پیچھے مریدین و معتقدین کی کافی تعداد چھوڑی ہے انتقال سے پہلے ایک مرید نے اپنا جانشین مقرر کرنے کیلئے کہا لیکن آپ نے انکار کر دیا۔

حضرت کے ملفوظات

ایک بار ارشاد فرمایا جب کوئی شخص طریقت میں داخل ہوتا ہے تو اس کو چاہیئے کہ

آستین چھوٹی کرے دامن کو تھوڑا سا اونچا رکھے اور اپنے سر کو منڈ والے گا
آستین کم کرنے سے مراد یہ ہے کہ اس نے اپنا ہاتھ کاٹ کر جدا کر دیا ہے۔
اب اس کو مخلوق کے سامنے نہیں پھیلائے گا دامن اونچا کرنے سے مراد
یہ ہے کہ اس نے اپنا پاؤں کاٹ لیا ہے۔ اب کبھی ایسی جگہ نہیں جائے گا۔
جہاں معصیت ہوگی سر منڈانے کا مطلب یہ ہے کہ راہ محبت میں اس
نے اپنا سر کاٹ دیا ہے لہٰذا کوئی بات خلاف شرع اس سے نہ ہوگی۔

حضرت نصیر الدین چراغ اپنی مجالس میں زیادہ تر قرآن شریف اور حدیث
کی تعلیم پر گفتگو فرماتے تھے۔

ایک مرتبہ فرمایا کہ لوگوں نے قرآن وحدیث کو چھوڑ دیا ہے
اس لئے خراب و پریشان ہیں۔

فرمایا کہ ایک مسلمان کے ایمان کی بنیاد صرف دو چیزوں پر ہے جو خدا
اور رسول ﷺ نے فرمایا اس کی متابعت کرے اور جس سے منع کیا گیا ہے اس
کو چھوڑ دے۔

فرمایا:- ایک مرید کے لئے تین قسموں کا غسل ضروری ہے۔
(۱) غسل شریعت:- یعنی جسم سے ناپاکی کو دور کرنا۔
(۲) غسل طریقت:- یعنی خلوت و دائمی اختیار کرنا
(۳) غسل حقیقت:- یعنی توبہ باطن کرنا۔

آپ کا ارشاد ہے کہ قرآن شریف کی تلاوت میں دو فائدے ہیں
ایک یہ کہ آنکھوں کی بینائی کبھی کم نہیں ہوتی اور قرآن پڑھنے والا ہمیشہ امراض
چشم سے محفوظ رہتا ہے۔

آپ نے فرمایا کہ سب سے افضل عبادت یہ ہے کہ آدمی کسی کے دل

کو راحت پہنچائے۔

ایک بار کسی نے باجوں کے ساتھ گانے کے متعلق پوچھا۔ تو فرمایا:۔

باجوں کے ساتھ گانا مباح نہیں ہے اگر کوئی طریقت سے گرے تو کم از کم اس کو شریعت میں تو رہنا چاہیئے اگر وہ شریعت کا بھی نہ ہوگا تو پھر کہاں لے جائیگا اور کس طرح نجات پائے گا اول تو گانے میں علماء کا اختلاف ہے اگرچہ بعض شرائط کے ساتھ اس کو مباح کہا گیا ہے لیکن باجے تو بالاتفاق حرام ہیں۔

ایک دوسرے موقع پر فرمایا:۔

سماع جب ذوق و درد دل اور سوز قلب سے ہوتا ہے نہ کہ مزامیر سے۔

~~~
~~~

حضرت سید محمد گیسو دراز رح

نام و نسب اور خاندان:۔ اسم گرامی محمد اور کنیت ابو الفتح ہے متعدد القاب سے یاد کئے جاتے ہیں۔
جن میں گیسو دراز کا لقب سب سے زیادہ مشہور ہے اس لقب کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ ایکبار اپنے مرشد حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلی کی پالکی اور مریدوں کے ساتھ اٹھائی آپ کے بڑے بڑے بال تھے پالکی کے پایہ میں الجھ گئے پالکی کو کندھے پہ رکھ کر دور نکل گئے بال کے الجھ جانے سے تکلیف ہوتی رہی لیکن مرشد کے عشق و محبت میں خاموش رہے اور غایت تعظیم میں بال کو پالکی کے پایہ سے نہ نکال سکے۔ جب حضرت شیخ کو اس کی خبر ہوئی تو اپنے مرید کی اس محبت اور عقیدت سے بہت خوش ہوئے۔ اور پھر یہ شعر پڑھا ؎

ہر کہ مرید سید گیسو دراز شد!
واللہ خلاف نیست کہ او عشق باز شد

اس واقعہ کے بعد سے گیسو دراز مشہور ہوگئے۔

آپ کے والد کا نام سید یوسف حسینی عرف سید راجا اور دادا نام سید علی تھا آپ کا خاندان حسینی سادات کا مشہور خاندان تھا جو ہرات سے آکر دہلی میں مقیم ہو گیا تھا دلی میں حضرت گیسو دراز کی ولادت باسعادت ۷۲۱ھ کو ہوئی۔

بچپن اور تعلیم جب حضرت گیسو دراز کی عمر چار سال کی تھی تو آپ کے والد دہلی سے دیوگیر منتقل ہو گئے اور وہیں مقیم رہے۔

دولت آباد میں حضرت کے ماموں ملک الامراء سید ابراہیم مستوفی صوبہ دار تھے آٹھ ہی سال کی عمر میں حضرت گیسو دراز کو دینی شغف کا اظہار ہونے لگا روزہ اور نمازیں خاص اہتمام کرتے نمازیں ذوق شوق ظاہر ہونے لگا جیسے نیچے ان کی خدمت میں جمع رہتے اور بیت ہی تعظیم و تکریم کے ساتھ ان کے سامنے لٹھتے بیٹھتے حضرت گیسو دراز اس کم عمری میں مشائخ کی طرح ان کو تبرک عنایت فرماتے۔

جیسے دس سال کے ہوئے تو آپ کے والد ماجد کا انتقال ۷۳۱ھ میں دولت آباد میں ہو گیا اور وہیں سپرد خاک ہوئے۔

حضرت گیسو دراز نے ابتدائی تعلیم اپنے نانا سے پائی اور پھر دوسرے استاد سے فقہ کی ابتدائی کتابیں پڑھیں۔ نانا صاحب اور والد سے حضرت نظام الدین اولیاء اللہ اور حضرت نصیر الدین چراغ دہلوی کا ذکر برابر کرتے رہتے چنانچہ بچپن ہی میں ان بزرگوں سے عقیدت پیدا ہو گئی اور حضرت چراغ کے دیدار و ملاقات کے مشتاق تھے جب آپ کے والد ماجد کا انتقال ہوا تو کچھ دنوں کے بعد آپ کی والدہ ماجدہ نے دولت آباد کی سکونت ترک کر دی اور بچوں کو لے کر دہلی تشریف لے آئیں آپ بھی خوشی خوشی

دہلی آئے تاکہ دیرینہ آرزو پوری ہو۔

حضرت نصیر الدین چراغ دہلی کی خدمت اقدس میں دہلی پہونچنے کے بعد حضرت گیسو دراز جمعہ کی نماز ادا کرنے کیلئے سلطان قطب الدین کی جامع مسجد میں گئے وہاں حضرت چراغ دہلوی کو دور سے دیکھا تو ان کے چہرۂ مبارک کے جمال انوار سے مسحور ہو گئے آخر کار ۱۶ رجب ۷۳۶ھ کو حضرت چراغ دہلی کے دست مبارک پر بیعت کی بیعت کے بعد جذبہ عبادت وریاضت اور اذکار اور عبادت میں خاص لذت محسوس کرنے لگے۔

ایک روز پیر و مرشد سے عرض کیا کہ علوم ظاہری کی تکمیل عبادت و ریاضت میں حارج ہے لہٰذا ترک کرنا چاہتا ہوں پیرو مرشد نے فرمایا کہ علوم ظاہری بھی بہت ضروری ہیں کتابیں خوب غور سے پڑھو تم سے ایک کام لینا ہے۔

پیرو مرشد کی ایک ہدایت کے بعد باطن کو آراستہ کرنے کے علاوہ علوم ظاہری کی تعلیم کا بھی سلسلہ جاری رہا اور اس زمانہ کے مقتدر علماء سے حصول علم فرماتے رہے اور انیس ۱۹ سال کی عمر میں تمام علوم کی تحصیل سے فارغ ہوئے۔

علوم ظاہری سے فراغت کے بعد ریاضت شاقہ کی طرف توجہ کی پنجگانہ دوگانہ پانزدہ گانہ ادا فرماتے اور طے کے روزے رکھتے حضرت چراغ دہلوی اپنے مرید کی ریاضت سے بہت متاثر ہوئے ایک موقع پر فرمایا کہ ستر برس کے بعد ایک لڑکے نے پھر مجھ میں شوریدگی پیدا کر دی اور پہلے زمانہ کے واقعات مجھے یاد دلا دیتے ہیں۔

ایک بار اپنے مرید عزیز کے پاس تشریف لائے اور اپنے محبوب مرید

کو کچھ روپے بطور نذرانہ دیئے جس کے بعد سے حضرت گیسو دراز کی بڑی شہرت ہوئی اور صوفیہ کی جانب سے یہ کہا جانے لگا کہ اس شخص کو جوانی میں مقتدایان کامل کا مقام بلند حاصل ہو گیا ہے

حضرت گیسو دراز کو بھی اپنے مرشد سے والہانہ لگاؤ تھا، مرشد کی خدمت میں مہینوں تک رہتے اور مرشد کی ہر طرح خدمت کرتے۔

مرشد کی آخری ہدایت

حضرت گیسو دراز اپنی عمر کے ۳۷ ویں سال میں ایک شدید مرض میں مبتلا ہوئے مرشد نے ان کے لئے دوا طبیب اور تیمار بھیجے اور روزانہ ایک آدمی ان کی خیریت دریافت کرنے کے لئے روانہ فرماتے اور جب ان کو شفا ہوئی تو ان سے مل کر بہت خوش ہوئے اور اپنا کمبل اپنے شانے سے اٹھا کر حضرت کو عنایت فرمایا۔ اور حضرت کے ہاتھ مضبوط پکڑ کر ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی کسی کے لئے واسطے محنت و مشقت کرتا ہے تو کسی چیز کے واسطے کرتا ہے اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ سید محمد اس کام کو میری طرف سے قبول کرو یعنی لوگوں سے بیعت لیا کرو حضرت نے سر نیچا کر لیا اور خاموش رہے آپ نے فرمایا کہ تم نے قبول کر لیا۔ اسی طرح تین مرتبہ قبول کرایا۔

اس کے بعد دو وصیتیں ارشاد فرمائیں۔ ایک تو یہ کہ اپنے ظاہری اوراد ترک نہ کرنا دوسرے یہ کہ میرے متعلقین کے ساتھ رعایت کرنا

جب حضرت چراغ دہلی کا وصال ہوا تو ان کی میت کو حضرت سید گیسو دراز نے غسل دیا اور جس پلنگ پر غسل دیا تھا اس کی دو زریاں پلنگ سے جدا کر کے اپنی گردن میں ڈال لیں کہ یہ میرا خرقہ ہے عام تذکرہ نویسوں کا خیال ہے کہ حضرت چراغ دہلوی نے اپنا کسی کو جانشین مقرر نہیں کیا۔

بعض تذکرہ نویسوں کا خیال ہے کہ حضرت چراغ دہلی نے رحلت کے وقت حضرت سید بو جانشینی کے لئے منتخب کیا۔ مرشد کی وفات کے بعد آپ ان کے جانشین ہوکر مسند ولایت پر جلوہ افروز ہوئے اور ایک عالم کو اپنے انوار سے منور کیا

سفر دکن:- دہلی میں تقریباً ۴۲ سال کے قیام کے بعد ۸۰۱ھ میں گلبرگہ دکن منتقل ہوگئے راستہ میں متعدد شہروں اور قصبوں سے گذرے ہر جگہ لوگ جوق در جوق استقبال کے لئے آتے جہاں ٹھہرتے وہاں خواص عوام دونوں حلقہ بیعت میں داخل ہوتے اور حسب مراتب ان کو تلقین فرماتے جب گلبرگہ کے قریب پہنچے تو سلطان فیروز نے اپنے خاندان امراء دربار کے علماء اور شاہی لشکر کے ساتھ استقبال کیا اور عقیدت احترام کے ساتھ گلبرگہ لایا۔

دکن کے عوام خواص دونوں حضرت گیسو دراز کے فیوض و برکات کے سرچشمہ سے سیراب ہوئے اور آپ کو ان اطراف میں بڑی مقبولیت حاصل ہوئی۔

حضرت کو شریعت کی پابندی کا بڑا خیال تھا لہٰذا احمد شاہ بہمنی کو آپ کی صحبت میں شریعت کی پابندی کا خیال پیدا ہو گیا چنانچہ اس نے اپنی بادشاہت کے زمانہ میں شریعت کی ترویج پر بڑا زور دیا۔

وصال:- گلبرگہ شریف میں ۲۲ سال تک رشد و ہدایت کا سلسلہ جاری رکھا جب عمر شریف ایک سو چار سال کی ہوئی تو فیوض و برکات کا یہ سرچشمہ بند ہوگیا تاریخ وصال ۱۶ ذی قعدہ ۸۲۵ھ ہے مخدوم دین و دنیا سے تاریخ وفات نکلتی ہے

حضرت گیسو دراز کے ملفوظات (۱) سالکوں کو ہمیشہ باوضو رہنا چاہیے ہر فرض نماز کے لئے تازہ وضو کرنا بہتر ہے وضو کے بعد تحیۃ الوضو ادا کریں

لے وضو نہ سوئیں۔ اگر رات کے وقت بیدار ہو جائیں تو وضو کر لیں اور ورد
کا ادا کریں وضو کرنے میں کسی سے بات چیت نہ کریں (۲) فجر کی نماز اول وقت
ادا کریں نماز میں حضور قلب مقدم ہے (۳) اشراق اور چاشت کی
نمازوں کے بعد تلاوت کلام پاک کریں تلاوت کے بعد سلوک کی کتابیں
پڑھیں (۴) رات کو تین حصوں میں تقسیم کریں پہلے حصہ میں اوراد و وظائف
میں مشغول رہیں دوسرے حصہ میں سوئیں تیسرے حصہ میں ذکر اور مراقبہ کریں
(۵) اگر کوئی سالک شہرت کی خاطر عبادت وریاضت کرتا ہے تو وہ کافر ہے
اور اگر شہرت کے ڈر سے عبادت وریاضت کو ترک کرتا ہے۔ تو وہ ریا کار اور
منافق ہے (۶) سالکوں کے لئے تقلیل طعام ضروری ہے جو چیز کھائیں
وہ بالکل حلال ہو۔ اپنی روزی کو حلال ثابت کرنے کے لئے کوئی تاویل نہ کریں
(۷) جب تک ایک شخص تمام دنیاوی چیزوں سے فارغ نہ ہو جائے راہ
سلوک میں گامزن نہ ہو۔ اور جب وہ کسی کا مرید ہو کر خلوت میں بیٹھے تو لیتے اور دوسروں
کے حقوق ادا کرے اس کے پاس عورتیں اور بیویاں اور کنیزیں زیادہ نہ
ہوں اس میں مطلق ریا اور عطر نہ ہو دنیا داروں کی مجلسوں اور محفلوں سے دور
رہے اگر کوئی اس کا مال بھی لے لے تو اس کے لئے شور و غوغا نہ کرے کسی امیر
کے خیر و شر سے واسطہ نہ رکھے اس کے دل میں جتنی ہوس ہو اس کو دور
کرے اس کو ہمیشہ اپنی موت کا منتظر رہنا چاہیئے آج کا کام کل پر اٹھا
نہ رکھے کسی حال میں اپنے نام کی شہرت نہ دے بازار صرف ضرورت کے وقت
جائے فقہائے طہارت ولطافت کی جو باتیں بتائی ہیں ان پر عمل کرے
ان سے زیادہ پر عمل کرنا بے کار ہے شب بیداری کو دوست رکھے لوگوں کی آمد
ورفت اپنے یہاں زیادہ نہ ہونے دے امیروں کی صحبت سے گریز کرے

سلطان الشعراء خواجہ ابوالحسن امیر خسرو دہلوی

نام و نسب اور ابتدائی زندگی:۔ ابوالحسن نام اور خسرو تخلص تھا۔ اصلی نام تخلص میں دب گیا چنانچہ امیر خسرو کے نام سے مشہور ہیں والد بزرگوار کا نام امیر سیف الدین لاچین اور نانا کا نام عماد الملک تھا امیر خسرو کے والد بلخ (ترکستان) کے امیر زادوں میں سے تھے۔ مقامی شورش و فساد کی وجہ سے ہجرت کر کے سلطان التمش کے دور حکومت میں ہندوستان آئے اور موضع پٹیالی ضلع ایٹہ میں آ کر مقیم ہو گئے امیر سیف الدین ایٹہ سے دہلی گئے خاندانی وجاہت اور غیر معمولی استعداد کی بنا پر بہت جلد بادشاہ کے مقربوں میں شامل ہو گئے یہاں پر ان کی شادی عماد الملک کی صاحب زادی سے ہوئی ان کے بطن سے تین بیٹے ہوئے امیر خسرو سب سے چھوٹے بیٹے تھے امیر صاحب کی ولادت ۶۵۲ھ میں ہوئی۔

جب حضرت امیر خسرو تولد ہوئے تو آپ کے والد ماجد پیدائش کے فوراً بعد کپڑے میں لپیٹ کر ایک مجذوب کے پاس لے گئے مجذوب پڑوس میں رہتے تھے اور صاحب نعمت تھے مجذوب نے دیکھتے ہی کہا کہ امیر

یہ لڑکا غیر معمولی صلاحیتوں کا مالک ہوگا۔ اور مشہور شاعر خاقانی سے بھی دو قدم آگے ہوگا۔"

حضرت امیر خسرو کی تعلیم آپ کے نانا عماد الملک کے پاس ہوئی حضرت عماد الملک جو حضرت محبوب الٰہی کے مرید اور بے بدل عالم تھے نانا کے علاوہ بھائی باپ سب ہی آپ کی تعلیم و تربیت کا خیال رکھتے تھے جب نو برس کے ہوئے تو آپ کے والد امیر سیف الدین نے اسی برس کی عمر میں شہادت پائی اس لئے تعلیم و تربیت کی ساری ذمہ داری نانا صاحب کے ذمہ آن پڑی نانا صاحب کی عمر کی اگرچہ اس وقت ایک سو تیرہ سال کی تھی لیکن ہونہار نواسے کی تعلیم و تربیت میں مصروف ہو گئے تھوڑے ہی عرصہ میں آپ تمام علوم سے فارغ ہو گئے اور آپ کا شمار فضلا وقت میں ہونے لگا۔ بچپن سے ہی خوب طبیعت حاضر جواب عالی طبع زود فہم اور خوش گلو تھے شعر و شاعری سے فطری لگاؤ تھا خوب شعر کہتے اور لوگوں سے تحسین ستائش وصول کرتے ابتداء میں یہ معمول تھا کہ جو کچھ کہتے اپنے بڑے بھائی کو اصلاح کے لئے دکھاتے تھے معلوم ہوتا ہے کہ سارا خاندان علم و ادب کا آفتاب تھا۔

حضرت محبوب الٰہی کی خدمت میں

تذکرہ نویسوں کا اس بارے میں اتفاق ہے کہ ابھی امیر خسرو علوم و فنون کی تکمیل کر رہے تھے اور آپ کی عمر مشکل سے آٹھ نو سال کی ہوگی کہ اپنے بھائی اور دیگر افراد اور خاندان کے ساتھ حضرت محبوب الٰہی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یگانۂ زمانہ مرشد کے دامن میں پناہ لی۔ آپ کے ہمراہ

سارا خاندان بیعت سے مشرف ہوا۔ علوم ظاہری کی تکمیل کے بعد آپ نے
ساری توجہات اپنے پیر و مرشد سے اکتساب فیض کے لئے مبذول کر دی
تھیں۔ حضرت محبوب الہی بھی نہایت مہربانی اور شفقت سے پیش آتے امیر خسرو
جو کچھ لکھتے حضرت محبوب الہی خود ملاحظہ فرماتے اور مناسب اصلاح و ترمیم کا
مشورہ بھی دیتے ایک روز آپ نے امیر خسرو سے کہا اصفہانیوں کی طرح
اشعار لکھو۔ امیر خسرو نہایت لطیف تشبیہات و استعارات و کنایات سے
مرصع ایک غزل لکھ کر گئے بہت مسرور ہوئے امیر خسرو نے اپنا دیوان۔
مبتدی دمنتہی سب سے پہلے پیر و مرشد کی خدمت میں پیش کیا۔

صاحب سیر الاولیا کا بیان ہے کہ امیر خسرو نے ایک روز حضرت محبوب
الہی کی خدمت میں ایک شعر پیش کیا۔ حضرت محبوب الہی بہت خوش ہو کے
فرمایا کیا مانگتے ہو؟ امیر خسرو نے درخواست کی کہ دعا فرمائیں کہ میں شیریں
سخن ہو جاؤں حکم ہوا چارپائی کے نیچے شکر کا طشت رکھا ہوا ہے اس میں
سے کچھ شکر کھاؤ کچھ اپنے سر پر سے ڈال لو تعمیل کی گئی چند ہی سال میں امیر
خسرو کی شیریں سخنی چہار دانگ میں پھیل گئی اور امیر خسرو کو شاعر بے بدل
تسلیم کیا گیا۔ اس واقعہ کے بعد امیر خسرو افسوس کرتے کہ میں نے کوئی اور
درخواست کیوں نہیں کی۔

عبادت و ریاضت:۔ حضرت امیر خسرو کو علوم باطنی سے نہایت لگاؤ
تھا اس لئے راہ سلوک کی منزلیں بھی بڑی تیزی سے طے کرنا شروع کیں۔
اگرچہ یہ امیر بظاہر با دنیا ہوں اور امراء کا جلیس اور ہم صحبت تھا لیکن اس کے
روز و شب عبادت و ریاضت سے معمور رہتے

آپ ہر شب تہجد کے وقت قرآن مجید کے سات پارے نہایت خوش الحانی سے
تلاوت کرتے اس کے علاوہ اکثر روزے سے رہتے تذکرہ نویسوں کا بیان ہے

کہ چالیس سال تک صائم الدہر رہے ایک بار سلطان المشائخ نے آپ سے دریافت کیا کہ عبادت و شغل کی کیا کیفیت ہے عرض کیا چند روز سے ایک نئی تبدیلی پاتا ہوں جب تہجد کے لئے بیدار ہوتا ہوں خود بخود گریہ طاری ہو جاتا ہے۔ محبوب الٰہی نے فرمایا الحمدللہ اب کچھ ظاہر ہونا شروع ہو گیا۔

آخر میں تو عشق الٰہی کی ایسی سوزش ان میں پیدا ہو گئی تھی کہ جب لباس پہنتے تو سینے کے پاس کا کپڑا جل جاتا چنانچہ محبوب الٰہی خود فرماتے ہیں۔

"قیامت کے روز اگر مجھ سے کہا جائیگا کہ کیا لایا تو میں عرض کروں گا کہ اس ترک کے سینے کی سوزش لایا ہوں۔

پیر و مرشد کو اپنے محبوب مرید سے جو تعلق خاطر تھا اس اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ ایک روز حضرت محبوب الٰہی نے آپ سے ارشاد فرمایا کہ اے ترک میں سب سے تنگ آ گیا ہوں یہاں تک کہ اپنے آپ سے بھی مگر تجھ سے کبھی تنگ نہیں ہوتا۔

ایک دفعہ ایک شخص نے حضرت محبوب الٰہی کی خدمت میں درخواست کی اور جرأت کر کے عرض کیا کہ آپ جن نظروں سے امیر خسرو کو دیکھتے ہیں صرف ایک مرتبہ مجھے ان نظروں سے دیکھ لیجئے یہ سن کر اس وقت تو کچھ نہیں فرمایا کچھ دیر کے بعد فرمایا میرے دل میں گزرا کہ اس سے فوراً کہدوں تو امیر خسرو جیسی قابلیت تو پیدا کر لے۔

امیر خسرو کو بھی اپنے مرشد سے کچھ ایسا والہانہ تعلق تھا کہ اس کی مثال مشکل سے ملے گی امیر خسرو ایک عظیم شاعر ہونے کے علاوہ شاہی دربار سے تعلق کی بنا پر امیر کبیر تھے لیکن اس کے باوجود مرشد کے ادنٰی خادم بنکر رہتے اپنے مرشد کو غزلیں سناتے جو شعر پسند آجاتا اس کو بار بار پڑھتے

غرضیکہ کبھی خادم بن کر سامنے آتے کبھی ایک خوش الحان قوال کے لباس میں
پیش ہوتے۔ اسی لئے مرشد کے دل میں بھی عظمت پیدا ہوئی حضرت محبوب
الٰہی فرماتے ہیں ؎

خسرو کہ نظم و نثر مثلش کم خاست | ملکیت ملک سخن آں خسرو راست
ایں خسرو ماست ناصر خسرو نیست | زیرا کہ خدائے ناصر خسرو ماست

مرشد سے والہانہ عقیدت کا ایک واقعہ

ایک بار ایک درویش نے محبوب
الٰہی کے پاس آکر سوال کیا اتفاق
سے اس روز لنگر خانہ میں کوئی چیز نہ تھی محبوب الٰہی نے فرمایا انتظار کرو آج
جو کچھ آئے گا سب تمہارا ہے لیکن اتفاق سے اس روز کوئی چیز کہیں سے
نہیں آئی فرمایا اچھا کل جو کچھ کہیں سے آئے گا سب تم کو دیدیا جائے گا
دوسرا روز بھی اسی طرح خالی گیا کوئی چیز نہیں آئی آخرکار حضرت محبوب
الٰہی نے اپنے پاؤں کی جوتیاں دے کر درویش کو رخصت کیا وہ جوتیاں لیکر باہر
نکلا امیر خسرو سے ملاقات ہوگئی پیر و مرشد کی خیریت دریافت کی درویش نے کہا
خیریت ہے امیر خسرو متفکر کھڑے تھے فوراً بول اٹھے مجھ کو تجھ سے
شیخ کی بو آتی ہے شاید ان کی کوئی چیز تیرے پاس ہے درویش نے کہا کہ
یہ شیخ کی جوتیاں میرے پاس ہیں جو مجھے عطا کی گئی ہیں امیر خسرو بیتاب
ہوگئے درویش سے کہا اس کو فروخت کرتے ہو وہ فوراً راضی ہو گیا آپ
نے فوراً پانچ لاکھ روپیہ جو بادشاہ وقت سے ایک قصیدہ کے صلہ میں
ملے تھے درویش کے حوالہ کر دیئے اور مرشد کی نعلین لیکر سر پر رکھے ہوئے
خدمت میں پہونچے اور عرض کیا حضور اس درویش نے اسی پر اکتفا کیا
اگر تمام جان و مال ان کے بدلے طلب کرتا تو میں سب دیکر لے لیتا۔

حضرت محبوب الٰہیؒ کی وفات کا امیر خسروؒ کو انتہائی غم

امیر خسرو کو اپنے پیر و مرشد سے بےحد محبت تھی اس کا اندازہ پچھلے واقعات سے کیا جا سکتا ہے اس لئے آپ کی عادت تھی کہ اپنے اوقات کا اکثر بیشتر حصہ اپنے پیر و مرشد حضرت محبوب الٰہی کے پاس گذارتے تھے لیکن امیر خسرو مرشد کی رحلت کے وقت دہلی سے بہت دور سلطان غیاث الدین تغلق کے ہمراہ بنگال گئے ہوئے تھے محبوب الٰہی کا وصال ہوا تو یکایک امیر خسرو کے دل پر ایک عجیب کیفیت طاری ہو گئی اور بادشاہ سے اجازت لیکر دیوانہ وار دوڑ پڑے دہلی پہونچکر معلوم ہوا کہ حضرت محبوب الٰہی اپنے محبوب حقیقی سے جا ملے۔ یہ سنکر بیتاب ہو گئے جو کچھ پاس تھا سب مرشد کے ایصال ثواب کیلئے فقراء و مساکین پر لٹا دیا۔ سر کے بال کٹوا دیے اور پاگلوں کی طرح مزار پر انوار پر آکر گر پڑے پھر اس سے ٹکرا کر ایک چیخ ماری اور کہا تعجب ہے کہ آفتاب زمین کے اندر چھپ جائے اور خسرو زندہ رہے۔ یہ کہکر بیہوش ہو گئے ہوش آیا تو پھر گریہ وزاری کرنے لگے غرضیکہ ماتمی لباس پہنکر مزار اقدس پر آن بیٹھے اور دنیا سے کنارہ کشی اختیار کر لی۔

پیر و مرشد کے غم میں جان دیدی

حضرت محبوب الٰہی کی وفات نے حضرت امیر خسرو کو نیم مردہ کر دیا تھا ترک دنیا کر کے روضہ الور پر پڑے رہتے تھے چنانچہ اسی غم اندوہ میں چھ مہینے کے بعد ۱۸ شوال ۷۲۵ھ میں عالم آخرت کو سدھار گئے اور اس طرح اپنے پیر و مرشد سے جا ملے۔

حضرت محبوب الٰہی رح نے پیشین گوئی فرمائی تھی اور ساتھ ہی ساتھ

وصیت بھی کی تھی" امیر خسرو میرے بعد زندہ نہیں رہیں گے ان کے انتقال کے بعد میرے پہلو میں دفن کرنا وہ میرا رازداں ہے اور میں بغیر اس کے جنت میں قدم نہیں رکھوں گا ایک مرتبہ فرمایا تھا" اگر شریعت میں اجازت ہوتی تو میں وصیت کرتا کہ امیر خسرو کو میرے ساتھ دفن کرنا تاکہ ہم دونوں یکجا رہیں

حضرت محبوب الٰہی کے ارشاد کے مطابق حضرت امیر خسرو کو مزار کے بالکل متصل دفن کیا گیا تقریباً دو صدیوں تک مزار پر کوئی عمارت تعمیر نہیں ہوئی تھی سب سے پہلے مہدی خواجہ نامی ایک امیر نے آپ کا مقبرہ تعمیر کرایا پھر اس کے بعد مزار کی عمارت میں اور بھی اضافہ کیا گیا۔

امیر خسرو بہت بڑے اہل حکم علم اور بے بدل شاعر تھے مختلف موضوع پر ۹۹ کتابیں تصنیف فرمائیں جن میں اکثر آج ناپید ہیں آپ کے اشعار کی مجموعی تعداد ۵ لاکھ ہے آپ ہی نے حضرت محبوب الٰہی کے ایماء سے سب سے پہلے اردو کی داغ بیل ڈالی اس کے علاوہ درویش کامل اور شیخ طریقت تھے صاحب سیرالاولیا کا بیان ہے" منجملہ آپ کے اصحاب کے سلطان الشعراء برہان الفضلا امیر خسروؒ ہیں جو فضیلت اور بزرگی میں متقدمین و متاخرین سے سبقت لے گئے تھے باطن صاف رکھتے تھے اگرچہ بظاہر بادشاہوں سے تعلق رکھتے تھے لیکن صورت سیرت میں اہل تصوف کا طریقہ عیاں تھا۔

آپ کا شمار ان لوگوں میں تھا جو تصوف کے رنگ میں ڈوبے ہوئے تھے"

حضرت شیخ عبدالحق محدثؒ نے نہایت زوردار الفاظ میں مدح و ستائش کی ہے اور اقلیم شاعری کا تاجدار کہا ہے۔

حضرت خواجہ محمد باقی باللہ نقشبندی دہلوی رح

حضرت خواجہ باقی باللہؒ افغانستان کے ایک نہایت معزز خاندان سے تعلق رکھتے تھے آپ کے والد کا اسم گرامی قاضی عبدالسلام تھا جو اپنے زمانہ کے بہت بڑے عالم و فاضل تھے اور اسی لئے اپنے ملک میں غیر معمولی عظمت اور عزت کے مالک تھے حضرت خواجہ باقی باللہؒ ۹۷۱ھ میں کابل میں پیدا ہوئے آپ کی پیدائش اپنے ساتھ ہزاروں سعادتیں اور برکتیں لئے ہوئی تھی چنانچہ آپ کے والد ماجد فرماتے تھے "میرا فرزند ارجمند پیدائشی ولی ہے اس کی ولادت میرے اور میرے تمام خاندان کے لئے باعث برکت ہے۔

جب پانچ سال کی عمر ہوئی تو اپنے والد محترم کی زیر نگرانی ظاہری علوم کے حصول میں مصروف ہو گئے۔

ابتدائی تعلیم سے فراغت کے بعد مزید تعلیم و تربیت کے لئے حضرت مولانا صادق کے سپرد کئے گئے۔ مولانا موصوف اپنے عہد کے یگانہ روزگار علماء میں سے تھے اس کے علاوہ کمالات

باطنی میں بھی فائق تھے چنانچہ حضرت خواجہ نے علوم ظاہری کے ساتھ ہی ساتھ علوم باطنی اور کمالات کا بھی استفادہ کیا۔

حضرت خواجہ کو اپنے استاد محترم سے حد درجہ عقیدت اور محبت تھی ہر وقت ان کے پاس حاضر رہتے چنانچہ جب مولانا صادق کو ماوراء النہر تشریف لے جانے کی ضرورت پیش آئی تو آپ بھی استاد کے ہمراہ کابل سے ماوراء النہر تشریف لے گئے۔ ماوراء النہر کا یہ سفر آپ کے لئے بہت مفید رہا نہ یہ کہ وہاں رہ کر اپنے استاذ سے تکمیل علوم ظاہری کی بلکہ وہاں رہ کر دیگر جلیل القدر علماء و فضلاء سے بخوبی استفادہ کیا تھوڑے ہی عرصہ میں کم عمری کے باوجود حضرت خواجہ کا شمار مقتدر علماء میں ہونے لگا اور آپکی شہرت دور دور پھیل گئی۔

حضرت کو سے ہندوستان سے کورد انگے علوم ظاہری سے فارغ ہونے کے بعد حضرت کے دل میں تقرب الی اللہ اور معرفت حق کے لئے بے پایاں تڑپ پیدا ہوئی ماوراء النہر کے علاقہ میں جو بھی بزرگ جہاں ملا اس سے فیض باطنی حاصل کیا اور خاموشی کے ساتھ راہ سلوک کی منزلیں طے کرتے رہے چونکہ اس زمانہ میں ہندوستان کو اولیاء اللہ کے معاملہ میں ساری دنیا میں غیر معمولی شہرت اور عظمت حاصل تھی لہٰذا آپ ماوراء النہر سے ہندوستان تشریف لائے یہاں آپ کے بعض دوستوں نے جو بڑے بڑے شاہی عہدوں پر فائز تھے اس بات کی انتہائی کوشش کی کہ آپ کوئی شاہی عہدہ قبول کریں لیکن آپ نے سب کو ٹھکرا دیا اور روحانی رہنماؤں کی تلاش و جستجو کو جاری رکھا۔

اس زمانہ کا ایک واقعہ خود بیان کرتے ہیں میں ایک روز تصوف کی

کتابوں کے مطالعہ میں مصروف تھا کہ یکایک ایسی تجلی دیکھی کہ میرے ہوش و حواس ختم ہو گئے اور میں آپے سے نکل گیا آخرت حضرت بہاؤ الدین زکریا ملتانی کی روحانیت نے خدا کے حکم سے مجھے حوصلہ دیا۔ اور میرے ہوش و حواس واپس آئے اس کے بعد ارباب معرفت کی تلاش میں سرگرم عمل ہو گیا۔

اس واقعہ کے بعد ذوق طلب کا یہ عالم ہو گیا کہ آپ ہندوستان کے جنگل بیابانوں اور قبرستانوں میں بزرگان طریقت کو تلاش کرتے پھرا کرتے تھے اثناء سفر میں جب لاہور پہنچے تو آپ کی نظر انتخاب ایک مجذوب پر پڑی اس مجذوب نے پہلے تو آپ کو بہت تنگ کیا کبھی پتھر مارتا کبھی گالیاں دیتا لیکن خواجہ تھے کہ اس کا پیچھا نہیں چھوڑتے آخر کار اس مجذوب نے ایک درویش کی شکل اختیار کر لی اور آپ کو بعید روحانی فیض پہونچایا اس کے علاوہ آپ نے متعدد ارباب طریقت سے فیض حاصل کیا جن میں سے چند حضرات کے اسماء گرامی درج ہیں (۱) حضرت خواجہ عبید اللہ احرار (۲) امیر عبداللہ بلخی (۳) شیخ سمرقندی (۴) حضرت شیخ بابا سوائی سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے ایک جلیل القدر بزرگ۔

خواجہ مکنگی کی خدمت میں: مندرجہ بالا حضرات سے روحانی فیض حاصل کر کے دوبارہ سمرقند اور ماوراء النہر کے علاقہ میں تشریف لے گئے ایک روز مراقبہ کے عالم میں دیکھا کہ حضرت خواجہ مکنگی سامنے کھڑے ہیں اور فرما رہے ہیں اے فرزند ہم تمہارے منتظر ہیں ہمارے پاس جلد آؤ اس اشارہ غیبی کے بعد فوراً حضرت خواجہ موصوف کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔

اور پھر ان کی ارادت میں داخل ہو کر خرقہ خلافت حاصل کیا اپنے پیر و مرشد کی خدمت میں مزید قیام کا ارادہ ظاہر کیا۔ لیکن

ہدایت کی گئی "تم ہندوستان واپس جاؤ تمہاری ذات سے سلسلہ عالیہ نقش بندیہ خوب پھیلے اور پھولے گا اور وہاں کے رہنے والے تمہارے فیض سے اپنے ظاہر و باطن کو شریعت و طریقت سے آراستہ کریں گے" چنانچہ آپ حضرت خواجہ امکنگی سے جدا ہونے کے بعد ہندوستان کے لئے روانہ ہو گئے۔

ہندوستان میں دوبارہ تشریف آوری اور قیام

پیرو مرشد سے جدا ہو کر ہندوستان کے لئے روانہ ہو گئے آپ نے شروع میں لاہور قیام فرمایا اس کے بعد دہلی میں قیام کا حکم ہوا تو لاہور سے دہلی کے لئے روانہ ہو گئے۔ دوران سفر یہی رحم دلی کی یہ کیفیت تھی کہ جب کوئی کمزور یا بوڑھا دکھائی دیتا تو گھوڑے سے اتر پڑتے اسے گھوڑے پر بٹھا لیتے اور خود پا پیادہ چلتے غرضکہ اس طرح کافی مدت کے بعد دہلی پہنچے یہاں آ کر خلق خدا کو مستفید فرمانا شروع کر دیا۔

آپ کم سونے کم کھانے کم بولنے تھے اور عشاء کے بعد سے نماز تہجد تک ورد ختم کرتے بعد نماز تہجد ایک سو بیس بار سورہ یٰسین پڑھتے اس کے بعد ذکر اسم ذات میں مصروف ہوتے جب صبح کا آغاز ہوتا عرض کرتے الہیٰ کیا ہوا رات جلدی سے گذر گئی تھوڑی دیر رہی کہ عبادت کرتا پھر دوبارہ وضو کر کے دو رکعت تحیۃ الوضو ادا کرتے درمیان سنت اور فرض صبح کے اکم بار سورہ مزمل پڑھ کر نماز صبح باجماعت ادا کرتے اشراق تک وظائف میں مشغول رہتے اشراق کے نوافل کے بعد تلاوت قرآن مجید میں دس گیارہ بجے تک مصروف ہوتے اس عبادت سے فارغ ہونے کے بعد مخلوق خدا کی خدمت کرتے اور ان کی حاجتیں پوری کرتے پھر تھوڑی دیر قیلولہ فرما کر نماز ظہر ادا کرتے نماز ظہر

کے بعد عصر تک نوافل میں مشغول ہو جاتے عصر کی نماز سے کچھ پہلے حاضرین سے خطاب فرماتے عصر سے مغرب تک درود شریف پڑھتے مغرب سے عشاء تک طالبان خدا کی تربیت فرماتے۔

فیاضی کا یہ عالم تھا کہ ایک شاہی امیر نے جو حضرت خواجہ کا بڑا معتقد تھا آپ کی خدمت میں بہت سا روپیہ بھیجا اور عرض کیا کہ اسے مستحقین میں تقسیم فرما دیجئے آپ نے خادم سے فرمایا کہ جو کچھ نقدی ہمارے پاس ہے وہ بھی اس میں ملا دو اور سارا روپیہ غریبوں اور مسکینوں میں تقسیم کر دو۔

جب حضرت نے سفر حجاز کا ارادہ کیا اور اس کی خبر بادشاہ کے وزیر عبدالرحیم خانخاناں کو ہوئی تو اس نے چند لاکھ روپیہ آپکی زادراہ کے لئے بھیجا اور عاجزی سے کہلایا کہ مجھے امید ہے کہ حضرت اس حقیر رقم کو قبول فرما کر مجھے ممنون فرمائیں گے۔ جب یہ روپیہ آپ کے پاس پہونچا تو بجد ناراض ہوئے اور یہ کہتے ہوئے واپس کر دیا کہ ہم فقیروں کے لیے ہرگز مناسب نہیں کہ ہم مخلوق خدا کی گاڑھی کمائی کا مال ضائع کر کے حج کو جائیں یہ تو رعایا کا ہی حق ہے۔

حضرت خواجہ پاکیزہ اخلاق کا زندہ نمونہ تھے بندگان خدا کے ساتھ نہایت اعلیٰ اخلاق سے پیش آتے لوگوں کی دل آزاری سے خود بھی پرہیز کرتے اور دوسروں کو بھی اس پر سختی سے عمل کراتے بعض لوگوں کو جو آپ کو سختی سے سخت باتیں کہہ دیتے آپ ان پر بھی مسکرا کر خاموش ہو جاتے۔

حضرت خواجہ کی وفات:۔ حضرت خواجہ کی عادت تھی کہ آپ اپنے روحانی انکشافات کو خواب کہکر ظاہر فرمایا کرتے تھے چنانچہ ایک روز کہنے لگے ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ سلسلہ نقشبندیہ کا کوئی بڑا شخص فوت ہو جائیگا لہٰذا اس کے لیے شہر دہلی کے کنارے کوئی پاک جگہ تلاش کرنا چاہیئے اس خواب کے بعد سے

آپ نے لوگوں سے ملنا جلنا ترک کر دیا اور دنیا سے قطعی نفرت ہو گئی اور ایسی
کیفیت طاری ہونے لگیں جس سے پتہ چلتا تھا کہ آپ کی وفات کا وقت قریب ہے
ایک روز آپ کے صاحبزادے خواجہ محمد عبداللہ حاضر ہوئے ان کے ہاتھ
میں آئینہ تھا فرمایا اس کو دیکھو جب انہوں نے لفظ آئینہ پر نظر ڈالی تو کیا دیکھتے
ہیں کہ اس میں ایک بڑھے آدمی کی شبیہ ہے جس کی ڈاڑھی کے تمام بال سفید
ہو چکے ہیں خواجہ محمد عبداللہ متعجب ہوئے اور ان کا سارا جسم کانپ اٹھا
آپ نے تبسم فرمایا اور کہا کہ یہ نور الٰہی ہے کہ میری ریش پر نمودار ہوا اس قسم کے
واقعات کے بعد ایک روز آپ نے اپنے اصحاب سے مخاطب ہوتے
ہوئے کہا مجھ سے صاف لفظوں میں کہا جا رہا ہے کہ جس غرض سے لایا گیا
تھا وہ پوری ہو گئی اب سفر آخرت کی تیاری کرنا چاہیئے۔
الغرض جمادی الآخر ۱۰۱۲ھ آپ بیمار ہوئے اور بروز شنبہ ۲۵ /
جمادی الآخر ۱۰۱۲ھ مطابق ۳۰ ۱۶۰۳ء کو عصر اور مغرب کے درمیان اللہ اللہ کہتے
ہوئے اس دار فنا سے دار البقا کی طرف سدھارے
انتقال کے بعد ایک صاف ستھرے مقام پر آپ کے لئے قبر تیار کی گئی لیکن
جب آپ کی نعش مبارک کو لیکر چلے تو لوگوں پر ایسی بدحواسی طاری ہو گئی کہ جا بجا
جنازہ کے کسی اور مقام پر جا کر جنازہ کو رکھ دیا جب اس مقام پہ جنازہ رکھا
گیا تو مریدین میں سے کسی کو یاد آیا کہ یہ وہی مقام ہے جہاں ایک روز حضرت
نے وضو فرمایا تھا اور اٹھتے وقت جب آپ نے دیکھا کہ آپ کے دامن
مبارک پہ وہاں کی خاک لگ گئی ہے تو آپ نے ارشاد فرمایا
کہ یہ جگہ ہماری دامن گیر ہوئی ہے یہاں ہی مدفن ہوگا چنانچہ

اس واقعہ کے یاد آنے کے بعد اسی جگہ قبر کھودی گئی اور حضرت کے جسم اقدس کو سپرد خاک کیا گیا۔

یہ مقام دہلی میں صدر بازار کے قریب قطب روڈ پر واقع ہے شروع میں آپ کا مزار بالکل کچا تھا لیکن بعد میں مزار پختہ بنایا گیا اور اس کے ساتھ ایک مسجد بھی تعمیر کی گئی یہ مزار دہلی میں زیارت گاہ خلائق ہے۔

حضرت خواجہ کی روحانی اور جسمانی اولاد

حضرت خواجہ کے خلفاء کی ایک طویل فہرست نظر آتی ہے وہ کسی کو بھی حاصل نہیں ہوا موصوف کے علاوہ چند اور حضرت کے اسماء گرامی قابل ذکر ہیں۔

(۱) شیخ تاج الدین (۲) خواجہ حسام الدین احمد (۳) شیخ اللہ داد رحمہم اللہ۔

جسمانی اولاد میں حضرت کے دو صاحبزادے تھے بڑے صاحبزادے کا نام خواجہ عبید اللہ تھا چھوٹے صاحبزادے کا نام محمد عبد اللہ تھا دونوں صاحبزادے علوم ظاہری و باطنی سے مالا مال ہوئے اور اپنے والد محترم کے نقش قدم پر چلے۔

امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد رح سرہندی

نام و نسب:- شیخ احمد نام اور مجدد الف ثانی لقب تھا والد ماجد کا
نام مخدوم شیخ عبدالاحد تھا آپ کا سلسلہ نسب ۲۸ واسطوں سے
خلیفہ دوم حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے آپ کے اجداد
کبار میں سے حضرت سلطان شہاب الدین علی اور حضرت امام رفیع الدین
قدس سرہما اولیاء کاملین میں سے تھے۔

حضرت سلطان شہاب الدین علی لقب فرخ شاہ ہے جو ایک عرصہ تک
والی کابل رہے سلاطین غزنویہ سے پہلے اور سلطنت غزنویہ کے زوال
کے بعد کابل سے کئی بار فوج کثیر کے ساتھ ترویج اسلام کے لئے ہند
تشریف لائے پھر سلسلہ چشتیہ میں بیعت کر کے درجہ کمال کو پہونچے۔
اور ایک عالم آپ کے چشمہ فیض سے سیراب و کامیاب ہوا۔

سرہند کی بنا حضرت مجدد کے جد ششم امام رفیع الدین رح کے
ہاتھوں پڑی آپ کابل سے سید جلال الدین بخاری جو مخدوم جہانیاں
جہاں گشت کے لقب سے مشہور رہیں اس کے بعد ہندوستان تشریف

لائے اور سرہند سے پانچ کوس کے فاصلہ پر ایک گاؤں بسے وہاں قیام کیا اس طرح حضرت مجدد رح کا خاندان ہندوستان میں فروکش ہوا

ولادت باسعادت حضرت مجدد کی ۹۷۱ھ میں بمقام سرہند ہوئی لفظ خاشع سے آپ کا سال ولادت نکالا جاسکتا ہے ایام طفولیت کا ایک واقعہ صاحب مقامات نے نقل کیا ہے کہ ایک مشہور بزرگ شاہ کمال کیتھلی سرہند میں مقیم تھے آپ کے والد حضرت مخدوم آپ کو گود میں لیکر شاہ صاحب کے پاس آئے کہ حضرت اس کی طرف التفات فرمائیے اور دعا کیجئے شاہ صاحب آپ کو گود میں لیا اور اپنی انگلی آپ کے منہ میں دیدی آپ نے اسے چوسا شاہ صاحب فرمانے لگے بابا بس کرو اتنا ہی کافی ہے کچھ ہماری اولاد کے لئے بھی چھوڑ دو تم نے تو ہماری ساری نسبت ہی کھینچ لی پھر شاہ صاحب نے حضرت مخدوم سے کہا کہ یہ تمہارا لڑکا بڑا ہی متبع سنت ہوگا غرضکہ ابتداء ہی سے آپ ایسے آثار ظاہر ہونے لگے تھے جو بتلاتے تھے کہ یہ لڑکا غیر معمولی ہوگا۔ اور ہندوستان اس کے فیض سے سیراب ہوگا۔

حضرت مجدد کی ابتدائی زندگی اور تعلیم و تربیت

حضرت مجدد نے سب سے پہلے قرآن مجید حفظ کیا پھر اپنے والد کے پاس علوم ظاہری کی تحصیل کرنے لگے تھوڑی ہی عرصہ میں آپکا ذہن رسا دقیق مسائل حل کرنے لگا اکثر علوم تو اپنے والد حضرت مخدوم سے حاصل کیے پھر اکتساب علم کے لئے سیالکوٹ پنجاب تشریف لے گئے یہ وہ زمانہ تھا کہ سیالکوٹ علم و فن کا بہت بڑا مرکز بنا ہوا تھا اور ایک محقق عالم مولانا کمال کشمیری رح کے علم و کمال کا دور دور شہرہ تھا حضرت مجدد نے مولانا کمال کشمیری سے بعض علوم حاصل کیے اور حدیث کی کتابیں شیخ یعقوب کشمیری رح سے پڑھیں جو ان دنوں میں وہیں مقیم تھے عالم ربانی قاضی بہلول بدخشانی سے بھی آپنے حدیث کی

بعض کتابیں پڑھیں کعتیں ز صغر ۱۷ سال کی عمر میں آپ نے علوم ظاہری کی تکمیل کی۔
حضرت مجدد سیالکوٹ میں ظاہری علوم کے بعد سیالکوٹ سے آگرہ تشریف لے گئے یہ اکبر کے عہد حکومت کا زمانہ تھا اور مغل دارالحکومت ہونیکی وجہ سے آگرہ علماء فضلاء کا مرکز بنا ہوا تھا یہاں آپ نے درس و تدریس کا سلسلہ جاری کر دیا۔ آپ کی شہرت کی یہاں تک نوبت پہونچی کہ دربار اکبری کے مشہور رتن ابوالفضل اور فیضی بھی آپ کے نیاز مندوں کے حلقہ میں شامل ہو گئے اور آپ سے استفادہ کرنے لگے ایک دن آپ فیضی کے مکان پر گئے وہ اپنی مشہور تفسیر بے نقط لکھ رہا تھا آپ کو دیکھ کر بہت خوش ہوا اور کہنے لگا آپ خوب موقع پر آتے ہیں اس وقت بڑی وقت میں گرفتار ہوں۔ اس مضمون کو غیر معجمہ حروف میں ادا نہیں کر سکتا بڑی دیر سے دماغ رہا ہوں مگر حسب دلخواہ عبارت بن نہیں سکی آپ نے فوراً نہایت فصاحت بلاغت سے اس کو مدد دیتے رہے فیضی کی یہ بے نقط تفسیر سواطع الالہام کے نام سے بعد میں مشہور ہوئی۔
حضرت مجدد کے والد ماجد حضرت مخدوم کچھ مدت کے بعد بیٹے سے ملنے کے لئے آگرہ گئے اور ان کو ساتھ لیکر جب سرہند جا رہے تھے تو راستہ میں تھانیسر میں قیام کیا۔ تھانیسر کے دوران قیام میں وہاں کے رئیس شیخ سلطان حضرت مخدوم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میں چاہتا ہوں کہ اپنی لڑکی کی شادی آپ کے صاحبزادے شیخ احمد سے کر دوں مجھے اس سلسلے میں بشارت ہوئی ہے آپ کے والد ماجد نے اس رشتہ کو منظور فرما لیا اور یہ شادی کر کے فارغ ہو کر حضرت مجدد اپنے والد محترم کے ہمراہ سرہند واپس آ گئے۔
سرہند پہونچکر حضرت مخدوم نے آپ کی تربیت روحانی شروع کی اور حضرت

مجددنے ان سے بہت سے فوائد باطنیہ حاصل فرمائے اور تھوڑے ہی عرصہ کے بعد اپنے والد سے خرقہ خلافت حاصل کیا اور جانشین مقرر ہوئے اس کے بعد حضرت مخدوم بیمار ہو گئے اور رحلت فرما گئے باپ کے انتقال کے وقت حضرت مجدد کی عمر ۳۰ سال تھی حضرت مخدوم کا انتقال ۱۰۰۷ھ میں ہوا

حضرت مجدد کا حضرت خواجہ باقی باللہ سے فیض باطنی اور تکمیل روحانیت

صاحب برکات احمدیہ لکھتے ہیں کہ حضرت کو طواف بیت اللہ اور زیارت روضہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا شرف شب وروز بے چین رکھتا تھا اور ہمیشہ آپ سفر حجاز کی طرف راغب رہا کرتے تھے مگر اپنے والد بزرگوار کی پیری کی وجہ سے کہیں جا نہیں سکتے تھے جب حضرت مخدوم کا ۱۰۰۷ھ میں انتقال ہو گیا تو آپ ۱۰۰۸ھ میں زیارت حرمین کے ارادہ سے سرہند روانہ ہوئے جب آپ دہلی پہنچے تو اپنے مخلص دوست مولانا حسن کشمیری کے ہاں قیام کیا مولانا حسن کشمیری ایک صاحب باطن بزرگ اور حضرت خواجہ باقی باللہ کے اوصاف کمالات روحانی حضرت مجدد سے بیان کئے اور کہا کہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں آپ سے بلند مرتبہ کوئی بزرگ موجود نہیں حضرت مجدد جو بچپن سے اولیاء کرام کے عاشق تھے۔ ان کے دل میں بھی حضرت خواجہ کی زیارت کا شوق پیدا ہوا اور آپ نے اپنے محب قدیم مولانا حسن کشمیری کے ہمراہ حضرت خواجہ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔

حضرت خواجہ کمال مہربانی اور شفقت سے پیش آئے اور حضرت مجدد سے پوچھا کس ارادہ سے دہلی آئے ہو عرض کیا کہ زیارت کعبہ کے لئے جانے کے لئے شوق میں حاضر ہوا ہوں حضرت خواجہ نے فرمایا بڑا مبارک ارادہ ہے

لیکن اگر چند روز فقراء کی صحبت میں رہو تو کچھ حرج نہیں ۔
حضرت مجدد آپ کے فرمانے سے ایک ہفتہ کے ارادے سے خدمت عالی میں رہنے کے لئے ٹھہرے دوسرے ہی دن نہ گذرے تھے کہ آپکو وہ روحانی لذت اور کیفیت محسوس ہوئی کہ آپ سب کچھ بھول گئے آپ کا قلب مبارک ذکرالٰہی سے جاری ہو گیا اور اس کی لذت وحلاوت دل و دماغ پر چھا گئی یا تو حضرت کو خانہ کعبہ ہی کے طواف کا شوق تھا یا راہ میں خود صاحب خانہ ہی مل گیا اور یا تو روضہ منورہ کے انوار سے نور وضیا حاصل کرنے کی تمنا تھی یا اثنائے سفر ہی میں اقتباس انوار صاحب روضہ مطہرہ نصیب ہو گیا سبحان اللہ سبحان اللہ! غرض کہ آپکو وہ نعمت حاصل ہو گئی جس کی برسوں سے آپکو تلاش تھی اور وہ صاحب باطن مل گیا جس کی تلاش میں آپ سرگرداں تھے اس سے آپ حضرت خواجہ کے نیاز مندوں میں شامل ہونے کے بعد مسلسل تین ماہ تک آپ سے باطنی رموز اور نکات حاصل فرماتے رہے۔
بالآخر حضرت خواجہ حضرت مجدد کے روحانی کمالات سے اس قدر خوش ہوئے کہ آپ نے ان کو خلافت عطا فرمانے کے بعد سرہند روانہ کر دیا۔ دہلی سے سرہند واپس جانے کے بعد حضرت مجدد درس و تدریس اور روحانی مشاغل میں مصروف ہو گئے لیکن آپ کا دل پیر و مرشد کی خدمت میں حاضری کیلئے ہر وقت بے چین اور مضطرب رہتا تھا چنانچہ آپ چند ہی روز میں حضرت خواجہ کی خدمت میں حاضر ہو گئے حضرت مجدد نے جتنے روز دہلی میں قیام کیا حضرت خواجہ ان کو برابر اپنے باطنی فیوض مرحمت فرماتے رہے۔
حضرت کو اپنے مرید سے محبت عقیدت تھی۔ حضرت مجدد یوں تو حضرت خواجہ کے مرید تھے۔ لیکن حضرت خواجہ ان کے ساتھ برابر دوستوں کا برتاؤ کرتے

تھے اور بیحد احترام کے ساتھ پیش آتے تھے بلکہ بعض وقت تو حضرت مجدد کو سر مجلس بنا کر ان کے سامنے مریدوں کی طرح بیٹھ جاتے تھے اس کے ساتھ ہی ساتھ اپنے مریدوں کو ہدایت فرماتے تھے کہ حضرت مجدد کی موجودگی میں باطنی معاملات میں مجھ سے رجوع کرنے کی ضرورت نہیں حضرت مجدد سے رجوع کیا جائے ایک روز حضرت خواجہ نے اپنے عزیز مرید کو طلب کیا اور خلوت میں لیجاکر ارشاد فرمایا کہ جب میرے پیرومرشد نے حضرت خواجہ امکنگی نے مجھے ہندوستان جانے کا حکم کیا تو فرمایا کہ اس سلسلے شریفہ کو تم وہاں جاکر جاری کرو۔ میں نے اپنے آپ کو اس خدمت کیلئے لائق نہ سمجھکر عذر کیا۔ فرمایا۔ اچھا استخارہ کرو میں نے استخارہ کیا کیا دیکھتا ہوں کہ ایک طوطی شاخ پر بیٹھی ہوتی ہے اسے دیکھ کر میرے دل میں یہ خیال آیا کہ اگر یہ طوطی اس شاخ سے اڑکر میرے ہاتھ پر آبیٹھے تو غالباً میرے اس سفر میں کشاکش کا باعث ہو۔ ابھی میں نے یہ خیال ہی کیا تھا کہ وہ طوطی وہاں سے اڑکر میرے ہاتھ پر آبیٹھی اور میں نے اس کی چونچ میں پانی ڈالا اور اس نے میرے منہ میں شکر ڈالی صبح کو اس خواب کی کیفیت حضرت امکنگی سے بیان کی تو آپ نے فرمایا کہ وہ طوطی ایک ہندی شخص ہے جو ہندوستان میں تمہارے دامن تربیت سے ظہور میں آئے گا اور تم کو بھی اس سے فائدہ پہونچے گا میرا خیال ہے کہ اس خواب کا ما حصل تم ہو۔

دوسری بات حضرت خواجہ نے یہ بھی فرمائی کہ جب ہم تمہارے شہر سرہند میں پہنچے تو ہم کو یہ بات دکھائی گئی کہ تم قطب کے مرتبہ پر ہو اور حلیہ بھی بتایا گیا میں نے تلاش کیا لیکن کسی میں قطبیت کے آثار نہ پائے اور نہ اس حلیہ سے مطابقت دیکھی میں نے اپنے دل میں کہا کہ شاید اس شہر سے آئندہ کوئی شخص پیدا ہوگا کہ جس میں اس مرتبہ کی قابلیت ہوگی۔ پہلے دن جب میں نے تم کو دیکھا تو اس حلیہ کے بالکل مطابق پایا اور اس قابلیت کے آثار بھی تم میں دیکھے

نیز مجھے یہ بھی دکھایا گیا کہ میں نے ایک بڑا چراغ روشن کیا ہے جس کی روشنی آناً فاناً بڑھتی چلی جاتی ہے اور یہ بھی دیکھا کہ لوگ بہت سے چراغ اس سے روشن کرتے ہیں کہ تم وہی چراغ ہو اللہ کی مخلوق تم سے فیض حاصل کرے گی اور مردہ دل تم سے زندگی حاصل کریں گے۔

چونکہ حضرت خواجہ اپنے عزیز مرید کا مقام پہچان گئے تھے لہٰذا اگر عقیدت محبت سے پیش آئیں تو اس پر تعجب نہیں کیا جا سکتا۔

حضرت خواجہ سے آخری ملاقات :- دوسری مرتبہ جب حضرت مجدد دہلی سے سرہند تشریف لائے تو آپ نے لوگوں کی اصلاح و تربیت کے لئے وسیع لائحہ عمل تیار کیا ایک طرف درس و تدریس کا سلسلہ جاری تھا دوسری طرف اصلاح باطن اور تربیت روحانی کا دریا موجزن تھا لیکن ابھی آپ کو آئے ہوئے کچھ زیادہ عرصہ نہیں ہوا تھا کہ حضرت خواجہ باقی باللہؒ کی جانب سے طلبی شروع ہو گئی آپ کے پے درپے دو خط حضرت مجدد کو موصول ہوئے آپ فوراً دہلی کے لئے روانہ ہو گئے جب آپ دہلی کے قریب پہونچے تو حضرت خواجہ مع اپنی جماعت پا پیادہ آپکے استقبال کیلئے تشریف لائے اور حضرت مجدد کو بڑی عزت و احترام کے ساتھ قیام گاہ پر لے گئے حضرت خواجہ نے ایک دن دوران گفتگو میں فرمایا کہ ہمارا آخری وقت ہے میرے لڑکے بہت چھوٹے چھوٹے ہیں ان کی خبر گیری رکھنا اور بچوں کو بلا کر حضرت مجدد کی گود میں دیدیا۔ پیر و مرشد سے آپکی یہ آخری ملاقات تھی چنانچہ حضرت مجدد کے سرہند واپس چلے جانے کے بعد حضرت خواجہ رحلت فرما گئے جب حضرت خواجہ باقی باللہ کا انتقال ہوا اس وقت حضرت مجدد لاہور میں قیام فرما تھے حضرت مجدد اس خبر کے سنتے ہی دہلی تشریف لائے اور اپنے پیر و مرشد کے مزار پر حاضری دی اور کچھ دن دہلی میں قیام فرمایا آپ کے دہلی میں قیام

سے حضرت خواجہ باقی باللہ کی مجلس صوفیاء میں ایک نئی زندگی کی لہر دوڑ گئی اور یہ مجلس جو اپنے میر مجلس کے رحلت کر جانے کی وجہ سے بے رونق ہو گئی تھی دوبارہ پر رونق ہو گئی چند دن قیام فرمانے کے بعد آپ پھر سرہند تشریف لے گئے

حضرت مجدد قلعہ گوالیار میں۔

حضرت مجدد الف ثانی کو امیروں سے لیکر غریبوں تک ہر دلعزیزی اور مقبولیت حاصل تھی اس نے ظاہر پرست علماء اور بد باطن نام نہاد صوفیاء کو آپ کا شدید مخالف بنا دیا تھا یہ علماء سمجھتے تھے کہ حضرت مجدد رہتے ہوئے ان کو قیامت تک کوئی اقتدار حاصل نہیں ہو سکتا۔ اس کے علاوہ اکبر کے عہد حکومت میں ارباب شیعہ کا ست زور ہو گیا تھا جہانگیر کے تخت نشین ہونے کے بعد اس کی بیوی نور جہاں بیگم کی وجہ سے اس فرقہ کو اور بھی ترقی ہوئی اور رفض و بدعات کی رسمیں عام مسلمانوں میں جاری ہونے لگیں حضرت کو جب ان امور کی اطلاع ہوئی تو اس فتنہ کے مقابلہ کے لئے تیار ہو گئے اور فرمایا کہ جب تک میں اپنے نفس پر تکلیف نہ اٹھاؤں گا دین کی تجدید کما حقہ نہ ہوگی چنانچہ رد روافض میں آپ رسالے اور رسائل تحریر فرمانے لگے اور اس سے امراء دربار (جو اکثر شیعہ تھے) برافروختہ ہو گئے اس اثناء میں۔ حضرت مجدد نے ایک عریضہ اپنے پیرو مرشد کی خدمت میں بھیجا تھا جس میں عروج مقامات سلوک کا ذکر تھا (یہ عریضہ مکتوبات کے دفتر اول میں درج ہے) اس میں کسی جگہ حضرت صدیق اکبر رض کے مقام سے تشبیہ دیگئی ہے ظاہر پرست علماء اور امراء دربار کو اچھا موقعہ ہاتھ آیا اور شہنشاہ جہانگیر کے پاس شکایت کی اور اس کو حد تک آمادہ کر لیا۔ کہ وہ آپ کو کوئی سخت سزا دے چنانچہ بادشاہ نے حکم دیا کہ حضرت مجدد کو ہماری خدمت میں پیش کیا جائے حضرت کو آگرہ لایا گیا بادشاہ نے حضرت مجدد سے پوچھا کہ کیا تم اپنے آپ کو حضرت ابوبکر صدیق رض سے بہتر بتلاتے ہو آپ نے

فرمایا کہ جس طرح مذہب اہل سنت میں علی مرتضیٰ کو حضرت صدیق اکبر رضہ سے افضل جاننے والا اہل سنت سے نکل جاتا ہے اسی طرح فرقہ صوفیا کے ہیں اگر کوئی شخص اپنے آپ کو کتے سے جو کہ مخلوقات میں سب سے پلید ہے۔ بہتر سمجھے وہ بھی اس فرقہ سے نکل جاتا ہے اور وہ صوفی نہیں ہوتا چہ جائے کہ حضرت صدیق اکبر رضہ سے اپنے آپ کو افضل سمجھے اور میرے مکتوب میں جس عروج مقامات کا ذکر ہے اس سے مراد وہ عروج ہے جو صوفیا کو اپنے پیرومرشد کی توجہ سے ہوتا ہے اور یہ عروج صوفیہ کو ایک گھڑی بھر کا ہوتا ہے جیسا کہ شاہی دربار میں امراء اور مقرب شب و روز حاضر رہتے ہیں لیکن اگر بادشاہ کسی ادنیٰ سپاہی یا چپراسی کو ضرورتاً کسی کام یا مصلحت کے لئے اپنے پاس بلائے اور تھوڑی سی دیر کے لئے اپنے قرب میں جگہ دے اور پھر اسے اپنی جگہ پر واپس کر دے تو کیا وہ سپاہی اتنے سے قرب سے امراء اور مقربان بادشاہ سے افضل ہو سکتا ہے؟ ملاحظہ فرمائیں کہ میں نے اپنے مکتوب میں یہ لکھا ہے کہ "بعکس آں مقام خود را رنگین یافتہ ام" اس کی مثال ایسی ہے کہ اگر کوئی چیز عکس آفتاب سے روشن ہوتی ہو تو اسے یہ نہیں کہتے کہ وہ آفتاب کے مقام پر پہونچ گئی اور زمین جو کہ ہر روز عکس آفتاب سے رنگین ہوتی ہے اسے کوئی نہیں کہتا کہ زمین آفتاب کے مرتبہ کو پہونچ گئی غرضکہ آپ نے اپنے مکتوبات کے رموز پر ایسی تقریریں فرماتے ہوئے بادشاہ کو مطمئن کر دیا بادشاہ کے مطمئن ہونے کے بعد بھی بد باطن حاسد اور جاہ پرست علماء اور شیعہ امراء طرح طرح سے جہانگیر کو حضرت کے خلاف اکساتے رہے ایک روز موقعہ پا کر بادشاہ سے کہا کہ شیخ احمد کے ہزاروں مرید ہیں اور لشکر سلطانی میں بھی ان کے بہت سے مرید اور معتقد ہیں البتہ ہو کہ شیخ احمد بادشاہ سے بغاوت کرے اور تمام اس کا ساتھ دیں لہٰذا اس فتنہ کا انسداد کرنا چاہیئے شیخ احمد آپ کا بھی باغی ہے اس کو آزمانے کی ترکیب یہ ہے کہ اس کو اپنے روبرو بلا کے اور سجدہ تحیتہ کے لئے مجبور کیا جائے اگر وہ سجدہ کر سے

تو بہتر ہے ورنہ باغی تصور کیا جائے بادشاہ نے ایسا ہی کیا آپ نے سجدہ کرنے سے انکار کیا اور صاف فرمایا کہ اللہ کے سوا کسی کو بھی کسی قسم کا سجدہ جائز نہیں آپ کا انکار کرنا تھا کہ حاسدوں اور معاندوں نے ایک شور برپا کر دیا اور اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے غرضکہ بادشاہ جہانگیر کے حکم سے آپ کو قلعہ گوالیار میں قید کر دیا گیا آپ نے قلعہ گوالیار میں مقید ہونے کے باوجود رشد و ہدایت کا سلسلہ قید خانہ میں بھی جاری فرما دیا جس کے نتیجہ میں تمام غیر مسلم قیدی مسلمان ہو گئے اور حضرت کے ہاتھ پر بیعت سے مشرف ہوئے حضرت مجدد نے یہ الہام کر رکھا تھا کہ کوئی سنت انبیاء علیہم السلام بھی ہاتھ سے نہ جائے تقدیر الٰہی نے آپ کو سنت حضرت یوسف علیہ السلام پر عمل کرنے کا موقعہ عطا کیا ہے۔

حضرت کے مقید ہو جانے کی وجہ سے اگرچہ افغانستان سے لیکر سندھ تک آپکے لاکھوں معتقدوں میں بادشاہ کے خلاف سخت جوش پیدا ہو گیا تھا لیکن ان کو برابر صبر کی تلقین فرماتے رہے آپکے مکاتیب اس پر شاہد ہیں کہ آپکو قید خانہ میں دو سال ہوئے تھے کہ جہانگیر کو پتہ چلا کہ اس نے علماء کے غلط مشورہ پر حضرت کے ساتھ ظلم اور نا انصافی کی وہ بیحد شرمندہ اور نادم ہوا اور نہایت اعزاز کے ساتھ قلعہ سے رہا کیا اپنے پاس بلوایا معذرت چاہی خود بھی مرید ہو گیا اور شہزادہ خرم (شاہجہاں) کو بھی حضرت کا مرید کرایا آپ آٹھ سال تک جہانگیر کے ہمراہ رہے اور اس کی فوج میں اصلاح و تربیت کا کام کیا جس سے ایک خاموش انقلاب برپا ہو گیا جس کے اثرات کما حقہ سلطان عالمگیر کے عہد حکومت میں ظاہر ہوگئے۔

حضرت مجدد کے تجدیدی کارنامے حضرت مجدد کے تجدیدی کارنامے تفصیل کے ساتھ لکھنے کے لئے ایک مستقل تصنیف کی ضرورت ہے اس مختصر تالیف میں اس کی گنجائش کہاں؟

آپ کے کام کی صحیح نوعیت سمجھنے کے لیے چند باتیں قابل غور ہیں۔

(۱) اکبر کا عہد حکومت ہندوستان کی مسلم تاریخ کا سیاہ باب ہے اس عہد میں اسلام کو بحیثیت دین کے مٹایا جا رہا تھا اور اسلام کو ہندو تہذیب میں جذب کرنے کی کوشش کی جا رہی تھی شعائر اسلام کی علی الاعلان توہین کی جاتی تھی اکبر ایک نئے دین کو ہندوستان کے مسلمانوں پر ٹھونسنے کی کوشش میں لگا تھا گاؤکشی قانوناً بند کر دی گئی تھی مساجد کی تعمیر کے لیے اجازت دی جاتی تھیں اکبر بادشاہ خدا کے ننانوے (۹۹) نام اسمائے حسنیٰ کے بجائے سورج کے نام پڑھتا تھا جبکہ وہ صبح قلعہ اکبرآباد کے جھروکے سے اپنا درشن کراتا تھا ہندوؤں کے تہوار مسلمانوں میں روز بروز پھیلتے جا رہے تھے غرضیکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین کے مقدس چہرہ کو مسخ کیا جا رہا تھا۔ (۲) اکبر خود جاہل تھا اس لئے وہ اپنی کوئی مستقل رائے نہیں رکھتا تھا پھر اس کی ہندوانی بیویوں اور ابوالفضل اور فیضی کی صحبتوں نے اس کو اور بھی گمراہ کر دیا اکبر کے دور حکومت کی صحیح تصویر ملا عبدالقادر بدایونی نے اپنی کتاب "منتخب التواریخ" میں کھینچی ہے۔ (۳) ابوالفضل اور فیضی اور ان کے والد ملا ناگوری کی طرف سے بادشاہ کی خدمت میں ایک عرض داشت پیش کی گئی تھی جس کا مضمون یہ تھا کہ (العیاذ باللہ) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی مدت ایک ہزار سال تھی وہ پوری ہو گئی (اس سلسلہ میں متعدد موضوع روایات بھی تحریر کی گئی تھیں جن میں ثابت کیا گیا تھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی مدت ایک ہزار سال ہے) آپ کے سال جلوس سے دوسرا ہزارہ شروع ہو گیا لہذا آپ اب امت کے سربراہ ہیں اس عرضداشت کا متن بھی ملا عبدالقادر بدایونی نے اپنی تاریخ

میں نقل کیا ہے اسی عرضداشت کے بعد اکبر کو دین کی سوجھی۔

(۴) مذکورہ بالا اسباب کی بنا پر مسلمانوں میں بدعات و شرک پوری طرح پھیل گیا تھا صرف ناموں سے تو پہچانا جاسکتا ہے کہ یہ مسلمان ہے ورنہ مسلمان اپنی وضع اور اعمال سے غیر مسلم سمجھے جاتے تھے۔

(۵) شیعہ مذہب کی بدعات بھی رواج عام پانے لگی تھیں اکبر کے بعد جب جہانگیر آیا تو وہ اگرچہ نسبتاً بہتر تھا اور عقیدے کے لحاظ سے مسلمان تھا لیکن فاسق و فاجر تھا شراب وکباب کا دلدادہ تھا اس کی بیگم نور جہاں کی وجہ سے شیعہ امراء کو مملکت میں بہت کچھ دخل ہو گیا تھا ان ہی شیعہ امراء نے بھی حضرت مجدد کے گرفتار کرانے میں سازش کی تھی۔

(۶) چند حق پرست علماء کو چھوڑ کر علماء بھی درباری رنگوں میں ڈوبے ہوئے تھے زر پرستی ان کا سب سے بڑا مقصد تھا۔

یہ وہ حالات تھے جن میں حضرت مجدد نے کام کیا اور اصلاح کی اور آپ اس عظیم مقصد میں کامیاب ہوئے راقم الحروف کی رائے ہے کہ اگر حضرت مجدد اپنے تجدیدی و اصلاحی کارناموں سے ہندوستان کے مسلمانوں کی خدمت نہیں فرماتے تو آج ہند کے مسلمانوں کی وہی حالت ہوتی جو چین کے مسلمانوں کی ہے۔

حضرت مجددؒ کی تصانیف :۔ حضرت مجدد ایک صاحب تصنیف بزرگ ہیں آپ کی تصانیف میں سب سے زیادہ شہرت آپ کے مکتوبات کو ہوئی ان مکتوبات کی میں جہاں آپ کو حضرت مجددؒ کی تعلیمات ملیں گی وہاں ہی تمام علوم ظاہری و باطنی کے رموز و نکات بھی ملیں گے پھر زبان و انشاء کے لحاظ سے آپ کے امثال کے سامنے ماند ہے مکتوبات شریف کے چار دفتر ہیں چاروں دفتر کئی بار چھپ چکے ہیں۔ اردو میں بھی ترجمہ کیا جاچکا ہے۔

ان کے علاوہ چند تصانیف کے نام یہ ہیں۔

(۱) رسالہ تہلیلہ (۲) رسالہ آداب مریدین (۳) رسالہ مبداومعاد (۴) رسالہ اثبات النبوۃ (۵) رسالہ مکاشفات عینیہ (۶) رسالہ معارف لدنیہ۔ (۷) رسالہ ردشیعہ (۸) تعلیقات عوارف (۹) شرح رباعیات خواجہ عبدالباقی علیہ الرحمتہ۔

حضرت مجدد کی کرامات (۱) نقل ہے کہ ساداتؒ میں سے ایک شخص آپ سے ارادت رکھتا تھا اور جناب غوث الاعظم سید عبدالقادر جیلانی رح سے بھی عقیدت رکھتا تھا ایک دن اسے آپ نے کسی خدمت پر مامور کیا چنانچہ اس نے وہ خدمت اچھے طریقے سے انجام دی عشاء کی نماز کے بعد حضرت مسجد کے صحن میں تشریف فرما تھے اور وہ سید بھی حاضر تھا آپ نے اس سے کہا کہ تجھے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رح سے عقیدت اور اخلاص زیادہ ہے کیا تو انہیں دیکھنا چاہتا ہے اس نے عرض کیا کہ حضرت میں تو مدت سے اسی آرزو میں ہوں آپ نے فرمایا اچھا قطب تارے کو دیکھ وہ قطب تارے کو دیکھنے لگا اس نے دیکھا کہ یکایک وہ قطب تارہ شق ہوا اور اس میں سے ایک نورانی شخص سیاہ لبادہ میں ظاہر ہوا اور وہاں سے اتر کر مسجد کے صحن میں آیا اور اس سید کے پاس آ کھڑا ہوا حضرت نے فرمایا کہ آپ جناب غوث الاعظم ہیں ان سے نیاز حاصل کر اور اپنی دیرینہ آرزو پوری کر۔

(۲) ایک شخص نے آپ کے کسی مرید سے کہا کہ مجھے تمہارے شیخ سے نہایت ہی رنج پہونچا ہے کیوں کہ میں نے سنا ہے وہ کہتے ہیں کہ اس زمانہ میں اگر خواجہ بہاؤالدین نقشبندی بھی زندہ ہوتے تو وہ بھی میری متابعت کرتے مرید یہ بات سن کر سخت متفکر ہوا کہ یہ بات کس حد تک صحیح ہے وہ اس بات کی تحقیق چاہتا تھا۔

لیکن اتنی جرأت نہیں تھی کہ آپ سے عرض کرے اور اس غم کو دور کرے۔ آخر وہ اسی غم میں دن بدن گھلنے لگا اور بیمار پڑ گیا۔ یہاں تک کہ مرنے کے قریب ہو گیا۔ اور نزاع کا عالم طاری ہو گیا کہ اتنے میں اس نے دیکھا کہ ہوا پر سے ایک تخت پر تکلف نمودار ہوا اس پر ایک بزرگ تشریف فرما ہیں۔ اور آس پاس ایک کثیر جماعت بیٹھی ہوئی ہے۔ انہوں نے آتے ہی قابض ارواح کو روک دیا کہ ابھی اس کی جان نہ نکالو پھر اس بزرگ نے فرمایا کہ اس وقت کے مرنے میں تین آدمی کافر مرتے۔ یہ کہہ کر وہ تخت ہوا پر اڑ گیا۔ اور مریض سخت متعجب ہوا کہ یہ بزرگ کون تھے جنہوں نے اس وقت موت کے پنجے سے رہائی دلوائی اگر میں انہیں پہچانتا تو کیا ہی اچھا ہوتا کہ اک دم وہ تخت ہوا سے نیچے آ گیا اور اس بزرگ نے کہا کہ یہ بہاؤالدین نقشبندی مجھے ہی کہتے ہیں اور وہ جو تو نے سنا ہے غلط ہے تیرے شیخ نے ایسا نہیں کہا ہاں وہ مرتبہ البتہ رکھتا ہے کہ میں اس کی متابعت کروں غرضیکہ وہ مریض اچھا ہو گیا اور آپ کا حد سے زیادہ معتقد ہوا وہ تین آدمی کہ جو حالت کفر پر مر جاتے ان میں سے ایک تو یہ مریض ہے دوسرا اس سے کہنے والا اور تیسرا وہ کہ جس سے اس نے سنا۔

(۳) ایک بزرگ زادے نے سنا کہ حضرت اپنے آپ کو حضرت صدیق اکبرؓ سے افضل جانتے ہیں وہ اس ارادہ سے آپ کی خدمت میں آیا کہ یہ کلمہ حضرت نے فرمایا ہے یا نہیں دوسرے وہ صاحب حال رجال ہیں تو میرے آباؤ اجداد سے اطلاع دیں اور ہر ایک کے نام بتائیں اور انکی بزرگی کے کچھ حالات بھی بیان کریں۔ تیسرے شیر برنج کھلائیں حضرت مکان میں تشریف لے جا رہے تھے کہ تھوڑی سی دور چل کر اور ٹھیرے اور دہلیز میں کھڑے ہو گئے اور بزرگ زادہ کی طرف مخاطب ہو کر فرمانے لگے کہ مجھے اس شخص کی ملاقات میں تردد ہے کہ جو ہمیں کافر زندگی سے بہتر جانے حضرت

صدیق اکبر سے بندھا ہوا تھا پھر فرمایا کہ تمہارے باپ دادا کا یہ نام تھا پھر ان
میں سے ہر ایک کے کمالات بیان کرنا شروع کئے اور خادم سے فرمایا کہ وہ تیز
برنج جو ہم نے علیحدہ رکھ چھوڑا تھا لا کر ان صاحب کو دیا۔ کہ وہ ان کا حصہ تھا
بزرگ زادہ یہ باتیں سن کر آپ کے قدموں پر گر پڑا۔ اور اپنے سابقہ خیالات
کا اظہار کیا۔ اور آپ کا مرید اور پکا معتقد ہو گیا۔ (مقامات امام ربانی)
(۴) حضرت سے ایک شخص نے عرض کیا کہ میرا ایک عزیز سخت بیمار ہے حضرت
اس کے لئے دعائے صحت فرمادیں۔ آپ نے کچھ تامل کے بعد فرمایا کہ یہ بہتر
نہیں کہ مرحوم کے لئے دعائے مغفرت کروں یہ سن کر وہ شخص روتا ہوا گھر واپس گیا
اور اپنے گاؤں میں دیکھا کہ واقعی عزیز مر چکا ہے اور اعزا و اقربا رو پیٹ
رہے ہیں۔

حضرت مجدد کی وفات حضرت مجدد الف ثانی کی عمر ۶۴ سال کی تھی کہ
آپ پر مرض کا غلبہ ہوا اور ۲۹ صفر ۱۰۳۴ھ کو بروز اتوار دنیا سے رحلت
فرما گئے آپ شہنشاہ اکبر کے دور حکومت میں پیدا ہوئے تھے اور شہنشاہ
جہانگیر کے دور حکومت میں آپ نے انتقال فرمایا مزار مبارک سرہند میں ہے
جہاں ہر سال آپ کا یوم وفات نہایت سادہ طریقے سے منایا جاتا ہے اور
بدعات سے پرہیز کیا جاتا ہے آپ کے دس اولادیں ہوئیں جن میں تین
لڑکیاں اور سات لڑکے ہوئے آپ کے صاحبزادوں میں میاں محمد معصوم
نے بڑا نام پایا آپ کے علوم ظاہری اور باطنی میں ایک خاص مقام
کے مالک تھے۔

حضرت مولانا شہباز محمدؒ بھاگلپوری

حضرت شہباز کی پیدائش اور ابتدائی زندگی - حضرت شہباز محمدؒ بھاگلپوری کی پیدائش بادشاہان سوری کے دور حکومت ۹۵۹ھ میں ہوئی آپ کے والد محترم کا اسم گرامی مولانا سید شاہ محمد خطاب اور جد امجد کا نام حضرت حاجی خیرالدین تھا آپ کے بزرگوں کا اصلی وطن بخارا تھا آپ کا سلسلہ نسب ۲۵ ویں پشت میں حضرت امام حسین سے جا کر ملتا ہے آپ کی پیدائش دلوہ میں ہوئی لیکن کچھ عرصے کے بعد آپ کے والد حضرت شاہ محمد خطاب مولانا شہباز کو لے کر شہر بھاگلپور میں رونق افروز ہوئے۔

حضرت شہباز کی ابتدائی تعلیم اپنے والد محترم کی زیر نگرانی شروع ہوئی چونکہ آپ کے والد بڑے عالم اور صاحب سلسلہ بزرگ تھے اس لئے چند ہی سال کے اندر فرزند ارجمند نے شفیق باپ سے علوم ظاہری و باطنی حاصل کر لئے کمسنی ہی میں آپ کے علم کی یہ کیفیت تھی کہ بڑے بڑے علماء آپ کے سامنے مرعوب تھے والد محترم سے تعلیم حاصل کرنے کے بعد آپ نے قنوج و دیگر مقامات کا بھی سفر کیا۔ اور وہاں کے علماء و مشائخ سے استفادہ کیا۔ غرضکہ بہت کم مدت میں آپ کو علماء اور ارباب معرفت میں بلند ترین درجہ حاصل ہو گیا۔

آپ کی ولادت :۔ تذکرہ میں تحریر ہے کہ حضرت مولانا شہباز کی ولادت سے قبل حضرت شاہ شرف الدین مخدوم الملک بہاری اور مخدوم جلال الدین بندگی میں بھاگلپوری کی ولادت کے بارے میں جب بحث ومباحثہ ہوا تو رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے عالم مراقبہ میں تشریف لاکر حکم دیا تھا کہ بھاگلپور کی ولایت تو شہباز ولی اللہ کے نام لکھی جا چکی ہے اس بیان سے معلوم ہوا کہ آپ پیدائشی ولی تھے اور آپ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت مبارکہ حاصل تھی۔

اسی طرح یہ بھی مشہور ہے کہ جب حضرت بوعلی شاہ قلندر پانی پتی کا وقت وفات قریب آیا تو اپنے مریدوں کو ہدایت فرمائی کہ میرے انتقال کے بعد میری فاتحہ میں شہباز بھی آئیں ارشاد فرمایا ایک شہباز ہے جس کی پرواز عرش تک ہو گی حضرت بوعلی شاہ قلندر کا زمانہ حضرت شہباز سے دو سو برس پہلے ہے گویا بزرگوں کی زبان پہ آپ کی پیدائش پہ پہلے اور بہت آپ کا نام آ چکا تھا اور تقدیر الٰہی میں آپ کی ولایت مقدر ہو چکی تھی حضرت بوعلی شاہ قلندر کی پیشین گوئی حرف بحرف ثابت ہو گئی اور اپنے آسمان ولایت تک پرواز کی۔

حضرت شہباز کے اوصاف اور کارنامے ۔ حضرت امور شریعت کے بڑی سختی سے پابند تھے کوئی فعل ایسا نہیں کرتے تھے کہ جس میں شریعت سے انحراف پایا جاتا ہو آپ کی زبان مبارک پر صراحی کا لفظ کبھی اس لیے نہیں آیا کہ یہ شراب کے ظرف کی حیثیت سے مستعمل ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے پیرو اور آپ کی سنت مقدسہ کے عاشق اور دلدادہ تھے لباس اور طرز بود وباش میں حضور کی پوری پوری نقل اتارتے تھے آپ نے آنحضرت کی سنت پر عمل کرتے ہوئے مختلف اوقات

میں کئی نکاح کئے تھے علمی ذوق بھی بے حد تھا چنانچہ بیان کیا جاتا ہے
کہ آپ نے کئی سو کتابیں اپنے ہاتھ سے لکھی تھیں۔

آپ مشرقی اور وسطی ہند کے شہنشاہ اور راہ طریقت کے بادشاہ ہیں
بہار اور بنگال جو زمانہ دراز سے روحانیت کی دولت سے محروم تھا آپ نے
اس سرزمین کو اپنی روحانیت سے مالا مال کر دیا۔ اور شمع رسالت کی روشنی کو
اس طرح پھیلایا کہ ہر قصبہ اور ہر بستی نور حقیقت سے جگمگانے لگی آپ کے فیوض
آج بھی وسطی ہند بہار اور بنگال میں جاری ہیں اور آپ ان قابل فخر
بزرگوں میں سے ہیں جن کا نام قیامت تک باقی رہے گا۔

حضرت شہباز کی کرامات ایک دن حضرت عصر کی نماز کے لیے وضو کر
رہے تھے آپ کے خلفاء اور مریدین بھی حاضر تھے۔

لیکایک آپکا چہرہ سرخ ہو گیا اور آپ نے پانی کا گھڑا اٹھا کر
پھینک مارا خلفاء نے یہ عجیب و غریب واقعہ دیکھا تو وقت اور تاریخ لکھ لی
ایک ہفتہ کے بعد حضرت کا ایک خاص عقیدت مند حضرت کی خدمت
میں حاضر ہوا اور بیان کیا کہ میں جنگل سے گذر رہا تھا کہ اچانک ایک
خوفناک شیر نے مجھ پر حملہ کیا قریب تھا کہ شیر مجھے آن دبائے میں
نے حضرت کے وسیلے سے جناب باری میں دعا کی تو اچانک پانی سے بھرا
ہوا گھڑا نمودار ہوا اور شیر کے سر پر پڑا وہ چیختا چلاتا گیدڑ کی طرح
بھاگ گیا۔

جب خلفاء نے تاریخ اور وقت کا مقابلہ کیا تو وہی تاریخ اور وقت
تھا جب آپ نے گھڑا پھینکا تھا۔ حضرت درس دے رہے تھے کہ آپ
نے دیکھا کہ ایک سرکاری افسر نے ایک شخص کو بیگار میں پکڑ رکھا ہے اس

کے سر پر گھاس کا بنڈا ہے اور وہ سرکاری افسر اس کو مارتا ہوا لئے چلا جا
رہا ہے حضرت نے اپنے خلفاء سے مخاطب ہو کر پوچھا۔ اگر تمہارے ساتھ
یہ سلوک کیا جاتا تو تم کیا کرتے۔ خلفاء نے جواب دیا اس افسر کی کیا مجال
جو ہم کو کچھ کہہ سکے اگر ہمارے ساتھ کوئی ایسا کرتا تو ہم مار مار کر دماغ
درست کر دیتے آپ نے فرمایا جس شخص کو بیگار میں پکڑا گیا ہے۔
اور مار کھا رہا ہے وہ اپنے وقت کا قطب ہے خدا تعالیٰ نے سب کو
یہ قدرت بخشی ہے کہ وہ اگر چاہے تو اللہ کے حکم سے ایک لمحہ میں زمین و
آسمان کو زیر و زبر کر دے۔ مگر اس میں تحمل بھی اس قدر ہے کہ اگر کوئی اسے
مار بھی ڈالے تو اف نہ کرے جب تک انسان متحمل نہیں ہوتا اس کو درجہ
قطبیت حاصل نہیں ہوتا۔

ایک طالب بیعت کی غرض سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اسی
وقت ایک بزرگ آئے اور چلے گئے حضرت نے اس طالب سے کہا جانتے ہو کون
ہیں یہ حضرت غوث الاعظم ہیں وہ طالب علم یہ سنتے ہی ان بزرگوں کے پیچھے
دوڑا اور ان سے عرض کی کہ میں تو آپ سے بیعت کرنا چاہتا ہوں پہلے مولانا
شہباز سے بیعت کے ارادہ سے آیا تھا میری عرض قبول فرمائیں بزرگ
نے فرمایا میں اور شہباز ایک ہی ہیں یہ کہہ کر نظروں سے غائب ہو گئے۔

حضرت کے بڑے صاحبزادے مولانا عبد السلام کی طبیعت کسب و
ریاضت کی طرف مائل نہ تھی لوگوں نے ان پر طعن کیا آپ نے مولانا عبد السلام
کو چالیس دن تک اپنے پاس چلہ نشین رکھا اور تعلیم فرماتے رہے چالیس
دن بعد مولانا عبد السلام حجرہ سے باہر نکلے تو مرد کامل تھے۔

ایک طالب علم حضرت سے شفا اور اشارات جو شیخ بو علی سینا کی تصانیف

بیس سے بیس) پڑھتا تھا ایک مشکل مقام پر طالب علم حضرت سے بحث کرنے لگا۔ آپ نے فرمایا میں جو کہتا ہوں وہی مصنف کی مراد ہے طالب علم نے کہا مگر میری سمجھ میں یہ بات نہیں آئی" اتنے میں ایک اجنبی حضرت کے پاس آکر بیٹھ گیا۔ آپ نے فرمایا کہ "خیر ان سے پوچھ لو" شاگرد نے اس اجنبی سے پوچھا تو اس نے بھی وہی بتایا جو حضرت بتا رہے تھے طالب علم نے اجنبی کی اس کا نام پوچھا اس نے کہا کہ میرا نام بوعلی سینا ہے یہ کہا اور نظروں سے غائب ہو گیا۔

حضرت مولانا شہباز کا وصال :۔ حضرت نے اپنے وصال سے بہت قبل اپنے انتقال کے بارے میں پیشین گوئیاں فرمانی شروع کردی تھیں جوں جوں رحلت کا زمانہ قریب آتا جاتا تھا آپ بیحد مسرور دکھائی دیتے تھے اس لئے کہ آپ اپنے پروردگار کے پاس جانے والے تھے۔

چنانچہ آپ تھوڑی سی علالت کے بعد شاہجہاں کے دور حکومت میں بروز جمعرات بتاریخ ١٦ صفر ١٠٥٠ھ کو ٩٥ سال کی عمر میں راہی ملک بقا ہوئے۔ مزار بھاگلپور میں ہے۔

حضرت شاہ کلیم اللہ شاہجہاں آبادیؒ

حضرت شاہ کلیم اللہ کی پیدائش اور آپ کا خاندان :۔ کلیم اللہ ۱۲ جمادی الثانی سنہ ۱۰۶۰ھ مطابق سنہ ۱۶۵۰ء کو دہلی میں پیدا ہوئے آپ کے والد محترم کا نام حاجی نور اللہ تھا دادا کا نام احمد تھا خلیفہ اول حضرت ابو بکر صدیقؓ کی اولاد میں سے ہونے کا شرف آپ کے خاندان کو حاصل تھا۔ شاہ کلیم اللہؒ کے دادا احمد معمار عہد شاہجہانی کے مشہور ماہرین فن تعمیر میں تھے شاہان مغلیہ کی طرف سے نادر العصر کا خطاب ملا تھا اقلیدس ہیئت نجوم ریاضی وغیرہ پر کامل عبور رکھتے تھے تاج محل اور لال قلعہ کو انہی نے تعمیر کیا تھا۔

احمد معمار کے سب سے چھوٹے صاحب زادہ نور اللہ والد ماجد۔ حضرت شاہ کلیم اللہ بھی ایک باکمال شخص تھے فن تعمیر کے علاوہ۔ خطاطی میں ماہر فن تھے۔

دہلی کی جامع مسجد کی پیشانی پر جو کتبے ہیں وہ آپ کی ہی باکمال انگلیوں کے کرشمے ہیں۔

تعلیم و تربیت :۔ حضرت شاہ صاحب کی تعلیم و تربیت بہت اعلیٰ

دہیا مد پر ہوئی تھی خود انہوں نے ابتدائی زمانہ میں بڑی محنت اور جانفشانی سے اکتساب علم کیا تھا آپ کے اساتذہ میں شیخ برہان الدین المعروف شیخ بہلول اور شیخ ابوالرضا الہندی کے اسمائے گرامی خاص طور پر قابل ذکر ہیں تکمیل علوم کے بعد شاہ کلیم اللہ کے ساتھ ایک عجیب وغریب واقعہ پیش آیا اور وہ یک لخت مدینہ منورہ کو روانہ ہو گئے واقعہ یہ بیان کیا جاتا ہے کہ آپکو ایک کھتری لڑکے سے گرویدگی پیدا ہو گئی تھی اور عشق اس درجہ تک پہونچ گیا تھا اسے ایک لمحہ بھی اس کے بغیر چین نہیں پڑتا تھا دہلی میں ایک مجذوب تھے جن کے متعلق عام عقیدہ تھا کہ وہ صرف اس شخص کی نذر قبول کرتے ہیں جس کا کام ہونا ہوتا ہے۔

شاہ صاحب کچھ شیرینی لے کر ان کی خدمت میں حاضر ہوئے انہوں نے یہ نذر قبول کر لی دوسرے دن شاہ صاحب اس لڑکے کے پاس گئے اس نے نہایت ہی مہربانی اور توجہ سے ان کو پاس بٹھا دیا اور بڑی محبت سے پیش آیا۔ لڑکے کی اس ملاطفت سے شاہ صاحب کی طبیعت پھر گئی اور ان کے مذہبی احساسات نے عشق حقیقی کی طرف بلایا اب حضرت شاہ صاحب کی طبیعت اس مجذوب کی طرف راغب ہو گئی مجذوب کی صحبت سے ایک جذب کی کیفیت طاری ہو گئی پہلے تو اپنی حالت چھپاتے رہے لیکن پھر ضبط نہ ہو سکا اور بالکل مجبور ہو گئے تو مجذوب سے اپنی حالت بیان کی اور امداد کے طالب ہوئے مجذوب نے کہا، اگر اس قسم کی آگ چاہتے ہو تو یہ میرے پاس بہت کچھ لیکن پالی حضرت شیخ یحیی مدنی کے پاس ہے وہاں جاؤ آپ بے اختیار مدینہ مدینہ کی طرف دوڑ پڑے والدہ حیات تھیں اتنی بھی تاخیر نہیں کی کہ والدہ سے اجازت لے لیں طویل مسافت کو طے کرتے ہوئے مدینہ منورہ پہونچے۔

حضرت شیخ یحییٰ مدنی رح کی خدمت میں حضرت شیخ یحییٰ مدنی اپنے زمانہ کے مشاہیر صوفیہ میں سے تھے آپ ہی نے اورنگ زیب عالمگیر کے لیے پیشین گوئی کی تھی کہ تم تخت پر متمکن ہو گے اور تم سے دین محمدی کو تقویت پہونچے گی۔

مدینہ منورہ پہنچکر شاہ کلیم اللہ اپنا زیادہ وقت شیخ مدنی کی خدمت میں گزارتے تھے ایک دن شیخ مدنی اپنے کسی شاگرد کو شرح وقایہ پڑھا رہے تھے شاہ کلیم اللہ کے دل میں یہ خیال گذرا کہ شیخ تو علوم ظاہری ہی کے ماہر معلوم ہوتے ہیں شیخ صاحب نے اس خطرہ کو محسوس کیا اور وہ کتاب شاہ کلیم اللہ کے ہاتھ میں تھما دی حضرت شاہ کا یہ حال ہو گیا کہ کتاب کی عبارت تک سمجھ میں نہ آئی اس خیال سے توبہ کی پھر شیخ کے علم ظاہری و باطنی سے اس قدر متاثر ہوئے کہ ان کے دست حق پرست پر بیعت کر لی کچھ عرصہ بعد شاہ صاحب حجاز میں مقیم رہے شیخ مدنی نے ان کو خرقہ خلافت عطا فرمایا۔

حضرت شاہ صاحب کی ہندوستان کو واپسی حضرت شاہ کلیم اللہ دہلی واپس آکر بازار خانم میں اپنا مسکن بنایا اور سلسلہ درس و تدریس شروع کر دیا۔ آپ کی علمی شہرت بہت جلد اکناف ملک میں پھیل گئی اور دور دور سے طلبہ تحصیل علم کے لیے آپکی خدمت میں حاضر ہونے لگے حضرت کو حدیث کے درس میں خاص دلچسپی تھی۔

حضرت کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے توکل اور قناعت کی بے اندازہ دولت ملی تھی۔

۱ آپ عسرت اور تنگی میں دن گذارتے تھے لیکن کسی کے سامنے دست سوال دراز کرنا تو کجا امرا اور سلاطین کی نذریں اور جاگیریں تک قبول نہیں فرماتے تھے۔

آپ کی ملکیت میں ایک حویلی تھی جس کا ماہوار کرایہ دو روپے آٹھ آنہ آتا تھا حضرت شیخ اس سے گزر اوقات کرتے تھے۔ ۸ / ماہوار پر ایک مکان کرایہ پر لے رکھا تھا۔ اور باقی دو روپے میں پورے گھر کا خرچ چلاتے تھے بعض مرتبہ ایسا بھی ہوا کہ قحط یا دیگر غیر معمولی حالات کے باعث اس مختصر سی آمدنی میں گزر اوقات نہ ہو سکی اور وہ قرضدار ہو گئے لیکن اس کے باوجود حضرت شاہ صاحب نے کسی بادشاہ سے کچھ قبول نہیں کیا ان کی خودداری کسی کے آگے دست سوال دراز کرنے کی اجازت نہ دیتی تھی فرخ سیر نے بہت کوشش کی کہ آپ کو خزانہ سے کچھ دے لیکن آپ نے ہر بار انکار ہی کیا۔

حضرت شاہ صاحب کا روحانی فیض:۔ آپ نے اس برعظیم کے مسلمانوں کی مختلف حیثیتوں سے خدمت انجام دی (۱) حضرت شیخ شاہ کلیم اللہ ولی کامل اور عامل باعمل ہونے کے علاوہ اپنے زمانہ کے بہت بڑے صاحب علم تھے چنانچہ آپ نے بے شمار کتابیں تصنیف فرمائیں جن میں سے چند کتابوں کے نام تحریر ہیں۔ (۱) قرآن القرآن (۲) عشرہ کاملہ (۳) سواء السبیل (۴) کشکول (۵) مرقع (۶) تسنیم (۷) الہامات کلیمی (۸) رسالہ تشریح الافلاک عاملی محشی بالفارسیہ (۹) شرح القانون۔ غالب کے ایک خط سے معلوم ہوتا ہے کہ شاہ صاحب شعر بھی کہتے تھے لیکن آپ کا کلام غدر میں تباہ ہو گیا۔

(۲) حضرت شاہ صاحب نے رشد ہدایت کی شمع ایسے زمانہ میں روشن کی تھی جب ہندوستان کے مسلمان ایک نہایت ہی نازک دور سے گزر رہے تھے سلطنت مغلیہ کا آفتاب غروب ہو رہا تھا معاشرہ پر تباہی کے آثار بری طرح نمودار ہو چکے تھے مسلمانوں کی روح ختم ہو چکی تھی ہر طرف

ازہام اور رسوم باقی تھیں اس تاریک دور میں آپ نے ملت میں زندگی دوڑانے کی کوشش کی۔

(۳) تبلیغی نظام مضبوطی سے قائم کیا اپنے متعدد خلفاء اور مریدین کو ہندوستان کے مختلف صوبوں میں بھیجا اور مرکز میں رہ کر ان کی ہر طرح نگرانی کی۔ (۴) حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی کے بعد چشتیہ سلسلہ کا مرکزی نظام درہم برہم ہوگیا۔ آپ نے ناموافق حالات کے باوجود سلسلہ کی مرکزیت کو دوبارہ قائم کیا۔ اور اس کے کام میں پھر ایک بار باقاعدگی پیدا کی۔

حضرت شاہ صاحب کے خلفاء

آپکے خلفاء کا دائرہ بہت وسیع ہے لیکن ان میں سے یہ خلفاء بہت مشہور ہوئے (۱) حضرت مولانا نظام الدین اورنگ آبادی (۲) حضرت مولانا محمد ہاشم (۳) حضرت مولانا شاہ جمال الدین جے پوری (۴) حضرت شاہ نانوجی (۵) حضرت مولانا عبدالمجید۔

حضرت شاہ صاحب کا وصال

جب آپکی عمر مبارک اکیاسی برس کی ہوگئی تو نقرس اور جوڑوں کے درد کے مرض نے غلبہ کیا اور تھوڑے دن علیل رہنے کے بعد آپ دہلی میں ۲۴ ربیع الاول ۱۱۴۲ھ کو رحلت فرماگئے آپ کے مکان مسکونہ میں دفن کیا گیا آپ کا مزار آج بھی مرجع خلائق ہے۔

(۲۱

حضرت شاہ محمد سلیمان تونسوی

پیدائش اور خاندان :- حضرت شاہ محمد سلیمان کی ولادت باسعادت سنہ ۱۱۸۴ھ میں بمقام گڑگوجی ہوئی۔ آپ کے والد کا اسم گرامی زکریا بن عبدالوہاب بن عمر خاں تھا۔ یہ خاندان افغانستان اس علاقہ میں روہیلہ کے نام سے پکارا جاتا ہے آپ کے والد کا وصال آپ کی شیرخوارگی کے زمانہ میں ہو گیا تھا والدہ نے بچے کی تعلیم تربیت کا اہتمام کیا۔ ان کو اپنے بچے کی اقبال مندی کا یقین ایک خواب سے ہو گیا تھا ولادت سے پہلے انہوں نے خواب میں دیکھا تھا کہ آفتاب بلندیوں سے اتر کر ان کی گود میں آگیا ہے اور تمام گھر منور ہو گیا ہے اور ہزاروں آدمی مبارکباد دے رہے ہیں۔

تعلیم و تربیت :- جب آپ کی عمر چار سال کی ہوئی تو آپ کی والدہ نے ملا یوسف جعفر کے پاس قرآن پاک پڑھنے کے لئے بھیجا ان سے نصف قرآن پڑھا نصف قرآن پڑھنے کے بعد اپنے ایک ہم قوم حاجی صاحب سے پڑھنے لگے حاجی صاحب کے ارشاد کے مطابق آپ تونسہ میں میاں حسن علی کے پاس چلے گئے وہاں بگی مسجد میں جو تونسہ کے بازار

کے قریب تھی پڑھنا شروع کردیا۔

میاں حسن علی کے مدرسہ کے طلبا کا دستور تھا کہ وہ یا تو گداگری کرکے یا مزدوری کے ذریعہ خود اپنے لئے معاش تلاش کرتے تھے جب حضرت خواجہ اس مدرسہ میں داخل ہوئے تو ان کو بھی معاش کی تلاش کے لئے کہا گیا لیکن ان کو نہ گداگری آتی تھی نہ مزدوری ایک روز گداگری کے لئے نکلے تو ہندو بقال کے گھر پہونچ گئے اس کی عورت روٹی پکارہی تھی حضرت نے روٹی کا سوال کیا۔ جب اس نے جواب نہ دیا تو آپ نے آگے بڑھکر ایک روٹی اٹھالی اور چلتے بنے بقال نے جب حضرت کے استاد میاں حسن علی سے اس بات کی شکایت کی تو استاد نے حکم دیا کہ تم گداگری کے لائق نہیں مزدوری کے لئے جایا کرو۔ دوسرے دن سو روپیہ پر ایک مزدوری پر لگ گئے دن بھر آپ پتھر پر بیٹھے رہے مزدوروں کے مالک سے شکایت کی۔ لیکن مالک نے آپ کو پیسہ کی مزدوری دیدی میاں حسن علی کو جب یہ معلوم ہوا کہ اب تم میرے گھر سے کھالیا کرو غرضکہ آپ عرصہ تک میاں حسن علی کے مدرسہ اس کے بعد لانگہ کوٹ مٹھن وغیرہ میں پڑھتے رہے یہاں تک آپکا شمار لائق ترین علماء میں ہونے لگا۔

بچپن سے ہی آپ پر بزرگوں کی نظر کرم ملتفت تھی اس کا اندازہ ایک واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے جس زمانہ میں آپ میاں حسن علی کے مدرسہ میں تعلیم حاصل کررہے تھے ایک دن آپ تونسہ شریف سے بیس کوس جنوب کی طرف ایک موضع سوکڑ میں ایک کتاب خریدنے کے لئے گئے وہاں مولوی نور محمد نارووالا صاحب سے ملاقات ہوئی جو حافظ جمال الدین صاحب مدنی کے خلیفہ اعظم تھے مولوی صاحب نے حضرت شاہ صاحب کی بہت تعظیم کی اور باوجود پیرانہ سالی کے پیدل چلے اور شاہ صاحب

کو گھوڑے پر سوار کرایا۔ مولوی نور احمد صاحب کے ایک مرید نے یہ دیکھ کر کہا کہ حضرت آپ ضعیف ہونے کے باوجود پیدل چل رہے ہیں اور نوجوان کو گھوڑے پر سوار کر رکھا ہے اس پر مولوی صاحب نے غصہ کی نظروں سے مرید کو دیکھتے ہوئے جواب دیا۔ خاموش رہو بے ادب تم ان کی شان سے واقف نہیں۔

حضرت خواجہ نور محمد مہاروی کی خدمت میں جس زمانہ میں آپ کوٹ مٹھن میں مقیم تھے

آپ کو حضرت خواجہ نور محمد مہاروی کے اوچ تشریف لانے کی خبر ملی اس زمانہ میں آپ کو امر بالمعروف کی تلقین کا بڑا خیال تھا شاہ نور محمد سے سماع پر بحث کرنے اور اس پر روکنے کی ارادہ سے روانہ ہوگئے لیکن ان کی خدمت میں پہونچکر دنیا ہی بدل گئی اور اس قدر متحیر ہوئے کہ فوراً ان کے دست حق سے بیعت کی۔

مشہور ہے کہ حضرت خواجہ نور محمد رح کے پیر و مرشد حضرت مولانا فخر الدین نے ایک دن اپنے مرید و خلیفہ کو ہدایت کی تھی کہ ایک خدا رسیدہ نوجوان جو اپنے وقت کا سلیمان ہوگا اسے اپنے مخلصین میں شامل کرو۔ یہ ہمارے اور تمہارے لئے برکت کا باعث ہوگا اور بعض تذکروں میں ہے کہ حضرت شاہ فخر الدین رح نے ایک شہباز کو مقید کرنے کی بشارت دی تھی اور فرمایا تھا کہ اس سے سلسلہ چشتیہ نظامیہ کی تبلیغ اشاعت میں چار چاند لگ جائیں گے چنانچہ شاہ نور محمد رح اسی باز کی تلاش میں ہر سال اوچ اور کوٹ مٹھن آتے تھے۔

حضرت شاہ نور محمد رح آپ کو حلقہ مریدین میں شامل کر لے کے

کس قدر خوش ہوئے اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ "ہم کو مبارک باد دو کہ وہ شہباز طریقت جس کے لیے ہم کئی سال سے سرگرداں تھے اب ہمارے دام میں آگیا۔

دہلی کا سفر :- شاہ نور محمد رحؒ نے اس نو عمر طالب علم کو مرید کرنے کے بعد حکم دیا کہ اپنے دادا پیر حضرت مولانا فخر الدین رحؒ کی زیارت کیلئے دہلی جاؤ حضرت شاہ محمد سلیمان رحؒ نے دہلی کا ارادہ کرلیا۔ اجمیر جے پور جودھ پور ہوتے ہوئے دہلی پہونچے شدید گرمی کا زمانہ تھا پھر ریگستان کا سفر میلوں تک پانی ندارد نہ کوئی سواری نہ کوئی دوست لیکن یہ سلیمان ثانی کمال شوق سے قبلہ عالم کا حکم بجا لا رہا تھا اور سفر کی تکالیف کی کچھ پرواہ نہیں کرتا تھا عشق و محبت کا یہ متوالا جب دہلی پہونچا تو معلوم ہوا کہ حضرت مولانا فخر الدین رحؒ وصال فرما چکے ہیں حضرت کو اس کا بہت رنج ہوا لیکن اس کی مصلحت کو خدا کے سپرد کرتے ہوئے چالیس دن تک دہلی میں مقیم رہے دہلی سے واپسی پر دوران سفر میں بہت سے درویشوں اور خدا رسیدہ بزرگوں سے ملاقات کی اور اس کے بعد اپنے پیر و مرشد قبلہ عالم حضرت نور محمد رحؒ کی خدمت میں مہار شریف پہونچ گئے اور عرصہ تک پیر و مرشد سے روحانی فیض حاصل کرتے رہے۔

آپ کی والدہ ماجدہ کو تشویش :- جب عرصہ تک آپ کی کچھ خبر نہ ملی تو والدہ کو فکر لاحق ہوئی لائق بیٹے کی تلاش میں گرگوجی سے سرکر تشریف لائیں جب یہاں بھی بیٹے کا پتہ نہ ملا اپنے داماد کو تلاش کے لئے آگے بھیجا وہ تلاش کرتے کرتے آخر آپ سے جا ملے اور والدہ کی تشویش اور بیچینی کی داستان سنائی آپ پیر سے اجازت لیکر والدہ کے پاس گئے پیر سے رخصت کر

عشق کی آگ اور بھڑک اٹھی اور مفارقت کی تاب نہ لاسکے۔ ماں کا یہ عالم تھا کہ بیٹے کی جدائی کے تصور سے بھی ان کو تکلیف ہوتی لیکن آپ پیرو مرشد کے فراق میں بے چین ہو گئے۔ والدہ نے آپ کو روکنے کی ہر ممکن کوشش کی کانٹوں کا حصار کیا پہرہ بیدار بٹھائے عشق کے سامنے یہ تمام تدبیریں بے معنی تھیں چشم زدن میں یہ تمام بندشیں ٹوٹ گئیں اور دیوانہ وار پیر کی طرف دوڑ پڑے اس کے بعد آپکا دستور ہو گیا تھا کہ ایک مہینہ مہار شریف میں قیام کرتے تھے پھر کچھ دنوں کے لئے گھر آجاتے تھے۔ حضرت شاہ صاحب کو اپنے پیرو مرشد سے عشق تھا ان سے جب جدا ہوتے پریشان اور بے چین رہتے ذوق شوق کے عالم میں اکثر پیدل ہی چل مہار شریف روانہ ہو جاتے کئی مرتبہ ایسا ہوا کہ پیر ولد سے خون جاری ہو گیا لیکن چلتے رہے اور پیر کے قدموں میں جاکر دم لیا

خلافت اور تونسہ میں قیام ۱۵-۱۶ برس کی عمر میں آپ خواجہ مہاروی سے بیعت ہوئے شیخ کی صحبت کا فیض چھ سال تک اٹھایا اور ۲۲ سال کی عمر میں پیرو مرشد نے خلافت عطا فرمائی خلافت دینے کے تھوڑے عرصہ ہی دنوں کے بعد پیرو مرشد کا انتقال ہو گیا پیرو مرشد نے خلافت دیتے وقت تونسہ میں قیام کی ہدایت کی تھی تونسہ ڈیرہ غازی خاں سے ۳۰ کوس کے فاصلہ پر ایک غیر معروف گاؤں تھا پیرو مرشد نے حکم دیا کہ اپنا وطن چھوڑ کر وہاں آباد ہو جاؤ اور اصلاح و تربیت خلق کا کام جاری کرو۔

آپ پیرو مرشد کی ہدایت کے بموجب تونسہ روانہ ہو گئے اور سرکنڈوں کی جھونپڑی بنا کر عبادت میں مشغول ہو گئے کچھ دنوں کے بعد الف خاں رئیس نے حضرت کی اجازت سے ایک مکان بنوایا نواب بہاول خاں والی ریاست بہاولپور نے چند مرتبہ مسجد کی تعمیر کے لئے چند ہزار روپے خدمت اقدس میں پیش کیے لیکن آپنے

دہ روپیہ درویشوں میں تقسیم کر دیا۔ پھر دو تین سال کے بعد مسجد بھی تعمیر کر دی گئی اس طرح رفتہ رفتہ تونسہ بارونق اور پرفضا مقام بن گیا۔ اور دور دور سے لوگ آنے لگے۔

حضرت شاہ صاحب کا فیض اور علمی و عملی کام

بہت آپ کے کارناموں کو مختصراً بیان کیا جاتا ہے (۱) اجراء مدارس آپ نے تونسہ میں سکونت پذیر ہونے کے بعد سب سے پہلا کام اجراء مدرس کیا۔ اس سے علم کی روشنی پھیلنے اور جہالت دور ہونے میں بہت مدد ملی۔ (۲) درس و تدریس آپ اپنے خاص شاگردوں اور مریدوں کو سلوک و احسان کی کتابوں کا درس دیتے تھے اس سے اصلاح اخلاق و اعمال میں بہت مدد ملی۔

(۳) تعلیم اخلاق :- آپ نے سب سے زیادہ تعلیم اخلاق پر زور دیا۔ اپنے مریدوں کو اس کی بہت زیادہ تلقین فرماتے۔

(۴) ارکان اسلام کا تحفظ - حضرت شاہ صاحب کو ارکان اسلام کے تحفظ کا بڑا خیال تھا جس وقت آپ نے اصلاح و تربیت کا کام شروع کیا تھا اس وقت لوگوں میں فسق و فجور بہت بڑھ گیا تھا آپ نے اپنی اصلاحی کوششوں سے ارکان اسلام کا تحفظ فرمایا۔

(۵) صوفیہ کی اصلاح آپ کے زمانہ کے عام صوفیاء مختلف قسم کی بد عنوانیوں بد اعتقادیوں کے شکار تھے اور مختلف قسم کی برائیاں ان میں گھر کر گئی تھیں آپ نے کوشش کی کہ ان میں اطاعت حق کا صحیح جذبہ اور دین کا غم پیدا ہو۔

"غرضکہ آپ بڑے برگزیدہ بزرگ تھے آپ کے ارشاد و تلقین سے پنجاب اور افغانستان کے ہزاروں گمراہوں نے ہدایت پائی آپ کے خلفاء ملک کے گوشہ گوشہ میں پھیل گئے اور رشد و ہدایت کے چراغ روشن ہو گئے۔

حضرت نے جس وقت پنجاب میں مسند اصلاح و تربیت بچھائی اس وقت سارا صوبہ سکھوں کے تسلط میں تھا سلطنت مغلیہ ختم ہو رہی تھی مسلمانوں پر ظلم و ستم اور رنج و غم کی گھٹائیں چھائی ہوئی تھیں ان حالات میں آپ شریعت اور سنت کی تلقین میں برابر سرگرم رہے آپ کی تمام تبلیغ و اصلاح کا محور اخلاق محمدی تھا۔ آپ مسلمانوں کو صحیح طور پر اخلاق محمدی کے نمونہ پر دیکھنا چاہتے تھے

حضرت کے متعلق چند عجیب و غریب واقعات

ایک شخص اپنی بیوی کو حضرت خواجہ صاحب کی خدمت میں لایا اور عرض کیا کہ ان پر جن کا اثر ہے آپ نے جن کو حکم دیا کہ اس عورت کو چھوڑ دے جن نے عرض کیا کہ میرا بیٹا بیمار ہے اس کے لئے تعویز عنایت فرمائیے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر بیٹا بیمار ہے تو عورت کو تنگ کرنے سے تمہارا کیا مطلب ہے، جن عرض کرنے لگا کہ لوگ مجھے آپکی خدمت میں حاضر نہیں ہونے دیتے اس لئے اس عورت کے ذریعہ حاضر خدمت ہوا ہوں۔ جن نے اسی وقت عورت کو چھوڑ دیا اور وہ تندرست ہو گئی آپ نے جن کے لڑکے کیلئے تعویز عنایت فرمایا۔

لوگوں نے آپ سے ایک سردار کے ظلم و ستم کی شکایت کی آپ نے سردار کو نصیحت کی کہ خدائے تعالیٰ کے قہر و جلال سے ڈرو اس کے جواب میں وہ سردار حضرت کے ساتھ نہایت جرأت اور گستاخی سے پیش آیا دوسرے دن سردار کے پیٹ میں شدید درد اٹھا اور اس کی یہ حالت ہو گئی کہ دھونکنی کی طرح دھونکنے لگا اس کے دوست آپ کے پاس آئے آپ نے کوئی توجہ نہیں کی آخر یہ گستاخ اور بیباک سردار تھوڑی دیر میں اسی حالت میں مر گیا۔

نواب صادق محمد خان والی بہاولپور سردار اسد اللہ خان [illegible]

کی لڑکی سے شادی کرنے کے بعد خواہش مند تھے حضرت نے نواب بھاولپور کو اس شادی سے روکا اور فرمایا کہ اس شادی کا نتیجہ یہ ہو گا کہ یا تو ختم ہو جاؤ گے یا تمہاری سلطنت چلی جائے گی مگر نواب بھاولپور نہ مانے اور انہوں نے نکاح کر لیا۔ چنانچہ ایک سال کے اندر ہی اندر نواب انتقال کر گئے۔

حضرت خواجہ صاحب ایک مرتبہ اپنے پیرو مرشد کے مزار پر فاتحہ خوانی کے بعد سانگھڑ جا رہے تھے راستہ میں دریا طغیانی پر تھا ملتان میں دیوان ساون مل کے کارندے پر تھے وہاں نے سب کشتیاں ضبط کر لی تھیں حضرت نے فرمایا ہم کو نہ ستاؤ مگر وہ باز نہ آیا آخر مجبور ہو کر آپ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ قادر مطلق نے فرعون جیسے کافر کو دریا نے نیل میں راستہ دیدیا تھا تو کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی کہ ہم جو اس کے حقیر بندے ہیں اور اس کے محبوب نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے غلاموں کے غلام ہیں ہم راستہ نہ پا سکیں یہ فرما کر اللہ کا نام لینے کے بعد دریا کی جانب بڑھے اور پوری جماعت آسانی کے ساتھ دریا سے پار ہو گئی۔

حضرت شاہ صاحبؒ کا وصال

ماہ صفر ۱۲۰۷ھ کا چاند دیکھ کر حضرت نے فرمایا ہمارے سفر کا مہینہ ہے خدا خیر کرے کچھ دن کے بعد زکام کی شکایت ہوئی اور ۷ صفر کو جان۔ جاں آفریں کے سپرد کر دی نواب بھاولپور نے ستر ہزار روپے کے صرفہ سے سنگ مرمر کا عالی شان مقبرہ تیار کرایا۔

آپ نے اپنے خلفاء کی ایک بڑی تعداد چھوڑی جنہوں نے ہندوستان پاکستان کے کونے کونے میں اشاعت و تبلیغ کا کام کیا اور اپنے پیرو مرشد کے مشن کو زندہ رکھا۔

حضرت مولانا فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی

حضرت کی ولادت اور بچپن:۔ حضرت کے خاندان کا وطن قصبہ ملانواں ضلع بغروئی ہے آپ کے خاندان میں ایک مشہور اور خدارسیدہ بزرگ حضرت شیخ محمد رضوان گذرے ہیں جن کی ولایت نے ایک عالم کو روشن کیا تھا آپ کے والد کا اسم گرامی حضرت شیخ اہل اللہ تھا آپکی ولادت یکم رمضان المبارک ۱۲۱۳ھ کو ہوئی کہا جاتا ہے کہ چونکہ آپکی پیدائش رمضان میں ہوئی تھی اس لئے دن کو دودھ کو نہیں پیتے تھے گویا آپ نے دنیا میں قدم رکھتے ہی شریعت کا احترام شروع فرمایا تھا آپ کا بچپن بھی دوسرے بچوں سے مختلف تھا کھیل کود میں وقت ضائع کرنے کے بجائے ذکر الٰہی اللہ کرتے رہے اور بچوں سے کہہ دیا کرتے تھے کہ ہم دنیا میں کھیلنے نہیں آئے ہیں۔!

آپ کی باتیں شروع ہی سے پرمعنی اور معقول ہوتیں کہ سننے والے حیران رہ جاتے اور آپ کی باتیں اس قدر پرکشش ہوتیں کہ محلہ کی عورتیں آپ کی باتیں سننے کے لئے جمع ہو جاتیں

آپکی عمر مشکل سے گیارہ سال کی ہوگی کہ دیگر اولیائے کرام کی طرح

آپ کے سر سے بھی والد ماجد کا سایہ اٹھ گیا اور آپ کی تعلیم و تربیت کی ساری
ذمہ داریاں والدہ ماجدہ کے سر آ پڑیں چنانچہ آپ کے والد نے جو تھوڑا
بہت سرمایہ چھوڑا تھا وہ ختم ہو گیا اور اسی زمانہ میں جب خوفناک قحط پڑا تو
آپ کی والدہ محترمہ نے گھر کا دروازہ بند کر دیا اور درختوں کے پتے جو
گھر میں موجود تھے ابال ابال کر خود بھی کھاتی رہیں اور فرزند دلبند کو بھی کھلاتی
رہیں اور کسی کو اپنی مفلوک الحالی کی خبر ہونے نہ دی حالانکہ آپ کے
رشتہ داروں میں ایسے مالدار لوگ تھے جن سے مالی امداد لی جا سکتی تھی
لیکن اس غیور خاتون نے خدا کے سامنے ہاتھ پھیلانے کے علاوہ کسی
انسان کے سامنے دست دراز کرنا گوارا نہیں کیا اور توکل و قناعت کی لاثانی
مثال قائم کر دی

تعلیم کے سفر :- حضرت اپنے والد ماجد کے انتقال کے بعد جس
افلاس اور پریشانی میں مبتلا ہو گئے تھے اس کے ہوتے ہوئے تعلیم کا امکان
نہیں تھا لیکن آپ نے ہمت نہ ہاری اور بھوکے رہ کر اور فاقے کر کے برابر تعلیم
حاصل کرتے رہے ابتدائی تعلیم اپنے قصبہ میں حاصل کی پھر لکھنؤ تشریف لے
گئے اور وہاں کافی عرصہ تک جید علماء سے تعلیم حاصل کرتے رہے۔

یہ وہ زمانہ تھا جبکہ پورے ہندوستان میں حضرت شاہ عبدالعزیز
محدث دہلوی رحہ کے علم و فضل کا شہرہ تھا اور دور دراز سے لوگ اس پیکر علم و
عمل ہستی کے پاس حصول التعلیم کے لئے آتے تھے حضرت شہرت سن کر دہلی
روانہ ہو گئے سفر خرچ پاس نہیں تھا اس لئے علم کے شوق میں پیدل ہی
چل کھڑے ہوئے اور راستہ کی تکالیف اور صعوبتیں جھیلتے ہوئے منزل
مقصود کو پہنچ گئے اور حضرت شاہ عبدالعزیز رحہ کے تلامذہ میں شامل ہو گئے۔

دو ماہ حضرت شاہ عبد العزیز رح سے حدیث پڑھتے رہے اس کے بعد وطن تشریف لے گئے دوبارہ جب دہلی تشریف لے گئے تو چونکہ حضرت شاہ عبد العزیز رح رحلت فرما چکے تھے اس لئے حضرت شاہ محمد اسحاق رح سے تکمیل کی تکمیل علم کے وقت آپ کی عمر ۱۶، ۱۷ برس کی تھی لیکن اس کم عمری میں جید علماء میں شمار ہوتے تھے

حضرت شاہ محمد آفاق رح سے بیعت علوم ظاہری کی تکمیل کے بعد آپ کے وہ باطنی جوہر بھی ابھرنے شروع ہو گئے جو ہمیشہ سے آپ کی فطرت میں ودیعت رکھے ہوئے تھے چنانچہ آپ کو باطنی ترقی کے لئے ایک ایسے مرد کامل کی تلاش تھی جو آپ کو سلوک کی منزل طے کرا دے آخر وہ مرد کامل حضرت شاہ محمد آفاق اپنے دور کے مشہور بزرگ تھے اور آپ کے روحانی کمالات سے ہزاروں بندگان خدا نے روحانیت کا آب حیات پیا تھا حضرت شاہ محمد آفاق نے آپ کو اپنے خاص مریدین میں شامل کر لیا کیونکہ وہ ایک ہی نظر میں پہچان گئے تھے اور سمجھ لیا تھا کہ اس کے دل میں وہ شعلۂ معرفت پوشیدہ ہے جو ایک روز آفتاب بن کر ایک عالم کو جگمگا دینے والا ہے۔

گنج مراد آباد میں سکونت:- علوم ظاہری و باطنی سے آراستہ ہو کر اپنے وطن قصبہ ملانواں تشریف لے گئے اور وہاں شادی کی تھوڑے ہی عرصہ میں آپ کی اہلیہ کا انتقال ہو گیا چنانچہ آپ اپنی اہلیہ کے انتقال کے بعد ترک وطن کر کے اس قصبہ سے گنج مراد آباد تشریف لے گئے اور وہیں رہنے لگے۔

اپنے وطن کو اس لئے چھوڑا تھا کہ وہ اس زمانہ میں فسق و فجور کا مرکز بنا ہوا تھا لیکن گنج مراد آباد بھی فسق و فجور میں اس سے کم نہ تھا بلکہ یہاں کے باشندوں نے آپ کی ایذا رسانی میں کوئی کمی نہ کی لیکن حضرت نہایت

بامردی اور استقلال سے مخالفتیں برداشت کرتے رہے اور اپنے کام میں مصروف رہے۔

حضرت نے جس جگہ قیام فرمایا تھا وہاں ایک ویران سی مسجد تھی جس میں نماز نہیں ہوتی تھی بلکہ مسجد کے اندر چند تعزیے رکھے ہوئے تھے حضرت نے مسجد صاف کرائی اور نماز باجماعت کا اس مسجد میں اہتمام کیا اور تعزیے اٹھوا کر دوسری جگہ رکھوا دیئے شہر کے شر پر لوگوں نے واجد علی شاہ والی اودھ کے پاس شکایت کی کہ انہوں نے تعزیوں کی بے حرمتی کی ہے۔ واجد علی شاہ کے دربار میں آپ کو بلوایا گیا آپ نے نہایت جرأت اور ہمت کے ساتھ حقیقت واقعہ بیان کی۔ واجد علی شاہ مطمئن ہوا اور آپ کو عزت و احترام کے ساتھ رخصت کیا۔

گنج مراد آبادی میں مستقل سکونت اختیار کرنے کے بعد آپ نے وہاں کی اصلاح شروع کی وعظ و تبلیغ اور درس کے ذریعہ لوگوں کی حالت درست ہونے لگی رفتہ رفتہ آپ کی جانب رجوع خلق اللہ کا یہ عالم ہو گیا کہ گنج مراد آباد جیسے غیر معروف قصبہ میں ہر چہار سمت سے ہزاروں عقیدت مندوں کی آمد شروع ہو گئی اور یہ قصبہ روحانیت کا مرکز بن گیا۔ لوگ دور دراز سے آتے اور اصلاح اعمال درستی اخلاق کا سبق سیکھ کر جاتے آپ آخر عمر تک خلق اللہ کی خدمت کرتے رہے اور کوئی دقیقہ لوگوں کی اصلاح سے فروگذاشت نہ فرمایا

حضرت کی قابل تقلید زندگی ہے۔ حضرت مولانا فضل الرحمن کا سب سے زیادہ پسندیدہ مشغلہ عبادت و ریاضت تھا اپنا بیشتر وقت عبادت و ریاضت میں صرف فرماتے عبادت کے انہماک اور مدہوشی کا یہ عالم ہوتا کہ آپ کو کسی چیز کی خبر نہیں ہوتی تھی پھر یہ وقت بھی آیا کہ آپ کے رو میں رو ئیں کے ذکر الٰہی سے رستے جاری

ہو جانے کثرت عبادت ریاضت کی وجہ سے آپ کی صحت خراب ہو گئی تھی
دوسرا پسندیدہ مشغلہ درس حدیث وتفسیر تھا آپ فرماتے تھے
کہ مجھے اس میں اس قدر لذت اور کیفیت محسوس ہوتی ہے کہ بیان نہیں کر سکتا
آپ کی زندگی نہایت سادہ اور صحابہ کرام کا نمونہ تھی لباس نہایت معمولی
اور غریبانہ پہنتے تھے باجرہ کی روٹی پر اکثر گذر فرماتے آپکا مکان کچا اور بوسیدہ
تھا لوگوں نے بہت چاہا کہ پختہ بنا دیا جائے لیکن آپ ہمیشہ انکار فرماتے رہے
حضرت نہایت ہی سخی اور فیاض طبع تھے جتنے بھی تحفے تحائف آتے وہ
سب غریب اور محتاجوں میں تقسیم فرما دیتے تھے مسافروں اور لاچاروں
کا خاص خیال رکھتے تھے اور ان کی ہر طرح امداد فرماتے بعض وقت تو قرض
لے کر دوسروں کی حاجتیں پوری فرماتے آپکی دریا دلی کا اندازہ اس سے
لگائیے کہ ایک مرتبہ سردی کے موسم میں اپنے تمام کپڑے مسافروں
اور محتاجوں میں تقسیم کر دیئے اور خود ایک اچکن میں گذر کرنے لگے۔

ایک عرب نے آپکی خدمت میں آکر دو سو روپیہ طلب کئے آپ نے
اپنے ایک مرید سے کہا کہ بنئے سے قرض لے کر ان کو دیدو بنئے نے ڈیڑھ سو روپے
قرض دیئے عرب نے ڈیڑھ سو لینے سے انکار کیا تو آپ نے ۵۰ روپے دوسری
جگہ سے قرض منگوا کر دو سو روپے پورے کئے پھر عرب نے کہا کہ ہمارا سامان
چوری ہو گیا پھر اس نے کہا کہ ہمیں ٹٹو کا کرایہ دو آپنے یہ مطالبہ بھی پورا کر دیا
غرض وہ مطالبہ کرتا جاتا اور آپ عطا فرماتے جاتے تھے۔

ایک شخص نے رات کے وقت حاضر ہو کر کہا کہ میری لڑکی کی شادی ہے
میرے پاس کچھ نہیں ہے آپ نے سرہانے سے تھیلی نکال کر دیدی
جس میں پانچسو روپے تھے۔

ایک معتقد نے نہایت اہتمام سے آپ کے لئے سونے کی گھڑی بنوائی اور آپکی خدمت میں پیش کی آپ نے لیکر ایک ہانڈی میں ڈالدی جس میں ردی کاغذ وغیرہ پڑے رہتے تھے تھوڑی دیر کے بعد ایک صاحب کا گذر ہوا آپ نے ان سے کہا کہ دیکھنا اس میں ڈبیہ پڑی ہوئی ہے انہوں نے نکالکر کہا حضرت یہ تو قیمتی گھڑی ہے۔ آپنے فرمایا تمہارے کام کی ہو تم لیجاؤ جے پور کے ایک حکیم صاحب آپکے لئے نہایت قیمتی معجون جس میں جواہرات وغیرہ پڑے ہوئے تھے لائے اور کہا حضرت آپ بہت کمزور ہوگئے ہیں آپ نے تھوڑی سی معجون چکھی۔ اور بہت تعریف کی اسی وقت مہتر اُن نکالنے آگئے تھے ہی حضرت نے ارشاد فرمایا "تو بہت ضعیف ہوگیا ہے لے یہ معجون کھا لیاکر" غرضکہ ساری معجون اسے دیدی۔

حضرت کی کرامات :- حضرت مولانا فضل الرحمن رح کی سب سے بڑی کرامت تو یہ تھی کہ آپنے اس نازک دور میں مسلمانوں کی رہنمائی کی جبکہ اسلامی حکومت کا چراغ گل ہوگیا تھا اور مسلمانوں پر یاس اور نا امیدی کے بادل چھائے ہوئے تھے آپ نے انہیں صبر کی تلقین کی اور اپنی پوری زندگی مسلمانوں کی اصلاح کے لئے وقف کردی بہت سے فاسق وفاجر آپکے دست حق پرست پر بیعت کرنے سے سچے مسلمان ہوگئے اسی طرح بہت سے غیر مسلم آپکی تبلیغ سے مسلمان ہوگئے اسی طرح اس وقت جبکہ مسلمانوں کی تلوار زنگ آلود ہوچکی تھی آپنے عملی جواب دیا کہ اسلام تلوار سے نہیں پھیلا۔ بلکہ اس کی حق تعلیمات نے لوگوں کے دلوں میں گھر کیا۔ چند دوسری کرامتیں بھی درج کی جاتی ہیں۔ جذام کے مریض آپکی دعا سے تندرست ہوجاتے تھے۔ جن مریضوں کو کسی بھی علاج سے افاقہ نہیں ہوتا تھا ان کو حضرت

کے زیرِ سایہ سلیف اور بوریے سے تندرستی حاصل ہو جاتی تھی بہت
سے لاعلاج مریض حضرت کے پاس آتے اور اللہ کے حکم سے تندرستی کی دولت
سے مالامال ہو کر جاتے اگر کسی پر جن یا آسیب وغیرہ کا اثر ہوتا تو آپ فرماتے کہ
مریض کے کان میں ہمارا سلام کہہ دینا اس سے فوراً آسیب دور ہو جاتا تھا۔

ایک ہندو کنواں بہنار پا رہا تھا اور پانی کی نجاست چھینٹیں کنویں میں جا رہی
تھیں آپ نے منع فرمایا تو وہ گستاخی سے پیش آیا آپ نے اس سے کہا کہ ہمارا
دیکھ آنکھیں بند کر لیں پس کنویں کا پانی جوش کھا کر کنویں سے ابلنے لگا
یہ کرامت دیکھ کر لوگوں نے کہنا شروع کیا کہ حضور اس کی خطا معاف فرما دیں
آپ نے آنکھیں کھول دیں۔ پانی بیٹھ گیا اور فرمایا کہ میں نے صرف یہ دعا کی تھی
کہ اللہ اس کنویں کو پاک کر دے۔

ایک نوجوان کا خط آیا کہ میں پیدائشی نامرد ہوں والدین نے زبردستی
میری شادی کر دی اب میں زہر کھانے والا ہوں آپ میرے لیے دعا فرما دیں
ورنہ میں حشر کے دن اللہ تعالیٰ سے کہوں گا کہ مولانا نے دعا نہ فرما کر مجھے زہر
کھانے پر مجبور کیا۔ آپ نے اسے جواب لکھ دیا کہ ہم تمہارے لیے دعا کرتے ہیں
ایک ہفتے کے بعد خط آیا کہ میں بالکل تندرست ہو گیا ہوں۔

ایک مرتبہ آپ نے قصبہ بلانواں کی مسجد میں اپنی خشک مسواک گاڑ دی
اور دعا کی کہ خدا وند اس کو سرسبز کر دے چنانچہ یہ مسواک سرسبز ہو
گئی اور اس وقت سے مسواک کا درخت اسی مسجد میں موجود ہے

ایک مرتبہ آپ دوستوں کے اصرار سے شکار کے لیے تشریف لے
گئے اتفاقاً کوئی شکار نہیں ملا جب واپس آ رہے تھے تو چند ہرن دکھائی
دیے آپ نے نشانہ لگانے کے بجائے ہرنوں سے کہا کہ ایک باقی رہ جائے باقی
سب چلے جائیں چنانچہ ایک ہرن رہ گیا جسے پکڑ لیا گیا آپ نے دوستوں سے کہا

ہرن نے تمہاری خوشی کر دی تم بھی اس کو چھوڑ دو حضرت کے ارشاد کے مطابق لوگوں نے اس کو چھوڑ دو۔

ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ ایک دن کی غیر حاضری کی وجہ سے حاکم نے مجھے برخاست کر دیا۔ آپ نے اس کی پیشانی پر کچھ لکھ دیا اور کہا کہ اسی وقت چلے جاؤ وہ شخص جب اپنے شہر پہنچا تو حاکم کا چپراسی دوڑتا ہوا آیا اور کہا کہ حاکم نے بلایا ہے۔

حضرت کا وصال۔

ماہ ربیع الاول کے پہلے ہفتہ میں آپ پر بخار کا ایسا شدید حملہ ہوا جس کے بعد آپ سنبھل نہ سکے دن بدن حالت خراب ہوتی گئی اس حالت میں بھی نماز باجماعت اور ذکر الٰہی سے غافل نہ ہوئے ۱۵ ربیع الاول کو مرض نے اور بھی شدت اختیار کرلی۔ ۲۰ ربیع الاول کو خواب سے بیدار ہونے کے بعد آپ نے ایک خاص کیفیت میں فرمایا کہ یہ سنت ہے کئی مرتبہ اس جملہ کی تکرار فرمائی اس کے بعد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں۔

دوسرے دن تین بجے اپنے عزیزوں اور مریدوں کو یاد فرمایا اور ان کے حق میں دعا فرمائی آخر بعد نماز ہر روز جمعہ بتاریخ ۲۰ ربیع الاول سنہ ۲۳ھ کو اس دنیائے فانی سے سفر فرمایا۔

اِنّا لِلّٰہِ وَ اِنّا اِلَیہِ رَاجِعُون ٥

———

حضرت حافظ محمد علی خیرآبادی رح

حافظ سید محمد علی خیرآبادی رح حضرت خواجہ تونسوی رح کے اولین
خلفاء میں سے تھے خیرآباد میں ان کی خانقاہ علم و فضل اور روحانیت کا مرکز
اور فیوض و برکات کا سرچشمہ تھی اور دور اور دکن میں اخلاق و روحانیت کے درس کا کام
اسی خانقاہ میں بیٹھ کر کیا گیا تھا آپ استقلال عزم کے پیکر تھے ناسازگار حالات
سے بالکل متاثر نہ ہوتے تھے۔

حافظ صاحب کی ولادت باسعادت ۱۱۹۲ھ
آپ کی ابتدائی زندگی کو ہوئی آپ کے والد مولوی شمس الدین ایک
علمی خاندان کے فرد تھے آپ کے بزرگوں کو صوفیائے کرام اور اولیائے عظام
سے خاص تعلق تھا چنانچہ آپ کے خاندان کے ایک بزرگ حضرت
میاں لکھنوی کے خلیفہ تھے اور ان کی شہرت دور دور تک پھیلی ہوئی تھی حافظ
صاحب کا خاندان بڑی عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا اور ایک
خاص امتیاز کا مالک تھا۔

بچپن ہی سے حافظ صاحب کی طبیعت عبادت کی طرف راغب
تھی رات کے آخری حصہ میں اٹھ کر یادِ حق میں مشغول ہو جاتے شریعت
کی پابندی کا یہ عالم تھا کہ ایک دن دو اپنے ساتھیوں کے ساتھ کسی

جگہ جارہے تھے راستہ میں بیر کے درخت ملے سب لڑکوں نے ان درختوں سے پھل توڑ کر کھائے حافظ صاحب سے کھانے کے لئے کہا گیا تو فرمایا درخت کی ملکیت غیر کی ہے میں کیسے کھا سکتا ہوں۔

تعلیم کی ابتدا قرآن پاک کے حفظ سے کی اس کے بعد خیرآباد میں مولانا عبد الولی صاحب سے جو اپنے زمانہ کے مشہور عالم تھے۔ ابتدائی اور متوسط کتابیں عربی کی پڑھیں پھر شاہجہاں پور تشریف لے گئے وہاں کچھ عرصہ تک تحصیل علم میں مشغول رہے شاہجہاں پور کے بعد دہلی تشریف لے گئے دہلی اس وقت مرکز علم و معرفت تھا شاہ ولی اللہ کے خاندان نے علوم نبوت کی شمع روشن کر رکھی تھی دہلی میں مشکوٰۃ شریف کا حضرت شاہ عبد القادر سے درس لیا۔ پھر حرمین شریفین حاضر ہوئے وہاں صحیح بخاری اور حدیث کی دیگر کتابیں پڑھیں۔

پیر کامل کی تلاش میں

حافظ صاحب نے ابتدائی زمانہ میں سخت مجاہدات کئے تھے سب سے پہلے سید مشتاق کے مزار پر چلہ کش ہوئے پھر حضرت شاہ مینا کے مزار مبارک پر ریاضت شاقہ میں مشغول ہوگئے نمازیوں کے لئے پانی بھر بھر کر لاتے باقی وقت عبادت میں گذارتے پھر حضرت قطب صاحب کے مزار پر دہلی گئے اور حسب معمول مجاہدے میں مشغول ہوگئے۔

چند مکانات میں اجرت پر پانی بھر کر اپنی گذر اوقات کرتے اور اکثر روزہ رکھتے تمام رات قرآن پاک کی تلاوت میں گذر جاتا دہلی سے اجمیر شریف پہنچے اور وہاں سے بارہ سال تک مقیم رہے یہاں سے پاک پٹن کا ارادہ کیا۔ پاک پٹن میں خواجہ محمد سلیمان تونسوی کی عظمت و بزرگی کی شہرت سنکر

دل اس طرف متوجہ ہو گیا یہاں آپ کو عقیدت و ارادت کا الہام کر دیا گیا جس نے ان کے مجاہدوں اور ریاضتوں کو صحیح راستہ پر لگا دیا

شاہ سلیمان رح کی صحبت نے فطرت کی ودیعت کی ہوئی صلاحیتوں کو چمکایا اور نور باطن سے آراستہ کر دیا۔

شاہ سلیمان کی خدمت میں

حافظ صاحب رح ذوق و شوق کے عالم میں پاک پٹن سے تونسہ روانہ ہو گئے شاہ محمد سلیمان رح کی خدمت میں پہنچ کر اس قدر متاثر ہوئے کہ اپنی خواہش کا اظہار نہ کر سکے اسی طرح ایک سال گذر گیا۔

ایک دن حافظ صاحب رح کے دل میں خیال آیا کہ افسوس حضرت شاہ صاحب میرے حال کی طرف متوجہ نہیں ہوتے شاہ صاحب کو معلوم ہوا تو فرمایا جس شخص سے مجھے تعلق ہوتا ہے بظاہر میں اس کی طرف توجہ نہیں کرتا ہوں۔ یہ سن کر حافظ صاحب کے قلب بے چین کو اطمینان ہوا۔ اس کے بعد حافظ رح شاہ صاحب رح کی ہدایات کے مطابق مجاہدے کرتے رہے کچھ دن بعد حضرت شاہ محمد سلیمان نے اپنے سلسلہ میں داخل کر لیا اور خلافت عطا فرمائی۔

حضرت حافظ کی اصلاحی کوششیں :-

شاہ محمد سلیمان رح سے بیعت ہونے کے بعد حافظ صاحب رح نے کچھ عرصہ تک کسی شخص کو مرید نہیں کیا شیخ کو علم ہوا تو وجہ پوچھی عرض کیا لوگ نہایت درجہ گناہوں میں مبتلا ہیں اسی وجہ سے سلسلہ میں داخل نہیں کرتا شیخ نے فرمایا تم کو اس سے کیا کام میں نے اجازت دی ہے نیک خواہ بد کچھ ہوں گے مجھ سے ہوں گے۔ شیخ کا یہ حکم

سننے کے بعد حافظ صاحب نے بیعت کا سلسلہ شروع کر دیا اور حد پنجاب اور حیدر آباد کے ہزاروں رہنے والوں نے آپکے دست مبارک پر بیعت کی۔

حافظ صاحب کی کوشش تھی کہ مسلمانوں کے معاشرہ کا نشوونما اسلامی اصولوں پر ہو۔ آپ ہمیشہ اسلامی آداب اور طرز زندگی پر زور دیتے تھے فرمایا کرتے تھے کہ بری رسموں کو دور کرنے کی جد وجہد کرنا سب سے زیادہ اہم کام ہے۔

) نے پوری زندگی سنت نبویہ کے زندہ رکھنے کے لئے وقف کر دی تھی اور اہل ہند کی باطل رسومات کو مٹانے کے واسطے مستعد اور آمادہ رہتے تھے۔ مندرجہ ذیل چند واقعات سے آپ کی کوششوں کا مرکزی نقطہ سمجھا جا سکتا ہے۔

پہلی بیوی کے انتقال کے بعد آپ کو قصبہ سوہان کا سفر پیش آیا۔ حاضرین نے کہا کیا حضرت بی بی صاحبہ کی رسومات نہیں کریں گے فرمایا جہاں ہوں گا وہاں فاتحہ کر دوں گا۔ کیونکہ اس سے غرض ایصال ثواب ہے اور وہ ہر جگہ ممکن ہے یہ کیا ضروری ہے کہ اسی جگہ سوئم کی فاتحہ کروں۔

ایک دن اچانک صاحبزادے حافظ جمال الدین کو دلہن کے مکان لے گئے اور نکاح کے لئے کہا دلہن کے گھر والوں نے بے سر وسامانی کا عذر کیا تو فرمایا جو کچھ اللہ اور رسول کا حکم ہے اس کے مطابق عمل کرنا چاہیئے۔ چنانچہ شرع کے موافق نکاح ہوگیا اور ہر قسم کے رسومات سے پرہیز کیا گیا۔ حافظ صاحب کے برادر زادے حافظ تراب علی کی شادی میں کاغذ

کے پھول تیار کیے گئے سو اتفاقاً صاحب کی نظر پڑی تو سخت رنج ہوا اور
فرمایا یہ بزرگ زادے ہیں اور ایسے مراسم کرتے ہیں یہ کہکر وہاں سے
اٹھکر چلے آئے۔

ایک مرتبہ حیدرآباد میں حضرت یوسفؒ کے مزار پہ حاضری کا
اتفاق ہوا تو دیکھا کہ وہاں طوائفوں کا ناچ ہو رہا ہے آپ کو اس قدر
غصہ آیا کہ محفل میں پہونچکر مشائخ کو للکار کر کہا "یہ بال تمہاری
داڑھی کے نہیں بلکہ زنار کے تار ہیں" اولیاء اللہ کے مزاروں پر
ایسا فسق وفجور ہوتا ہے اور تم دیکھتے ہو۔ آپ اس جملہ کو بار بار دہراتے
تھے جس مسلمان نے رسم کفر کو رغبتِ دل سے مشاہدہ کیا اس کے ایمان
میں خلل پڑا۔

آپ کے اخلاق :۔ حافظ صاحبؒ اخلاق محمدی کا نمونہ تھے
انسانی مساوات اور اخوت ایمانی پر بہت زور دیتے تھے اور اپنے عمل
سے اس کو ثابت کرتے تھے جب مجلس میں بلائے جاتے تھے تو کسی
ممتاز جگہ پر نہیں بیٹھتے تھے۔ سفر وحضر میں خادموں کے ساتھ
کام میں شریک رہتے تھے اظہار شیخیت سے نفرت تھی بلکہ اس قسم
کی تواضع جس سے ترک تجرید کا اظہار ہو پسند نہ کرتے تھے۔

فرماتے تھے کہ ترک کو بھی ترک کر دینا چاہیے

ایک مرتبہ دسترخوان پر بیٹھے تھے نظر پڑی تو دیکھا کہ ایک
موچی میاں مسلم کے جوتے سی رہا ہے فرمایا اپنے ہاتھ دھوکر آؤ
اور کھانا کھاؤ۔ اور اپنے پاس بٹھا کر کھانا کھلایا

[illegible] میں ایک جولاہا آپ کے پاس آکر ٹھہرا اس

کے پاس جاڑے کا لباس نہ تھا۔ حافظ صاحب نے اس کو اپنے بستر پر سلا دیا۔

اتباع سنت کہ آپ کے اخلاق کا جز تھی۔ اس پر سب سے زیادہ زور دیتے تھے آپ کی مجلس میں مسائل شریعت اور سنت کے علاوہ کوئی تذکرہ نہیں ہوتا تھا۔ اپنے مریدوں کو سنت نبوی پر عمل کرنے کی برابر تاکید کرتے تھے۔ آپ اپنے مریدوں کو بتایا کرتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کے بغیر کوئی چیز حاصل نہیں ہوتی اور محبت الٰہی کا دعویٰ بغیر اتباع نبوی جھوٹا دعویٰ ہے۔

حافظ صاحب کی وفات۔ حافظ صاحب کو آخر عمر میں فالج کا مرض لاحق ہو گیا رفتہ رفتہ مرض اس قدر بڑھ گیا کہ ہاتھ پاؤں بیکار ہو گئے۔ عبادت میں بھی جب دقت ہونے لگی تو فرمایا۔

جسم کھاڑے کا شو تھا آخر ساتھ نہ دیا۔ ماہ ذی قعدہ ۱۲۶۶ھ کو وصال فرمایا۔ کھیری میں سپرد خاک کئے گئے۔

ختم شد

(مطبوعہ الجمعیتہ پریس دہلی)